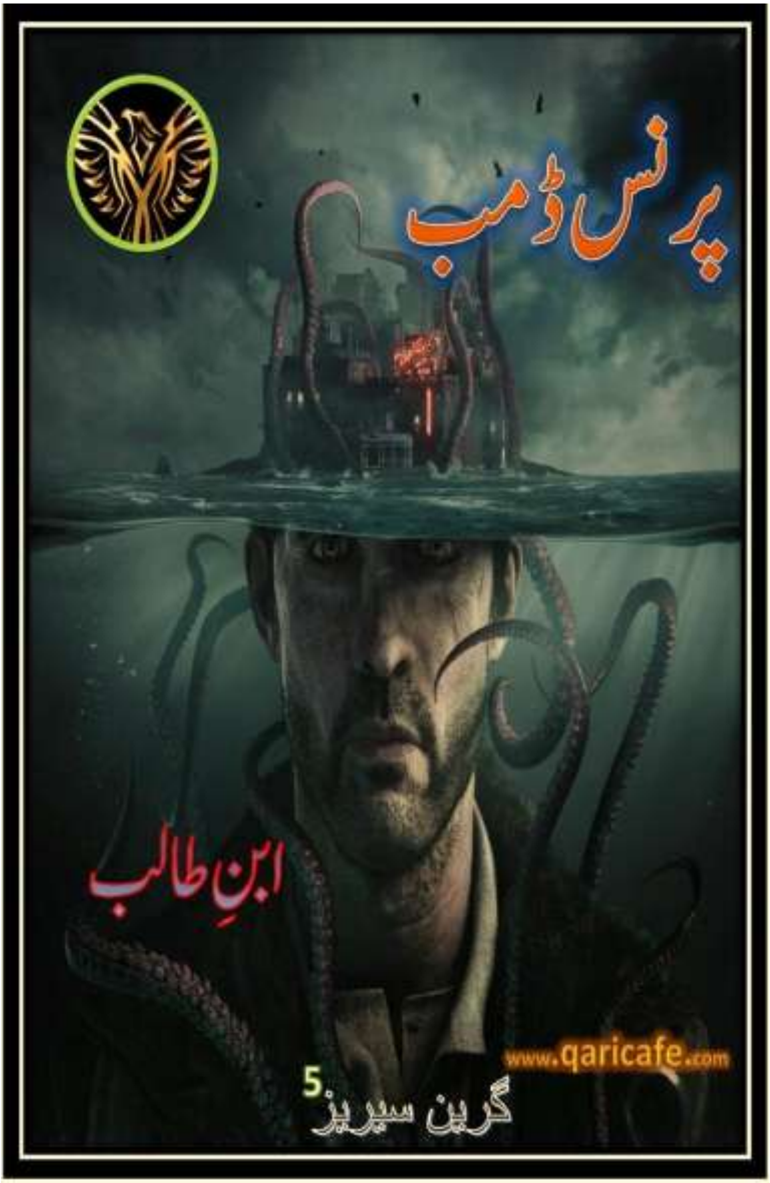
پرنس ڈمب
ابنِ طالب
www.qaricafe.com
5
گرین سیریز

گرین سیریز

ناول#5۔۔۔ 20 اگست 2019

ہماری بات

السلام علیکم، قارئین کو گزشتہ عید اور جشن آزادی مبارک۔۔۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ اس بار انتظار کا دورانیہ زیادہ تھا ، اس کی وجہ بھی بتا چکا ہوں مختلف موقعوں پہ کہ قارئین کی خواہش تھی کہ ناول مکمل اپ لوڈ ہو، اسی وجہ سے دیر ہوئی، لیجئے صبر کا وقت تمام ہوا اور الجھا ہو میٹھا پھل کھانے کا وقت آیا چاہتا ہے، لیکن رکیے۔۔۔ یہ میٹھا پھل واقعی الجھا ہوا ہے جس میں میں خود بھی الجھ گیا تھا۔۔۔ میں نے بہت کوشش کی کہ عام انداز میں اسے سادہ بنا دوں مگر کیا کروں۔۔۔ اس ناول کی سادگی ۔۔۔ حسین نہ رہتی۔۔۔ یہ ناول ایک نئے انداز میں لکھا گیا ہے جو میرے لئے تجربے کی حیثیت رکھتا ہے ۔۔ نہ تو کہانی یک رخی ہے نہ دو۔۔۔ بلکہ تین ، چار ۔۔۔ یہی الجھاؤ کا باعث ہے۔۔ اس ناول میں آپ کو گرین گارڈز، پولیس اور مجرم تو حرکت میں نظر آئیں گے ہی، لیکن جو قتل ہوں گے ان کی وجہ سے شہر یا ملک کی کیا صورتحال رہی وہ بھی بیاں کی گئی ہے۔۔ کہانی کا معاشرے پہ جو اثر ہے اس کو بھی کھول کر بیاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس وجہ سے مختلف چیپٹرز کے درمیان توقع سے زیادہ فاصلہ محسوس ہو گا۔۔۔ لیکن یقین مانیں اگر میں اس فاصلے کو کم کرتے ہوئے روایتی انداز میں ہی لکھتا تو شاید قطعی طور پہ وقت کا ضیاع محسوس کیا جاتا۔۔۔

اور ایک خطرناک اشارہ یہ بھی ہے کہ ساحر گردیزی۔۔۔ جس کے بارے میں قارئین ابہام کا شکار ہیں کہ وہ ہے کیا۔۔۔ اس ناول میں اس کے بارے میں بہت کچھ تعارف کی غرض سے لکھا گیا ہے مگر اس کے باوجود۔۔۔ ساحر اپنے بارے میں آپ کا یہ ابہام۔۔۔ بڑھانے والا ہے۔۔۔

گرین گارڈز کے نئے ممبرز بھی کچھ دیر کے لئے سامنے آئیں گے۔۔ ساحر

گریزی کی گرفتاری بھی۔۔۔ایک چوہدری صاحب بھی سامنے آئیں گے اور پھر ایک بھیانک سازش بھی۔۔۔

ناول شروع ہوتا ہے ایک۔۔۔۔اچھا خود پڑھ لیں۔۔

التماس ہے کہ بدلہ لینے کی غرض سے ناول کا تجزیہ یا فیڈ بیک زیادہ الجھا ہوا مت بھیجیں۔۔۔

والسلام

ابنِ طالب

ناول کے تمام کردار، مقامات، واقعات فرضی ہیں اور مصنف کی اپنی تخلیق ہیں۔ جن میں کسی بھی قسم کی کلی یا جزوی مطابقت محض اتفاقیہ امر ہو گا جس کا مصنف ذمہ دار نہیں۔

ناول کے کسی بھی حصے کو کاپی کرنا، نقل کرنا یا چوری کرنا قانوناً اور اخلاقی جرم ہے۔ جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ ہیں۔

اس بڑے سے ہال کی سجاوٹ دیکھنے لائق تھی، ایک تو ویسے ہی مہنگے ہوٹل کا ہال تھا جس وجہ سے ہر شے خواہ مخواہ قیمتی اور خوبصورت محسوس ہوتی تھی دوسرا سجاوٹ میں بھی کوئی کسر نہ چھوڑی گئی تھی۔ ہر طرف روشنی ہی روشنی اور مسکراہٹیں بکھری ہوئی تھیں۔ حاضرینِ محفل رنگ برنگے آنچل اور خوبصورت سوٹوں میں ملبوس سٹیج کی طرف متوجہ تھے۔ سٹیج پہ ایک طرف ڈائس موجود تھا جس پہ سٹیج سیکرٹری اپنی دلکش مسکراہٹ اور مترنم آواز سے ہال کی خوبصورتی کو جلا بخش رہی تھی۔ سٹیج سیکرٹری کے ساتھ، ایک طرف ایک اور حسین و جمیل لڑکی تھی جو سیکرٹری کے بولنے کے بعد اس کی بات کو اشاروں میں سمجھا رہی تھی،

جس سے صاف ظاہر تھا کہ حاضرین میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو بول اور سن نہیں سکتے اور ان کی سہولت کے لئے یہ انتظام کیا گیا تھا۔

"خواتین و حضرات، آپ سب کی بھرپور تالیوں کی گونج میں میں بلانا چاہوں گی سر انتھونی جانسن کو.....۔"

سیکرٹری نے اعلان کیا اور ساتھ ہی ہال تالیوں کے شور سے گونج اٹھا۔ ہال میں موجود ہر شخص کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا جیسے سر انتھونی کوئی بہت ہی اہم اور دل موہ لینے والی شخصیت ہو۔

"سر پلیز...." سیکرٹری نے سٹیج کے سامنے پہلی قطار میں موجود جاذبِ نظر چہرے اور مضبوط جسم والے شخص کی طرف اشارہ کیا اور ساتھ ہی ٹرانسلیٹر نے اشاروں کی زبان میں بتایا۔

وہ شخص پنتالیس سے پچاس کے درمیان کا تھا مگر صحت اور چہرے پہ معصوم مسکراہٹ، اس کے جوان ارادوں کی خوب ترجمانی کر رہی تھی۔ وہ مسکراتا ہوا اٹھا اور مڑ کر سب کی طرف دیکھ کر شکریہ کے لئے ہاتھ ہلانے لگا۔ اگلے لمحے اس نے رخ بدلا اور سٹیج کی طرف بڑھ گیا۔ سٹیج پہ پروقار چال چلتے ہوئے وہ ڈائس کے پاس پہنچا اور دوبارہ ہاتھ ہلا کر سب کا شکریہ ادا کیا اور ہال میں خاموشی چھا گئی۔

"خواتین و حضرات، میں انتھونی جانسن آپ سب کو آج کے اس پروگرام میں خوش آمدید کہتا ہوں اور تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ

آپ لوگ اپنے قیمتی وقت میں سے میرے لئے وقت نکال پائے۔"

سر انتھونی نے اشاروں میں بات کرنا شروع کی، وہ پیدائشی گونگا بہرہ تھا۔ اس کے اشاروں کے ساتھ ہی وہ لڑکی جو پہلے سٹیج سیکرٹری کی باتوں کو اشاروں میں سمجھا رہی تھی اب اس کی باری بولنے کی

تھی، لہذا وہ سر انتھونی کے اشاروں کو دیکھتے ہوئے ساتھ ساتھ بولتی جا رہی تھی۔

"اس ملک میں یہ میرا پہلا دورہ ہے، اور میں اپنی تنظیم کی بنیاد یہاں بھی رکھنا چاہوں گا، جیسا کہ سب لوگ ، خصوصاً میری کمیونٹی کے لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے جیسے خاص افراد کو نارمل افراد کے ساتھ رہنے میں کافی دشواری کا سامنا ہوتا ہے، تعلیم و تربیت اور امدادِ باہمی کے باعث اب یہ فاصلے کم ہو رہے ہیں مگر ایسے ممالک جو ترقی پذیر ہیں یا پسماندہ ہیں ، وہاں ابھی بھی ہماری کمیونٹی بہت زیادہ مشکلات کا شکار ہے، اس ترقی پذیر ملک میں مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ آہستہ آہستہ سپیشل سکول، کالج بن رہے ہیں اور خاص افراد کا معیارِ زندگی بہتر کرنے میں

بہت زیادہ محنت سے کام کیا جا رہا ہے۔" لڑکی سر انتھونی کے اشاروں کو ٹرانسلیٹ کر کے ساتھ ساتھ بول رہی تھی، سننے والے اتنی محویت سے سر انتھونی کی بات سننے میں محو تھے جیسے وہاں زندہ لوگ نہیں بلکہ مجسمے رکھے ہوں۔

سر انتھونی کا تعلق دنیا کے سپر پاور ملک سے تھا اور ملکی پہچان کے علاوہ ان کی سپیشل افراد کے لئے اتنی زیادہ خدمات تھیں کہ انہیں نوبل پرائز سے نوازا گیا تھا، انہوں نے گفٹ آف گاڈ (GOG) کے نام سے ایک تنظیم بنائی ہوئی تھی جس کا کام دنیا کے کونے کونے سے گونگے اور بہرے قابل افراد کو ایک پلیٹ فارم پہ جمع کرنا، ان کی تربیت کرنا اور پھر ان کے ذہنی رجحانات کی بنیاد پہ مختلف شعبہ ہائے زندگی میں ان کو ایڈجسٹ کروانا شامل تھا۔ انہوں نے تنظیم کے تحت بہت سے سپیشل سکول اور کالجوں کے علاوہ دو درمیانے درجے کی یونیورسٹیز بھی کھولی تھیں تا کہ سپیشل ایجوکیشن میں بہتری لائے جا سکے۔ ان کی ایسی خدمات کی وجہ سے ہی ان کی بین الاقوامی سطح پہ شہرت اور بہت عزت تھی۔

"میرا ارادہ ہے کہ یہاں بھی میری تنظیم کا ایک یونٹ کام کرے اور اس ملک کے سپیشل افراد کو بھی دنیا کی ترقی، بہتری اور اپنے آپ کو ثابت

کرنے کا موقع ملے۔ " سر انتھونی نے جوں ہی بات ختم کی تالیوں کی آواز سے ہال گونج اٹھا۔ سر انتھونی نے ہاتھ بلند کر کے سب کو روکا اور یکلخت خاموشی چھا گئی۔ حاضرین کی پر اشتیاق نظریں سر انتھونی پہ جمی ہوئی تھیں، کیونکہ سب نے سن رکھا تھا کہ سر انتھونی یہاں ایک متوسط درجے کی یونیورسٹی بھی کھولنے والے تھے جس کی مکمل فنڈنگ (GOG)نے کرنی تھی اور یقیناً یہ سپیشل افراد کے لئے بہت بڑا تحفہ ہوتا۔

"میں یہ اعلان کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتا ہوں کہ یہاں پہ سپیشل ایجوکیشن کی ایک یونیورسٹی کھلے گی جس کی تعمیر کا کام پہلے ہی شروع ہو چکا ہے اور بہت جلد عملی طور پہ اپنا کام شروع کر دے گی۔" سر انتھونی نے مسکراتے ہوئے اشاروں میں سمجھایا تو دوبارہ تالیوں کی بارش ہو گئی اور بڑھتی ہی چلی گئی، ایسا لگ رہا تھا جیسے لوگ تالیوں کی گونج سے ہال کی چھت اڑا دینا چاہتے ہوں لیکن اس بار سامعین نے مناسب وقت پہ خود ہی تالیاں روک دیں۔

ان کی سماعتیں پھر اس ٹرانسلیٹر کی آواز پہ مرکوز ہوئیں اور سپیشل افراد کی نظریں سر انتھونی پہ جمی ہوئی تھیں، ان کے چہروں پہ خوشی کے

تاثرات دیکھنے لائق تھے مگر کافی دیر تک جب سر انتھونی نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی تو سب نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنا شروع کیا اور یکدم خاموش ہال میں کانا پھوسیوں کی بھیں بھیں شروع ہوئی، ادھر سٹیج پہ کھڑی لڑکی حیرت سے سر انتھونی کی طرف دیکھ رہی تھی جو کہ اپنی جگہ پتھر کی طرح جمے ہوئے تھے۔ سٹیج کے سامنے پہلی قطار میں سے کسی نے اسے اشارہ کیا تو وہ سر انتھونی کے قریب گئی اور سر انتھونی کا نام پکارا، اگلے لمحے اسے اپنی حماقت کا احساس ہوا کہ سر انتھونی تو سن نہیں سکتے، وہ جھجکتی ہوئی ڈائس کے سامنے گئی اور کچھ اشارے کئے مگر سر انتھونی کی آنکھوں میں کوئی حرکت نہ ہوئی۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر سر انتھونی کا ہاتھ چھوا تب بھی انہوں نے کوئی جواب نہ دیا، اس نے ایک طرف ہو کر سر انتھونی کا کندھا ہلانے کے لئے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ ہال ٹھائیں کی آواز سے گونج اٹھا۔ فائر کی آواز کے ساتھ ہی ہال میں ہڑبونگ مچ گئی، اسی وقت دوسرا فائر ہوا اور چیخ و پکار کے ساتھ لوگ خارجی دروازے کی طرف بڑھتے چلے گئے، تھوڑی دیر پہلے جس کمیونٹی میں نظم و ضبط نظر آرہا تھا وہ جیسے ہر قسم کے ڈسپلن سے نابلد ہو

گئی تھی اور دھکم پیل میں لوگوں کو گراتے، اوپر سے گزرتے ہال سے نکلتی چلی گئی۔

سر انتھونی کا جسم ڈائس کے ساتھ سٹیج پہ ساکت پڑا ہوا تھا۔ ان کا ہاتھ سینے پہ رکھا ہوا تھا جیسے پیار، احترام اور اپنائیت کا جذبہ ظاہر کرنے کے لئے عام طور پہ لوگ رکھتے ہیں۔ ہوٹل انتظامیہ نے فوری طور پہ پولیس اور ریسکیو کو کال کرنے میں مصروف ہوگئی تھی جبکہ ہال کے آس پاس ہوٹل کے سیکورٹی گارڈز آ کھڑے ہوئے تھے۔

*

ساحر کی کار مناسب رفتار پہ روشن پیلس کی طرف بڑھتی جا رہی تھی۔ ہیڈ کوارٹر کو یہی نام دیا تھا۔ گرین گارڈز کے چیف لارڈ نے اسے ملاقات کے لئے بلایا تھا۔ چیف نے اسے ملاقات کی کوئی وجہ نہیں

بتائی تھی مگر ساحر کو اندازہ تھا کہ کس حوالے سے بات ہو گی۔ ظاہر ہے ان تین دوستوں کے درمیان جو منصوبہ طے پایا تھا کہ گرین گارڈز کے نام سے وہ ایک تنظیم بنا کر ملک و قوم کی خدمت کریں گے، انصاف، سلامتی

اور امن کے لئے کام کریں گے، اس میں ایک نیا موڑ "لارڈ" آ گیا تھا جس نے گرین گارڈز کی باگ ڈور سنبھال لی تھی۔

ایک وقت تھا جب ساحر عام طالبعلم تھا مگر جب اس کی زندگی کو ایک مقصد ملا اس پل سے اس کا ہر وہ شوق اور سرگرمی، جو اس کا وقت ضائع کر سکتی تھی اس نے ترک کر دی۔ اس نے سیکرٹ ایجنٹ بننے کا ارادہ سب سے پہلے اپنے والد حشمت گردیزی کو بتایا، جہاں سے مثبت جواب ملنے پہ اس نے نجی طور پہ مارشل آرٹس، نشانہ بازی، آرگنائزڈ کرائم کے کیسز کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پڑھنا اور اپنے طور پہ حل کرنے کا کام شروع کیا۔ انجینئرنگ کے ساتھ ساتھ اس نے کرمنالوجی کو بھی اپنے لسٹ میں شامل کیا اور عملی تربیت کے لئے ایک الگ ہی قسم کا رستہ چُنا۔

اس کے کیئریر کی شروعات پولیس کے محکمے میں بھرتی ہونے سے شروع ہوئی جہاں اس نے دو سال گزارے اور ان دو سالوں میں اس نے ملزم سے مجرم، بے گناہ سے گناہ گار، جیب کترے سے قاتل، بھکاری سے منشیات ڈیلر بنتے یا بنائے جاتے ہوئے لاکھوں نہیں تو سینکڑوں لوگوں کو دیکھا۔ اس نے قانون کا انصاف بھی دیکھا اور انصاف کے متوالوں کو بھی دیکھا مگر وہ اپنے حدف سے نہ ہٹا۔ دو سال کے بعد اس کا اگلا پڑاؤ

آرمی میں ٹھہرا۔ جہاں وہ میجر رینک تک گیا، اس نے سپیشل سیکشن کی ٹریننگ بھی اپنے حدف کی خاطر لی. آرمی میں چار سال گزارنے کے بعد اسے اچانک حادثاتی طور پہ "سات جانباز" میں شامل کرتے ہوئے ایک انتہائی خفیہ مشن پہ بھیجا گیا، اسے صرف ایک ہی مشن کے لئے اس میں لیا گیا تھا مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اپنوں کی سازش کی وجہ سے سات جانباز، جان سے گئ اور ساحر کے علم کے مطابق سات جانباز اسی مشن میں ختم ہو گئی سوائے نمبر ون (سپارک)، ساحر کا یہ اندازہ تھا کہ وہی نمبر ون اب لارڈ ہے مگر ابھی تک اس پہ یہ بات صاف انداز میں عیاں نہیں ہوئی تھی۔ سات جانباز کا دوسرا زندہ بچ جانے والا ممبر ساحر خود تھا، جسے سات جانباز میں نمبر تھری کی حیثیت حاصل تھی اور یہ بات ساحر اور سپارک کے علاوہ ظاہری طور پہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ ساحر یہ بھی جانتا تھا کہ سات جانباز ختم نہیں کی گئی ورنہ اسے کسی نہ کسی طرح اطلاع مل ہی جاتی، اسی وجہ سے وہ آج تک کھل کر جرم کے خلاف ڈٹا رہا اور کسی مقام پہ بھی اسے یہ خوف نہ تھا کہ وہ قانون کی گرفت میں آئے گا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اس کے پاس سات جانباز کی سرکاری حیثیت کا ثبوت موجود تھا جس کے تحت وہ ملک کے اندر یا باہر، ملکی سالمیت کے لئے جس

طرح مرضی کام کر سکتا تھا لیکن ابھی تک ایسی نوبت بھی نہ آئی تھی کہ کہیں اس کا سامنا قانون کے رکھوالوں سے ہوا ہو۔

ساحر کا مزاج, تیز حسِ مزاح، حاضر جوابی اور انتہائی سنجیدہ و سخت طبیعت کا مرکب تھا مگر سات جانباز ختم ہونے کے بعد، نجانے اس کیس میں ایسا کیا ہوا کہ ساحر کی شخصیت یا مزاج کے بہت سے رنگ نکل آئے۔ کب کونسا مزاج کمانڈ کر لے، کوئی کچھ نہ کہہ سکتا تھا، لیکن ساحر اس حوالے سے خوش قسمت تھا یا طاقتور ذہن کا مالک تھا کہ مزاج جیسا بھی ہوتا، مزاج کو کنٹرول ساحر ہی کرتا تھا نہ کہ اس کا مزاج اس کے دماغ کو۔ اس وقت وہ انتہائی سنجیدہ نظر آرہا تھا حتیٰ کہ اس کا لباس بھی اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ وہ ضرورت سے زیادہ ہی سادہ اور ڈیسنٹ قسم کا نوجوان ہے، اور اس گواہی پہ مہر لگانے کے لئے اس کی شرٹ کے کالر کا اوپری بٹن ہی کافی تھا جو کہ بند تھا۔، معلوم نہیں کہ لارڈ کے بلاوے کی وجہ سے یا پھر ویسے ہی اس کا مزاج آج کل بدلا ہوا تھا۔

روشن پیلس کے سامنے گاڑی روک کر اس نے مخصوص انداز میں ہارن بجایا تو پھاٹک کی چھوٹی کھڑکی کھلی اور ایک شکل نظر آئی جو ساحر کی گاڑی کو پہچانتے ہی اندر گم ہو گئی، اگلے لمحے بڑا گیٹ کھلتا گیا اور ساحر گاڑی اندر

بڑھا لے گیا۔ گاڑی کو پورچ میں چھوڑ کر وہ راہداری میں داخل ہوا اور آگے بڑھتا گیا۔ میٹنگ روم میں داخل ہوا، سامنے بڑی سے میز تھی جس کے ارد گرد چھ اور ایک طرف مرکزی کرسی موجود تھی۔ وہ مرکزی کرسی سے ذراہٹ کر ایک کرسی پہ بیٹھ گیا۔ اس نے گھڑی پہ نظر ڈالی تو وہ ٹھیک وقت پہ ہی پہنچا تھا اسی وقت کمرے کا دروازہ کھلا تو ساحر چونک کر کھڑا ہوا۔ دروازے سے لارڈ اپنے مخصوص لباس اور سیاہ نقاب میں ملبوس کمرے میں داخل ہوا اور باوقار انداز میں مرکزی کرسی کی طرف بڑھتا گیا۔

"السلام علیکم۔" لارڈ نے نرم لہجے میں سلام میں پہل کی۔

"وعلیکم السلام چیف۔" ساحر نے احترام بھرے انداز میں سلام کا جواب دیا، اسے چیف کا یہ انداز پسند آیا تھا۔

"بیٹھو۔" لارڈ نے اپنی نشست سنبھالتے ہوئے کہا تو ساحر شکریہ کہتے ہوئے اپنی نشست پہ بیٹھا۔

"مسٹر گردیزی۔ میں تمہاری ہسٹری اچھی طرح جانتا ہوں، میں جانتا ہوں کہ دراصل گرین گارڈز کا آئیڈیا تمہارا ہی ہے، تم نے باقی دوستوں کی اس آئیڈیا کے حساب سے ذہن سازی کی اور انہیں اپنا ہم خیال بنایا۔

آج تمہیں صرف اسی بات کی وجہ سے بلایا گیا ہے۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے، اگر آئیڈیا تمہارا یا تمہارے دوستوں کا ہے تو لازمی بات ہے کہ تم تینوں، بلکہ تم چاروں میں سے ہی کوئی چیف بننا چاہتا ہو گا۔" لارڈ خلافِ توقع بہت نرم اور دوستانہ انداز میں بات کر رہا تھا۔

"چاروں۔ کیا مطلب ہے آپ کا چیف؟ ہم تو تین ہیں۔" ساحر نے چونک کر پوچھا۔

"جلد یا بدیر، چوتھے کو شامل کرنا پڑ جائے گا۔" لارڈ نے دوبارہ کہا۔

"اگر آپ چنگیزی کی بات کر رہے ہیں تو بہت مشکل ہے، اسے سنبھالنا سب کے بس کی بات نہیں، وہ سر درد ہونے کے ساتھ ساتھ وحشی بھی ہے." ساحر نے کھل کر بات کی۔

"یہ بات میں تسلیم کرتا ہوں کہ سب کے بس کی بات واقعی نہیں ہے مگر ساحر گردیزی بہت آسانی سے یہ کام کر سکتا ہے اور میرا بھی یہی خیال تھا کہ تم نے آج تک اسی وجہ سے اپنے چوتھے دوست کو ساتھ شامل نہیں کیا۔" چیف نے کہا۔

"یس چیف۔ یہی وجہ ہے۔" ساحر نے جواب دیا۔

"جب تم لوگوں کی بات کرنل وجاہت نے سرکاری عہدیدران تک پہنچائی تھی تبھی سے میں تم لوگوں کے ساتھ ساتھ ہوں تاکہ تم لوگوں کو پرکھ سکوں اور وقت پڑنے پہ مدد کر سکوں۔ اس سلسلے میں کافی بار میں تم لوگوں کے بہت قریب رہ چکا ہوں۔ کرنل وجاہت کے ساتھ بھی میرا کافی وقت گزرا ہے تاکہ تمہارے دوستوں کو جانچ سکوں اور یہ جانچ سکوں کہ کیا تم لوگ واقعی ٹیم کے طور پہ کام کر سکتے ہو یا نہیں۔" چیف نے شاید اپنی طرف سے انکشاف کیا۔

"یس چیف۔ مجھ تک یہ بات بارہا پہنچی ہے کہ ہم تینوں کے علاوہ بھی کوئی چوتھا ایشیائی ہمارے ہی کیس پہ کام کر رہا ہے، اور میں جانتا تھا کہ وہ چنگیزی نہیں ہو سکتا کیونکہ اسے میں نے کبھی اس میں شامل نہیں کیا۔ لہذا میں جلد ہی سمجھ گیا تھا کہ چوتھا شخص کون ہو سکتا ہے۔" ساحر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"تمہاری چھٹی حس کا میں بھی مداح ہوں جو تمہیں قبل از وقت بہت کچھ سمجھا دیتی ہے اور تم منصوبہ سازی میں بہت تیز ہو۔ میں خوش ہوں کہ تمہاری صلاحیتیں ملک کے کام آ رہی ہیں۔ خیر، اب جو

سب سے اہم بات ہے وہ ہے تنظیم کا ڈھانچہ۔ مجھے ذاتی طور پہ کسی بھی تنظیم کا سربراہ بننے میں کوئی دلچسپی نہیں، میرا ماننا ہے کہ جو نیک نیت ہو وہ اکیلے بھی بہت کچھ کر سکتا ہے۔ اس لئے صاف اور کھری بات کروں گا، جب تم لوگوں میں سے کوئی اس قابل نظر آیا تو میں اسے چیف بنا کر خود پیچھے ہٹ جاؤں گا مگر تب تک۔ تب تک میں چاہوں گا کہ تم لوگ صرف ملک کو سامنے رکھو اور کام کرو۔"

"یس چیف۔ آپ کو ہم سے کوئی شکایت نہ ہو گی۔" ساحر نے جواب دیا۔

"اب آتے ہیں دوسری طرف۔ کوئی بھی تنظیم، جیسا کہ ہم شروع کر چکے ہیں، وقت کے ساتھ ساتھ کچھ نہ کچھ پھیل جاتی ہے، لہذا بر وقت اس کا بنیادی ڈھانچہ مرتب کر لیا جائے تو زیادہ موثر انداز میں کام چل سکتا ہے،، میں چاہتا ہوں کہ یہ کام ہم دونوں مل کر ایک ٹیم کی طرح کریں۔ تمہارے ذہن میں ضرور تنظیم کے پھیلاؤ اور اس کو مربوط رکھنے کا پلان ہو گا، میں چاہتا ہوں کہ جس کا یہ آئیڈیا ہے وہی اس پہ کھل کر کام کرے۔" لارڈ نے کہا۔

چیف کی بات سن کر ساحر حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا، اس کے سامنے وہ شخص تھا جس کے ہاتھ میں فیصلہ کرنے، اسے لاگو کرنے کا

مکمل اختیار تھا پھر بھی وہ ساحر کو موقع دے رہا تھا کہ ساحر اپنی مرضی سے تنظیم کا ڈھانچہ ترتیب دے۔

"اس میں حیران ہونے والی کوئی بات نہیں۔ یہ تمہارا حق ہے۔" لارڈ اس کی نظروں میں حیرت دیکھ کر بولا۔

یہ اس کی اعلی ظرفی یا ہیرا شناسی تھی کہ وہ ساحر کے ساتھ چیف۔ ممبر کے طور پہ چلنے کی بجائے ایک بہتر رشتہ استوار کر رہا تھا۔ ساحر جانتا تھا کہ لارڈ یہ سب کچھ انفرادی سطح پہ کر گزرنے کا اہل ہے، ویسے بھی وہ ان لوگوں کے ساتھ مل کر کام کرتے ہوئے پہلے ہی مشن میں ساحر کی دل میں جگہ بنا چکا تھا۔

"کیا میں کھل کر بات کر سکتا ہوں؟۔ اگر اسے پروٹوکول کے خلاف نہ سمجھا جائے تو۔" ساحر نے میز پہ جھکتے ہوئے پوچھا۔ اس کی آواز میں بلا کا اعتماد تھا۔

"یس...."

"آپ مجھے کب سے جانتے ہیں؟۔" ساحر نے پوچھا۔

"جب تم سات جانباز میں شامل ہوئے، تب سے۔" لارڈ نے کہا۔

چیف کا جواب سُن کر کچھ دیر کے لئے خاموشی چھاگئی، ساحر سر جھکائے بیٹھا تھا، اور اس کا ذہن قلابازیاں کھا رہا تھا۔ کہتے ہیں کہ مرنے والے کی آنکھوں کے سامنے اس کی گزری ہوئی زندگی پل بھر میں گزرتی ہے، ایسا ہی ساحر کے ساتھ ہوا، وہ مر تو نہیں رہا تھا مگر لارڈ جتنی بار اس کے سامنے آیا تھا وہ سب لمحات فلیش بیک کی طرح اس کے ذہن میں چمکے اور کچھ لمحوں کے بعد اس نے سر اٹھایا۔

"تو میرا انداز درست تھا، آپ سات جانباز کے لیڈر. نمبر ون ہیں۔" وہ سوال نہیں پوچھ رہا تھا، وہ جیسے لارڈ کو بتا رہا تھا۔

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تمہاری ذہانت سے متاثر ہوں. مجھے یہ جان کر حیرت نہیں ہوئی کہ تم مجھے پہچانتے ہو حالانکہ جب تم دشمن کی جیل میں زندگی کی آخری حد کو چھو رہے تھے اور زخموں سے چوُر چوُر تھے تب محض چند لمحوں کے لئے میں تمہارے سامنے آیا تھا اور ہمارے درمیان چند ایک جملوں کا تبادلہ ہوا تھا۔" لارڈ نے کہا تو ساحر کے چہرے پہ پہلی بار مسکراہٹ ابھری۔

"آپ مجھے پہلے سے جانتے ہیں، اسی وجہ سے یہ اعتماد جو مجھ سے کھل کر بات کی جا رہی ہے۔" ساحر نے کہا۔

"ہاں، اور آئندہ ایسا بہت کم ہوا کرے گا۔ میں تمہاری صلاحیتوں کو جانتا اور مانتا ہوں اور اسی وجہ ہم ایک ٹیم میں بھی ہیں۔" لارڈ نے کہا۔

"میرا خیال سے تنظیم کو موثر انداز میں چلانے کے لئے سیکشن بنا دینے چاہییں۔" ساحر نے پر خیال انداز میں کہا۔

"میں سن رہا ہوں۔" لارڈ نے اس بولنے کا موقع دیتے ہوئے کہا۔

"ممبرز کی تعداد کو دیکھتے ہوئے ہی انہیں سیکشنز میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، عملی طور پہ کام کرنے والے سیکشنز کے علاوہ بھی لوگوں کی ضرورت ہو گی، مثلاََ مشن کے دوران رہائش گاہ، ٹرانسپورٹ وغیرہ کے انتظام کے لئے اور اس سے بھی اہم ایک سیکشن ہے۔" ساحر سنجیدگی سے بولے جا رہا تھا۔

"ریکی اور انفارمیشن ڈیسک۔" لارڈ نے کہا تو ساحر نے اثبات میں

سر ہلایا۔

"میرا ذاتی خیال ہے کہ ایجنٹس کو کسی نہ کسی ذاتی کاروبار سے وابستہ رہنا چاہئے، اور کاروبار کی آمدنی بھی تنظیمی مقاصد کے لئے استعمال ہونی چاہیے۔" ساحر نے ایک الگ ہی بات سامنے رکھی۔

"اس کی وجہ ؟۔"

"ایک تو ایجنٹس کو کوَر مل جائے گا، دوسرا وہ فارغ نہیں رہیں گے، تیسرا عام لوگوں تک رسائی بھی آسان ہو گی۔ کچھ ایسے کاروبار ہیں جن سے منسلک ہونے سے تنظیم کو ویسے بھی فائدہ ہو سکتا ہے، لوگوں کی نگرانی ہو سکتی ہے، ان کا ڈیٹا مل سکتا ہے اور پھر جب ضرورت ہو کسی اسسٹنٹ کو کچھ دنوں کے لئے کاروبار سونپ کر ایجنٹ مشن پہ جا سکتا ہے۔ ایسی ایجنسیوں میں جو لوگ آتے ہیں وہ سراسر ملک کی خدمت کے لئے آتے ہیں، ان کی اولین ترجیح ملک ہوتا ہے لہذا اپنی ضروریات زندگی کو وہ اپنی تنخواہوں اور الاؤنس وغیرہ سے پورا کر لیتے ہیں لہذا فارغ وقت میں کئے گئے بزنس سے آنے والی آمدن گرین گارڈز کے کام آسکتی ہے جس سے حکومتی خزانے پہ پڑنے والا خرچ بھی کم ہو جائے گا۔"

"اچھا آئیڈیا ہے۔ تنظیم کے لئے ممبرز میں چیک کر رہا ہوں، تمہیں لسٹ مل جائے گی۔ ان کو پرکھنا تمہارا کام ہے۔ اس کے علاوہ میں ایک اور عہدہ بھی بنا رہا ہوں۔" لارڈ نے کہا تو ساحر چونک گیا۔

چند لمحوں بعد، دو ذہین اور خطرناک افراد، سر جوڑے گرین گارڈز یا یوں کہیں کہ سبز آندھی کی بنیاد رکھنے میں جُٹ گئے۔

★

ایک چھوٹی جیپ تیزی سے سڑکوں پہ سے گزرتی جا رہی تھی جیسے سڑک پہ کوئی مائع ہو جس پر سے وہ جیپ پھسلتی جا رہی ہو۔ ڈرائیونگ سیٹ پہ ایک سمارٹ مگر صحتمند جسم کا مالک شخص موجود تھا جس کی آنکھوں میں سانپ کی سی چمک تھی۔ ٹھوڑی میں خفیف سے گڑھا اور فوجی طرز کی بالوں کی کٹنگ اس کی وجاہت میں قابلِ قدر اضافہ کر رہی تھی اور چہرے کی سنجیدگی سونے پہ سہاگے کا کام دے رہی تھی۔ اس کا نام یونگ تھا، قدو قامت میں وہ درمیانے قد کا تھا مگر دیکھنے میں ہی اس کے پھرتیلے پن کا اشارہ ملتا تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد جیپ ایک بڑی سے کوٹھی کے گیٹ میں داخل ہوئی، جیپ کو پورچ میں روک کر وہ اترا اور کوٹھی کی طرف بڑھا۔ اس نے سیاہ رنگ کا سوٹ پہن رکھا اور جیپ سے اترتے ہوئے سیاہ رنگ کا چشمہ بھی اس کی آنکھوں پہ پہنچ چکا تھا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا راہداری سے گزرتا ہوا لفٹ کے دروازے تک پہنچا اور لفٹ کے ذریعے تیسرے فلور پہ پہنچا۔

لفٹ سے نکل کر وہ راہداری کے آخری کونے میں پہنچا اور سامنے موجود بند دروازے کے ساتھ دیوار پہ نصب ایک بٹن دبایا۔ چند لمحوں میں دروازہ میکانکی انداز میں کھلتا گیا تو وہ اندر داخل ہوا۔ کمرہ بیڈ روم طرز پہ

سجایا گیا تھا مگر ایک طرف، کھڑکی کے پاس متوسط سائز کی میز اور اس کے پیچھے ریوالونگ چیئر موجود تھی جیسے کمرے کو آفس کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہو۔ میز پہ لیپ ٹاپ بھی موجود تھا۔ کھڑکی کے سامنے ایک نوجوان سگریٹ انگلیوں میں دبائے کھڑا تھا جس کی سرخ آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ کافی دیر روتا رہا ہے۔ اس نے یونگ کی طرف دیکھا تو یونگ نے اسے ادب سے جھکتے ہوئے سلام کیا۔

"پاپا کو قتل کیا گیا ہے، میں جانتا ہوں۔" اس نوجوان نے تیزی سے اشارے کرتے ہوئے کہا، اس کے منہ سے غصہ بھری عجیب و غریب آوازیں نکل رہی تھیں۔

"اسی کی رپورٹ دینے کے لئے حاضر ہوں ہوں پرنس۔ باس کو قتل ہی کیا گیا ہے مگر یہاں کی حکومت ابھی یہ بات سب پہ ظاہر نہیں کر رہی، میں نے اپنے ذرائع سے یہ راز معلوم کیا ہے. اور میرے خیال سے اس ملک میں اب آپ کی جان بھی خطرے میں ہو سکتی ہے۔" یونگ نے اشاروں میں جواب دیا۔

دونوں کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ دونوں گونگے ہیں۔

"تو ڈر کے مارے بھاگ جاؤں؟۔ پاپا کے قاتلوں کو سزا دیئے بغیر ایسا ممکن نہیں۔ میں بدلہ لے کر جاؤں گا چاہے مجھے اس ملک کی اینٹ سے اینٹ بجانی پڑے۔" نوجوان کا چہرہ غیض وغضب سے چمک رہا تھا۔

"سوری پرنس۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ پولیس اور باقی ادارے تفتیش میں لگ چکے ہیں، جلد ہی قاتل پکڑے جائیں گے. اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو میرا وعدہ ہے کہ باس کے قاتل آپ کے قدموں میں لاؤں گا۔" یونگ نے جواب دیا۔

"نہیں۔ جب تک یہ معمہ حل نہیں ہوتا میں اس ملک سے نہیں جاؤں گا، میں اپنی حفاظت کرنا جانتا ہوں، اگر تمہیں کوئی خوف ہے تو تمہیں اجازت ہے تم واپس جاسکتے ہو۔" اس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"میری جان آپ کے پاپا کی امانت ہے اور جب وہ نہیں رہے تو میں آپ کا غلام ہوں، میں اپنی زندگی میں آپ کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا چاہے میری جان چلی جائے، جیسا آپ چاہیں گے ویسا ہی ہو گا۔" نوارد نے کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ اس ملک کی پولیس وغیرہ کچھ نہ کر سکے گی۔" نوجوان کے چہرے پہ بے یقینی دیکھی جاسکتی تھی۔

"پھر آپ کیا چاہتے ہیں پرنس؟۔" یونگ نے جیسے اس کی اِس بات کا مقصد جان لیا ہو۔

"میں چاہتا ہوں کہ ہم خود قاتلوں کو سزا دیں۔" اس نے اشاروں میں کہا۔

"بہت بہتر۔ میں ابھی اس کام میں لگ جاتا ہوں، جیسے ہی قاتل ملیں گے میں آپ کو اطلاع کر دوں گا پرنس۔"

"مجھے پتہ ہے کہ اس قتل میں کون کون شامل ہے." نوجوان نے کہا تو یونگ کو حیرت بھرا جھٹکا لگا۔

"میں جانتا تھا کہ تمہیں اس بات سے بہت حیرت ہو گی مگر یہاں آنے سے پہلے پاپا نے مجھے متوقع خطرے کے بارے میں بتا دیا تھا اور وہ اپنے مزاج کی وجہ سے کسی بھی طرح کی سکیورٹی لینے سے انکاری تھے، اب ہمارا فرض ہے کہ ہم اس جرم کا بدلہ لیں۔ میں نے اپنے گروپ کو استعمال کرتے ہوئے ان ظالموں کی تصویریں اور باقی تفصیلات بھی نکلوا لی ہیں۔" نوجوان نے اس کے چہرے پہ اڈتی ہوئی حیرت دیکھ کر قدرے تفصیلی انداز میں بات سمجھائی۔

"میں سمجھ گیا پرنس۔ حکم فرمائیں۔" یونگ نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو سنو۔ اس سازش میں ملوث ہر شخص کو مرنا ہو گا اور جتنی جلدی یہ کام ہو گا، ہم یہاں سے نکل جائیں گے، ہمارا کام بس پاپا کے قتل کا بدلہ لینا ہے جس میں کسی بے گناہ کی جان یا مال کا کوئی نقصان نہیں ہونا چاہئے اور کیونکہ یہاں سے باعزت اور باحفاظت نکلنا بھی ہے لہذا ہمیں اس طرح کام کرنا ہے کہ کوئی ہمارے بارے میں مشکوک نہ ہو۔ تم دشمن کا صفایا کرو گے اور میں حکومت پہ زور دوں گا کہ وہ پاپا کے قاتلوں کو پکڑیں۔ جس طرف سے بھی کام جلدی ہو گیا ہمارے لئے ہی اچھا ہو گا اب باری آتی ہے کہ قاتل کون کون ہے۔" نوجوان نے اسے تفصیل سے سمجھایا اور پھر آخری بات پہ اسے میز کی طرف بلایا جس پہ ایک بند فائل موجود تھی، اس نے فائل کھولی۔

فائل میں مسکراتے چہروں پہ مبنی تصویریں تھیں جنہیں دیکھتے ہی یونگ کے چہرے پہ بھوکے بھیڑیے جیسی مسکراہٹ چمکی اور اس نے ہونٹوں پہ زبان پھیری۔

" اس فائل میں ان چار افراد کی لسٹ موجود ہے جو اس سازش میں شریک ہیں۔ تمہیں پاپا کے خون کا بدلہ لینا ہے۔ اس کے بعد پانچواں وہ شخص جس نے پاپا قتل کیا ہے۔ وہ بعد میں بتاؤں گا." پرنس نے ڈبڈباتی آنکھوں سے یونگ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں پرنس۔ میں ان سے ایسا بدلہ لوں گا کہ ان کی نسلیں بھی کانپ اٹھیں گی۔ " یونگ نے فائل اٹھاتے ہوئے جھک کر کہا اور دروازے کی طرف مڑ گیا۔

* * *

سیاہ رنگ کی کار مناسب رفتار پہ چلتی جا رہی تھی، اسٹیرنگ کبیر کے ہاتھ میں تھا جب کہ دوسری طرف جبران بیٹھا ہوا تھا، دونوں کہ بشرے ماحول کی سنجیدگی میں اضافہ کر رہے تھے۔

"عجیب صورتحال ہے، سر انتھونی جیسے شخص کا کون دشمن ہو سکتا ہے؟ اس کی تو بہت تعریف سنی ہے کہ بہت شریف سا آدمی ہے۔ ۔" جبران نے بے یقینی سے لبریز لہجے میں کہا، جیسے خود سے ہی سوال پوچھ رہا ہو۔

"ہونے کو تو اس دنیا میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔" کبیر نے سامنے نظریں جمائے ہوئے جواب دیا۔

"پھر بھی ۔ اور نصیب دیکھو۔ ہمارے ملک میں پہلے مسائل کم ہیں جو ایسے لوگ مرنے کے لئے یہاں پہنچ جاتے ہیں۔" جبران نے منہ بنایا۔

"مرنے کی جگہ پہ لوگ اپنی مرضی سے نہیں، خالق کی مرضی سے پہنچتے ہیں۔" کبیر نے کہا۔

"معلوم ہے مجھے بھی، تم شکر کرتے ہو کہ ساحر کی طرح فلسفی بننے کا موقع ملے۔" جبران نے منہ مزید ٹیڑھا کرتے ہوئے کہا۔

"اس جیسا تو نہیں بنا جا سکتا۔" کبیر اس بار مسکرایا۔

"وہ کیوں نہیں آیا؟۔" جبران نے چونک کر پوچھا جیسے پہلے یہ پوچھنا بھول گیا ہو۔

"میں نہیں جانتا، ویسے کافی دن ہوئے ملاقات ہوئے، مزاج بدلا ہوا ہو گا اور گھسا ہو گا اپنے مٹی کے گھر یا ورکشاب میں.... مجھے تو چیف نے کال کر کہا کہ ہوٹل جا کر پوچھ کچھ کرو۔" کبیر نے جواب دیا تو جبران نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ویسے سر انتھونی کا بیک گراؤنڈ کیا ہے؟۔" جبران نے پوچھا۔

"اس کی قومیت تو تم جانتے ہی ہو، گونگا تھا لیکن بہت ہی انرجی والا بندہ تھا، اس نے گونگے بہروں کے لئے بہت کام کیا ہے جیسے لیڈر اپنی غلام قوم کو آزاد کرانے کے لئے لڑتے ہیں ایسے ہی اس نے گونگے بہروں کا معیار زندگی بہتر کرنے کے لئے بہت محنت کی ہے۔ وہ ابتدائی تعلیم سے اعلی تعلیم اور پھر عملی تربیت سے عملی زندگی میں اتارنے تک اپنے طلبا

کی ہر قدم پہ مدد اور رہنمائی کرتا تھا اور پھر وہی طالبعلم بدلے میں اپنے جیسے افراد کو سپورٹ کرتے تھے اس طرح وہ گونگے بہرے افراد کو عملی طور پہ بہتر سے بہتر بنا کر معاشرے کو سنوار رہا تھا۔ "

کبیر نے تفصیل سے سر انتھونی کے کام کے بارے میں بتایا جسے سن کر جبران کے چہرے پہ تحسین بھرے تاثرات نظر آ رہے تھے۔

"ایسے لوگ اس دھرتی کے لئے سچ میں سرمایا ہوتے ہیں لیکن سماج دشمن عناصر بھی تو سانس نہیں لینے دیتے۔ "

جبران کے منہ سے لمبا سانس خارج ہوا جس کے لمبے پن میں شاید خواہش، امید اور افسوس کا ملغوبہ شامل تھا۔

"تم نے سوچا کہ کیا پوچھ گچھ کرنی ہے؟۔ " کبیر نے شاید موضوع بدلنے کے لئے سوال پوچھا۔

"ہاں۔ میرے خیال سے ہال کا جائزہ لیں گے اور حادثے کے وقت وہاں موجود رہنے والوں کی لسٹ ہی چیک ہو گی۔ " جبران نے کہا۔

"یہ قدرتی موت بھی تو ہو سکتی ہے؟۔ " کبیر نے پوچھا۔

"جب چیف شامل ہو چکا ہے تو قتل ہی ثابت ہو گا، ایک منٹ. چیف نے

بتایا نہیں تمہیں اس بارے میں کچھ؟۔" جبران نے الٹا اسی سے سوال پوچھ لیا۔

"نہیں، اور تمہیں معلوم ہے ہم پوچھ بھی نہیں سکتے۔ میڈیا پہ تو ویسے ہی بات ظاہر نہیں کی جائے گی۔" کبیر نے جواب دیا۔

"اور دو گولیاں چلنے کے باوجود سرانتھونی کو کوئی گولی نہیں لگی۔ پھر اصل بات تو پوسٹمارٹم سے ہی سامنے آئے گی۔" جبران نے کہا۔

"بالکل۔ پوسٹمارٹم کے بعد بھی ہم نے یہی کام کرنا تھا جو چیف نے پہلے ہمارے ذمے لگا دیا۔" کبیر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اسے کہتے ہیں Proactive ہونا۔" جبران بھی مسکرایا۔ اسی طرح باتیں کرتے ہوئے وہ تھوڑی دیر میں اس ہوٹل پہنچ گئے جہاں سرانتھونی کا خطاب تھا۔ کار پارکنگ میں روک کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے مینجر روم کی طرف بڑھ گئے، کبیر نے شیشے کے دروازے کے ہینڈل پہ دباؤ ڈالا اور دروازہ کھولتے ہوئے اندر داخل ہوا، جبران بھی اس کے پیچھے ہی تھا۔ مینیجر ایک کاروباری وضع والا شخص نظر آرہا تھا۔

"فرمایئے؟۔" اس نے مخصوص کاروباری لہجے میں پوچھا۔

"سپیشل انویسٹی گیشن ایجنسی۔" کبیر نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا اور کارڈ نکال کر سامنے میز پہ رکھا۔

مینجر نے آگے جھک کر کارڈ اٹھا کر دیکھا۔

"یس سر۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟۔" اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"ہمیں وہ ہال دیکھنا ہے جہاں سر انتھونی خطاب کر رہے تھے۔" کبیر نے کہا۔

"سر۔ پولیس اور انٹیلی جنس دو تین بار دیکھ چکی ہے۔" مینجر نے جواب دیا۔

"تو؟۔ ہمارے دیکھنے پہ پابندی لگ چکی ہے؟۔" کبیر نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"نن۔ نہیں سر۔ میں تو ویسے ہی بتا رہا تھا۔" مینجر گھبرا کر اٹھا اور میز کے پیچھے سے نکل کر دروازے کی طرف بڑھا۔

"آیئے سر۔ میں خود آپ کے ساتھ چلتا ہوں، حکومتی حکم کی وجہ سے اس ہال کی بکنگ بند کر دی گئی ہے اور جب تک دوبارہ حکم نہیں آتا تب تک وہ ہال خالی اور لاکڈ ہی رہے گا۔" مینجر نے کہا تو کبیر نے اثبات میں

سر ہلایا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک خوبصورت سجے ہوئے بڑے سے ہال میں پہنچے جہاں قطار در قطار کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔

"ہال میں آنے جانے والے تمام افراد کی لسٹ منگوائیں، ہم ساتھ لے جائیں گے۔ یاد رہے میں ہر آنے جانے والے کی لسٹ کہا ہے، صرف مہمانوں کی نہیں، جب سے ہال اس تقریب کے لئے سجایا یا تیار کیا جا رہا تھا تب سے آج آخری بندے کے وزٹ تک. ہر ملازم، مہمان، سٹاف ممبر اور حکومتی اداروں کے افراد تک. ہمیں بھی اس میں شامل کر لیں۔ اور ذرا جلدی۔" کبیر نے ہال میں داخل ہوتے ہی کہا تو مینجر سر ہلاتے ہوئے واپس مڑ گیا۔

"پہلے ہی کہہ دیتے اسے۔ دوسرا چکر لگوایا۔" جبران مسکرایا۔

"پہلے ہی کہہ دیتا تو لسٹ لے کر ہمارے ساتھ ہی آتا اور پھر ہمارے سروں پہ سوار رہتا، اب وہ لسٹ بنائے اور ہم آزادی سے کام کریں۔" کبیر بھی مسکرایا اور پھر وہ دونوں سٹیج کی طرف بڑھ گئے۔ ابھی وہ سٹیج تک نہیں پہنچے تھے کہ کبیر کے موبائل کی گھنٹی بجی، اس نے موبائل نکالا تو اس پہ کوئی نمبر بھی ظاہر نہیں ہو رہا تھا۔

"یس." اس نے کال ریسیو کی۔

"لارڈ سپیکنگ۔ سر انتھونی کا قتل ہوا ہے۔" دوسری طرف سے لارڈ کی سخت آواز سنائی دی اور اس نے سر انتھونی کے قتل کی تفصیل بتانی شروع کی، جسے سنتے ہوئے کبیر کا حیرت کے مارے منہ کھل گیا۔

"کیا ہوا؟۔" جبران جو اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا، کال بند ہوتے ہی پوچھا۔

"امید کے مطابق سر انتھونی کا قتل ہوا ہے، کیس سرکاری طور پہ ابھی ہمارے پاس نہیں آیا۔ تم اس کے طریقہ قتل کی کہانی سنو گی تو معلوم ہو گا کہ اس بار بہت ذہین دشمن سے پالا پڑا ہے۔" کبیر نے اسی انداز میں جواب دیا، وہ ابھی تک حیرت زدہ ہی نظر آرہا تھا۔

"تو بتاؤ نا." جبران نے بے صبری سے کہا تو کبیر نے تیزی سے بولتے ہوئے ساری تفصیل بتائی جو چیف نے اسے بتائی تھی، اور وہی ہوا جو کبیر نے کہا تھا۔ جبران کی بھی وہی حالت ہوئی جو تھوڑی دیر پہلے کبیر کی ہوئی تھی، مجرم واقعی بہت ایڈوانس اور ذہین تھے۔

ہال میں گولیاں محض دہشت پھیلانے کے لئے چلائی گئی تھیں، سر انتھونی کو مارنے کے لئے اور ہی طریقہ استعمال کیا گیا تھا، گولیاں چلتے ہی لوگوں

کی دھکم پیل میں شاید وہ لوگ بھی نکل گئے جنہوں نے سر انتھونی کے قتل کی واردات کو سرانجام دیا تھا۔ ملکی حالات ویسے ہی اندرونی و بیرونی خلفشار سے اٹے پڑے تھے اور اب سر انتھونی، ایک فرشتہ، ایسا شخص جو ناامیدوں کے لئے امید تھا، جو دوسروں کی زندگی سہل بنانے کے لئے اپنی زندگی وقف کر چکا تھا، اسے اس پاک سرزمین پہ قتل کرکے ملک کی شہ رگ کے گرد شکنجہ کسنے کی سازش کسی نے خوب رچی تھی۔ سمجھنے والے سمجھ سکتے تھے کہ اب حالات خراب ہونے والے ہیں۔

* * *

رات آہستہ آہستہ گہری ہوتی جارہی تھی جس سے خنکی بھی قدرے بڑھ گئی تھی۔ اندھیرا ہر شے کی رگ رگ میں گھسا ہوا تھا جس وجہ سے قبرستان سا سناٹا تھا۔ اس نے پھرتی سے دیوار پھلانگی اور وہیں دبک رہا۔ اس کے کودنے کی آواز کے ساتھ ہی کتوں کے بھونکنے کی آواز سنائی دی مگر جلد ہی وہ آواز خاموشی میں گم ہوتی گئی، شاید کتوں کو سنبھالنے کے لئے وہ کسی کو تعینات کرکے آیا تھا۔

کتے تو خاموش ہوگئے مگر ہلچل ضرور مچ گئی، یکلخت ہی اس سنسان عمارت میں زندگی نے کروٹ لی اور روشنی سے بھر گئی، اسے دور روشنی میں مختلف سمتوں میں جاتے ہوئے سائے نظر آئے۔ اس تک پہنچتے پہنچتے روشنی دم توڑتی نظر آتی تھی مگر اس کم روشنی میں بھی اس کی چمکتی ہوئی آنکھیں نقاب کے سوراخوں سے بہت خوفناک نظر آرہی تھیں۔ اس نے ایک بار ماحول کا بھرپور جائزہ لیا اور پھر دیوار کے ساتھ لگے کھجور کے درختوں کا سہارا لیتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ ایک تو وہاں اتنی روشنی نہ تھی، پھر اس سمت کوئی آیا بھی نہیں تھا، جس کی وجہ سے ایک درخت سے دوسرے درخت تک کا فاصلہ طے کرنے میں اسے کوئی خاص چالاکی

دکھانے کی بجائے صرف چند لمحے رک کر اطراف کا جائزہ ہی لینا پڑتا تھا۔ وہ جلد ہی چھوٹا سا چکر لگا کر عمارت کے عقب میں، جہاں سے بیرونی دیوار کا فاصلہ نسبتاً کم تھا، وہاں پہنچ کر تھم گیا اور روشنی میں گھومتے سائے دیکھنے لگا جو اس کے عقب میں پہنچنے سے پہلے ہی عقبی طرف کا جائزہ لے کر گئے تھے۔

اچانک ہی ہلچل ہڑبونگ میں بدل گئی، شاید دیر سے ہی سہی مگر وہ خاموش کرائے گئے کتوں تک پہنچ چکے تھے اور ہڑبونگ سے محسوس ہوتا تھا کہ کتوں کو ہمیشہ کے لئے ہی چپ کروایا گیا تھا۔ لیکن چند ہی لمحوں میں وہ سائے لہراتے ہوئے زمین کی جانب لپکے اور انہیں گرتے دیکھ کر عقبی سمت پہ موجود وہ شخص اٹھا اور جھکتے ہوئے عمارت کی جانب بڑھنے لگا۔

اس کے چھپے ہوئے ساتھیوں نے پہلے کتوں کا شکار کھیلا اور پھر جیسے ہی عمارت سے نکلنے والے لوگ ان کتوں کے پاس جمع ہوئے انہوں نے سنبھلنے سے پہلے ہی ان لوگوں کو ڈھیر کر دیا، انہوں نے بہت خوبصورتی سے جال بُنا تھا کہ سکیورٹی کے افراد کتوں کو چیک کرنے ضرور آئیں گے اور اسی جگہ پہ بیٹھ کر شکاری کی طرح انہوں نے شکار کا انتظار کیا۔

اُدھر عقبی طرف سے پیش قدمی کرنے والا اب عمارت کی دیوار سے چپکا ہوا عمارت کے سامنے کی جانب بڑھ رہا تھا، تھوڑی دیر بعد جب اس کا جسم ایک بڑے سے پائپ سے ٹکرایا تو وہ رک گیا، پھر اسی پائپ کے ذریعے اس نے اوپر چڑھنا شروع کیا، پہلے فلور کی ایک اندھیری کھڑکی کے سامنے رکا اور پاؤں سے اس پہ ہلکا سا دباؤ ڈالا تو کھڑکی بے آواز انداز میں کھلتی گئی۔ اس نے بایاں پاؤں بڑھا کر کھڑکی میں ٹکایا اور بایاں ہاتھ کھڑکی کے اوپری کونے میں جما کر جسم کو جھٹکا دیا اور اگلے لمحے وہ کھڑکی میں بیٹھا تھا۔ اب وقفے وقفے سے اس کی ناک سے ہلکی ہلکی شوں شوں کی آواز سنائی دے رہی تھی جیسے وہ کچھ سونگنے کی کوشش کر رہا ہو۔ کچھ دیر کی اس مشق کے بعد وہ آہستگی سے کھڑکی سے کمرے میں اترا اور دبے پاؤں پیچھے ہٹتے ہوئے دیوار سے لگا پھر اس نے گن گن کر قدم بڑھائے اور دس قدم پہ پہنچ کر رکا، اس نے اندھیرے میں ہی ہاتھ بڑھایا، اس کا ہاتھ ایک میز سے ٹکرایا جسے ٹٹولتے ہوئے اس کے ہاتھ میں ایک کاغذ آیا، اس نے کاغذ کو تیزی سے پکڑا اور دستانہ اتار کر اس پہ انگلی پھیرنے لگا، اس کی انگلیوں کے نیچے ابھرے ہوئے الفاظ سے محسوس ہو رہے تھے۔ جب اس کی انگلیوں نے کاغذ کا مکمل معائنہ کر لیا تو کاغذ کو موڑ کر اس نے جیب میں ڈالا، ہاتھ پہ دستانہ دوبارہ پہنا اور قدم گنتے ہوئے آگے

بڑھا، مخصوص مقام پہ پہنچ کر رکتے ہوئے ہاتھ آگے بڑھایا اور ہاتھ میں آنے والے ہینڈل کر گھما کر دروازہ تھوڑا سا کھولا۔ دروازہ کھولنے کے بعد اس نے درز میں سے باہر جھانکا، باہر مکمل خاموشی تھی اور ہلکی طاقت کے بلب کی روشنی میں راہداری خالی نظر آ رہی تھی۔ وہ سانپ کی سی تیزی اور خاموشی کے ساتھ کمرے سے نکل کر دیوار سے چپکا اور یوں چپکے ہوئے آگے بڑھتا اور کمرے گنتا گیا۔ اسی طرح اس نے تقریباً آدھی راہداری تو گزار دی تھی تب اس کا مطلوبہ کمرہ سامنے آیا جس کے سامنے وہ رک گیا۔

کمرے کا درازہ اندر سے بند تھا۔ اس نے دروازے پہ مخصوص انداز میں دستک دی تو دروازہ میں ایک چھوٹا سا نمبر کی پیڈ نظر آیا۔ اس کی انگلیوں کی key pad پہ تیزی سی حرکت ظاہر کرتی تھی کہ وہ کوڈز پہلے سے جانتا ہے۔ کوڈ لگانے کے بعد وہ رک گیا اور پانچ سے سات سیکنڈز کے بعد بے آواز طریقے سے دروازہ ایک دیوار میں گھستا چلا گیا، اس نے قدم بڑھائے اور ایک ساؤنڈ پروف، مسہری کے سے سجے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔

سامنے بڑے سے بیڈ پہ دو وجود نظر آئے، ہلکی طاقت کا لیمپ روشن تھا جس کی روشنی میں دیکھتے ہوئے وہ بیڈ پہ موجود مرد کی جانب بڑھا۔ سائیڈ دیوار پہ موجود سوئچ پینل سے بٹن دبا کر اس نے کمرے کو روشن کیا۔ کمرے میں روشنی ہوتے ہی دوسری طرف لیٹی لڑکی کی آنکھ کھل گئی، اس نظریں گھما کر دیکھا اور نقاب پوش کو کمرے میں موجود پا کر تیزی سے اٹھی، بیڈ پہ موجود چادر کو کھینچ کر جسم کے گرد لپیٹا اور بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

"بہت دیر کر دی تم نے۔ اسے شراب پلا کر منصوبے کے مطابق مدہوش ہی رکھا ہوا ہے۔ بے فکر رہو۔" لڑکی نے سائیڈ ٹیبل پہ موجود سگریٹ کیس میں سے ایک سگریٹ نکال کر سلگا کر ہونٹوں میں دباتے ہوئے بڑے سٹائل سے ہاتھ ہلاتے ہوئے نقاب پوش سے کہا۔ جواب میں نقاب پوش نے صرف اثبات میں سر ہلانے پہ ہی اکتفا کیا۔

"جلدی کام ختم کرو اب." اس نے شوخ لہجے میں نقاب پوش سے کہا۔ نقاب پوش نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جیب میں ہاتھ ڈالا اور سائلنسر لگا پسٹل نکال کر اس کا رخ بیڈ پہ موجود شخص کی جانب کیا اور ٹریگر دبا دیا اور پھر ٹریگر دباتا ہی گیا، عارضی موت سویا ہوا اُس شخص

کا جسم خاموشی کے ساتھ ہی دو تین بار جھٹکے کھا کر ساکت ہوتا گیا، پہلی گولی اس کے دل میں ترازو ہوئی تھی جس نے اس کے ہونٹوں کو حرکت کرنے سے معذور کر دیا تھا اور اس کے بعد چار گولیاں مزید چلیں جو اس کے جسم میں اپنی جگہ بناتی گئیں۔

نقاب پوش نے پسٹل جیب میں رکھا اور تیزی سے مردہ جسم کے پاس پہنچا، اس کے نیم برہنہ جسم سے چادر کھینچ کر الگ کی، اپنی بازو سے شرٹ پیچھے اڑس کر بازو پہ بندھا لمبا سا خنجر، چمڑے کے کَور سے نکالا، پھر دونوں بازوؤں کی آستینیں اوپر چڑھا کر لاش کے پاس پہنچا۔

"تم جانور ہو." لڑکی نے منہ بناتے ہوئے سگریٹ ایش ٹرے میں بجھائی اور چادر کو دور پھینک کر واش روم کی طرف چل دی۔ نقاب پوش نے اس کی طرف نظر بھی نہ اٹھائی بلکہ اس نے خنجر لاش کی ایک آنکھ میں گھسایا اور چیر پھاڑ میں مصروف ہو گیا۔ تقریباً دس منٹ بعد وہ لڑکی تولیے میں لپٹی واش روم سے باہر نکلی اور ٹھٹک کر رک گئی۔

"کک۔ کیا مطلب؟." اس نے ہکلاتے ہوئے پوچھا، اس کی چہرے کی

رنگت بدلتی گئی اور دل کی دھڑکن یکلخت بڑھ گئی، اسے یوں لگا جیسے دل اچھل اچھل کر حلق سے ٹکرا رہا ہو۔ سامنے نقاب پوش اس پہ پسٹل تانے کھڑا تھا۔

"مم.م.میں نے تو....." سٹک کی آواز کے ساتھ ہی لڑکی کا جسم پچھلی دیوار سے ٹکرایا اور سینے پہ گولی کھا کر محض ایک بار تڑپی اور اس کی آنکھیں بے نور ہوتی گئیں۔

* * *

یہ شہر کے مشرقی بلاک کے پولیس اسٹیشن کی نئی نویلی عمارت تھی جس میں چہل پہل دیکھنے لائق تھی۔ ہر پاپی پوجا پاٹ کے لئے وہاں ضرور آتا تھا جبکہ عام لوگ بھی عموماً درشن کرنے یا چڑھاوا چڑھانے آتے رہتے تھے، جہاں یہ سب چلتا تھا وہیں ایسے لوگ بھی موجود تھے جو جان ہتھیلی پہ رکھ کر دن رات ایک کر کے، شہر کے باسیوں کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔

اس کی نظریں سامنے پڑے اخبار پہ جمی تھیں وہ افسرانہ کرسی پہ جما ہوا تھا۔ چہرے پہ دُمدار مونچھیں، آنکھوں میں سرخی، بالوں کو جیسے گوند سے پیچھے کی طرف چپکایا گیا تھا۔ کبھی کبھی کوئی خبر پڑھ کر اس کے دانت سگریٹ نوشی سے سیاہ ہو جانے والے ہونٹوں سے باہر جھانکتے تھے۔

فون کی گھنٹی سُن کر وہ چونک گیا۔

"یس۔ انسپکٹر عباس سپیکنگ۔" ریسیور اٹھاتے ہوئے اس نے بھاری آواز میں کہا۔

"میرے آفس آؤ۔" دوسری طرف سے تحکمانہ آواز سنائی دی اور کال ٹھک سے بند ہو گئی۔ اس نے منہ بناتے ہوئے ریسیور کریڈل پہ رکھا اور سامنے موجود اپنی کیپ اٹھا کر سر پہ رکھی اور میز پہ ہاتھ رکھ اٹھا، اس نے وہیں کھڑے کھڑے پیچھے کی طرف تشریف کو جھٹکا دیا جو کرسی سے ٹکرائی اور کرسی پیچھے ہوتی گئی۔ کرسی کے بعد وہ خود بھی دو قدم پیچھے ہوا اور پینٹ کو سیٹ کر کے باہر کی طرف چل دیا۔ تیزی سے چلتے ہوئے وہ اپنے افسر کے کمرے کے سامنے پہنچا، کمرے کے سامنے گری ہوئی چِک پہ ہی دستک دیتے ہوئے وہ اندر گھسا تو سامنے افسر کو اپنا منتظر پایا۔ وہ علاقے کا SHO حنیف رضا تھا۔

"آیئے عباس صاحب۔ آپ تو بڑے سبز قدم ثابت ہوئے۔" اس کے افسر حنیف نے خلافِ توقع نرم لہجے میں کہا۔ اس کا نرم لہجہ سن کر عباس کو بہت حیرت ہوئی۔

"جی سر۔ میری ماں ہمیشہ کہتی تھی کہ میرے قدموں میں برکت ہے۔" عباس نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے ادب سے کہا۔

"اوہ۔ ماں جی کدھر ہیں؟۔" حنیف نے "تھی" لفظ کی وجہ سے پوچھا۔

"وہ جی۔ ایک دن گاڑی چلاتے ہوئے میرا قدم بریک کی بجائے ریس پہ پڑ گیا اور پھر...." عباس اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔

"اوہ. بہت افسوس ہوا۔ واقعی سبز قدم ہو۔" حنیف نے ہنسی روکتے ہوئے افسوس زدہ لہجے میں جواب دیا۔

"شکریہ سر. انشااللہ اس برکت سے تھانہ بھی چمکے گا اور بہت آگے جائے گا۔" عباس نے سر ہلایا۔

"آگے جاچکا ہے۔" حنیف نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھا نہیں سر." عباس نے حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بیٹھو۔"

"جی سر۔ آپ پریشان نظر آرہے ہیں۔" عباس نے بیٹھتے ہوئے خلوصِ دل سے کہا۔

"دیکھو عباس۔ تم آج ہی تعینات ہوئے اور گزشتہ رات ایک بہت بڑی شخصیت کا قتل ہو گیا ہے اور اس قتل کا نتیجہ بہت برا نکلنے والا ہے جو اس

ملک کے لئے بہت ہی نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ "حنیف نے بات شروع کرتے ہوئے کہا۔

"کون ہے وہ سر؟۔ "عباس نے بے تابی سے پوچھا جیسے اپنی معشوق کے بارے میں تجسس میں مبتلا ہو۔

"زریاب اکبر.... "حنیف نے آگے جھکتے ہوئے کہا۔ یہ نام سنتے ہی عباس کے پاؤں پہ جیسے کسی بچھو نے کاٹ لیا ہوا، وہ اچھل پڑا تھا، اس کی آنکھیں مزید چوڑی ہوتی گئیں۔

"اوہ. وہ۔ اس نے تو ایسا کوئی دشمن بنایا ہی نہیں جو اسے قتل کر دے ۔ "عباس کے منہ سے میکانکی انداز میں نکلا۔

"very impressive۔ دور دراز کے شہر کے باسی ہونے کے باوجود تم اس کے بارے میں کافی جانتے ہو، تم اتنے بھی گئے گزرے نہیں جتنے نظر آتے ہو. "حنیف نے تعریفی نظروں سے

اس کی طرف دیکھا۔

"شکریہ سر۔ "عباس نے عاجزی سے سر جھکاتے ہوئے کہا۔ ایسا نظر آرہا تھا جیسے اسے حنیف کی بات میں تعریف ہی سنائی دی تھی، بے عزتی کی

سمجھ ہی نہیں آئی تھی یا وہ بہت عقلمند تھا کہ اپنے مطلب کی بات پہ ہی دھیان دیتا تھا۔ عجیب سا بندہ تھا، بے وقوف تھا یا افسر کو بنا رہا تھا، کون جانتا تھا۔

"زریاب اکبر کا کیس ہمیں دیا گیا ہے۔ کیا میں تم پہ بھروسہ کر سکتا ہوں؟۔ "حنیف نے اس کے چہرے پہ نظریں گاڑتے ہوئے پوچھا۔

"جج۔ جی، میں آپ کو کیسے روک سکتا ہوں، آپ افسر ہیں جو دل چاہے کریں. بے شک بھروسہ کریں۔ "عباس گڑبڑا گیا۔

"میں نے تمہارے بہت قصے سنے ہیں، اگر تم یہ کیس حل کر لو گے تو ہمارے لئے فخر کی بات ہو گی. "حنیف نے کہا۔

"اوہ۔ اچھا۔ آپ اس بھروسے کی بات کر رہے تھے۔ بالکل سر۔ میں یہ کیس آج ہی حل کر دوں گا۔ "عباس نے جوش سے لرزتے ہوئے کہا۔

"تمہارے قصے سچ ہیں واقعی؟۔ یا میرے تھانے کی زکوۃ نکالنے کے لئے تمہیں بھیجا گیا ہے؟۔ "حنیف نے مشکوک انداز میں پوچھا۔

"سوری سر۔ جذبات میں منہ سے الٹی بات نکل گئی آپ پریشان نہ ہوں۔ میں یہ قصہ تمام کر دوں گا۔ "عباس نے معذرت کرتے ہوئے

کہا۔

"مجھے بھی ایسا ہی لگ رہا ہے۔" حنیف نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"شکریہ سر. میں آپ کے اس یقین پہ پورا اترنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دوں گا۔" عباس نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا تو حنیف کا جی چاہا کہ اپنا سر پھاڑ لے یا اس کا منہ توڑ دے۔ چند لمحے تو وہ اسے گھورتا رہا جبکہ عباس مسکین صورت بنائے نظریں جھکائے بیٹھا تھا۔ حنیف کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ عباس شے کیا ہے اور پولیس کے محکمے میں آ کیسے گیا.... مگر جلد ہی اسے یاد آ گیا کہ اس محکمے میں کیسے آتے ہیں۔ سرکاری محکمے میں آنے کے لئے ایک مخصوص قسم کا میرٹ چاہیئے ہوتا ہے۔ اس نے بھی عباس اور اعلیٰ حکام سے بدلہ لینے کا سوچا اور فیصلہ کن انداز میں عباس سے مخاطب ہوا۔

"زریاب اکبر نجانے کیوں بہت کم سکیورٹی کے ساتھ اپنے نجی فارم ہاؤس پہ گیا تھا مگر اب جب کہ وہ قتل ہو چکا ہے اور اس کے کمرے سے ایک لڑکی کی لاش بھی ملی ہے جس کا ظاہری طور پہ زریاب سے کوئی تعلق نہیں تو پہلا مفروضہ یہ ہے کہ وہ اس کی دوست ہے اور اسی کی وجہ سے وہ فارم ہاؤس میں گیا ہے، پبلک میں ابھی تک لڑکی کی لاش کے حوالے سے

کوئی بات نہیں کی گئی کیونکہ یہ بہت حساس معاملہ ہے۔ تم اس کے فارم ہاؤس جاؤ. تفتیش شروع کرو. کیس کے تم انچارج ہو. دھیان رکھنا کہ اس کیس میں پولیس کے علاوہ بھی کچھ ادارے شامل ہو سکتے ہیں تو اپنی اور محکمے کی عزت کا خیال رکھنا، غیر ضروری بات یا بحث میں مت پڑنا اور مجھ سے ہر بات شئیر کرنا۔ باقی تفصیلات اس فائل میں ہیں، اس کے علاوہ اگر کوئی سوال ہے تو پوچھ لو؟۔" حنیف نے تفصیل سے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"اور کون سے ادارے اس کیس میں شامل ہو سکتے ہیں؟۔" عباس نے پوچھا۔ معلوم نہیں کیسے اور کہاں سے مگر اچانک اس کے چہرے پہ سنجیدگی کے بادل گھنے ہو رہے تھے۔

"زریاب کی شخصیت کو سامنے رکھتے ہوئے۔ انٹیلی جنس قسم کے خفیہ ادارے ہو سکتے ہیں مگر ظاہری بات ہے وہ اپنی اصلی شخصیت سامنے نہیں لائیں گے اور کوئی کَور ہی استعمال کریں گے۔" حنیف نے اس کے چہرے کے بدلاؤ کو حیرت سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"تو ہمیں تو کھل کر کام کرنے کا موقع ہی نہیں دیا جائے گا اور آخر میں پھر سے بدنامی ہی ہمارا مقدر ہو گی؟" عباس نے استفہامیہ نظروں سے اس

کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو پل بھر کے لئے حنیف بھی سوچ میں پڑ گیا۔

"ویری گڈ۔ بہت خوب۔ ایسا ہو سکتا ہے مگر یہ کیس اگر ہم حل کریں تو یہ کریڈٹ ہمیں مل سکتا۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ اس کا مطلب کیا ہے...." حنیف نے تعریفی نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ کچھ دیر پہلے اس کے ذہن میں عباس کا جو امیج بنا تھا، وہ عباس کے پوچھے گئے دو سوالوں سے مکمل طور پہ نہیں تو آدھے سے زیادہ تبدیل ہو گیا تھا۔

"ایسا ہی ہو گا سر۔ یہ کیس سٹی تھانہ ایسٹ بلاک ہی حل کرے گا۔" عباس نے پر اعتماد انداز میں کہا۔

"قتل ہمارے ہی علاقے میں ہوا ہے جس وجہ سے ہماری شمولیت ضروری ہے، اور بڑی ایجنسیوں کو کَور کرنا بھی ایک کام ہے۔ میں تمہیں ان کی تھوڑی سی تفصیل بتاتا ہوں۔" حنیف نے کہا تو وہ دونوں میز پہ جھکتے چلے گئے۔

* * *

انسپکٹر عباس جائے وقوعہ پہ پہنچ چکا تھا، اس کی نظریں جتنی شدت سے ماحول کا جائزہ لینے میں مصروف تھیں ان میں سرخرو ہونے کی چاہ اس سے بھی زیادہ تھی۔ وہ سادہ طبیعت کا تو تھا مگر پولیسیت بھی اس کی رگ رگ میں بسی تھی ضرورت پڑنے پہ کھٹکنے بلے کی طرح ہوشیار ہو جاتا تھا اور جب معاملہ عزت یا ترقی کا ہوتا تب تو اس کے جسم کا خون جیسے بجلی بن جاتا تھا۔ جب حنیف رضا کے منہ سے اس نے زریاب اکبر اور پھر حکومتی اداروں کا نام سنا تو اس کے کان کھڑے ہو گئے۔ اس کے خیال کے مطابق ترقی پانے اور اپنی کارکردگی کا رعب جمانے کا اس سے اچھا موقع پھر نہیں ملنے والا تھا، اور اسی خیال سے وجہ سے وہ زریاب اکبر کا ممنون بھی تھا جس نے قتل ہو کر اسے یہ موقع دیا تھا۔

اس نے گیٹ سے لے کر عمارت تک ہر طرف سے خود جائزہ لیا اور پودوں کی کیاریوں تک کو نہ بخشا۔ پھر مردہ کتوں کو گڈ مارننگ کہتے ہوئے ارد گرد کا جائزہ لیا۔ وفادار جانوروں کا بے دردی سے قتل کیا گیا تھا اور ان کا خون انسانوں کے پتلے خون سے مکس ہو چکا تھا کیونکہ وہیں پہ چار افراد بھی مردہ پائے گئے تھے۔ اس کے بعد عباس کونے کھدرے سونگھتا سونگھتا زریاب اکبر کے کمرہ خاص میں جا پہنچا۔ وہاں ابھی بھی لاشیں موجود تھیں جنھیں ضروری کاروائی کے پوری ہونے تک روک کر رکھا گیا تھا۔ زریاب اکبر کا نیم عریاں جسم بیڈ پہ موجود تھا جس کی سفید اور اجلی چادریں گہری سرخ ہو چکی تھیں۔ خون جم چکا تھا، زریاب اکبر کی دونوں آنکھوں کے ڈھیلے حلقوں سے نکال دیئے گئے تھے اور وہ چہرے کے ساتھ لٹک رہے تھے، ہونٹ ایسے کاٹے گئے تھے جیسے آرٹ کا کوئی مقابلہِ حسن کارکردگی منعقد رہا ہو اور کان تو ویسے ہی غائب تھے۔ سینے میں گولیاں داغی گئی تھیں اور خنجر سے جسم پہ بڑی مہارت سے کڑھائی کی طرز پہ کٹ لگائے گئے تھے۔

"ماشااللہ۔ باذوق قاتل تھا۔" عباس بڑبڑایا۔

"جی صاحب۔ ؟۔" سپاہی نے چونک کر پوچھا۔

"تمہارے گھر میں کسی کو کڑھائی کا کام آتا ہے؟۔" عباس نے بیڈ کا جائزہ لیتے ہوئے سپاہی سے پوچھا۔

"جی صاحب۔ میری اماں اور بیوی کو آتا ہے۔" سپاہی نے جواب دیا۔

"گڈ۔ یہ قتل ان دونوں میں سے کسی ایک نے کیا ہے۔ کون زیادہ خطرناک ہے؟۔" عباس نے پوچھا۔

"بیوی زیادہ خطرناک ہے صاحب۔ کک۔ کیا مطلب۔ قتل میری بیوی نے کیا ہے؟۔" سپاہی کو ذرا دیر سے سمجھ آئی۔

"ہاں۔ دیکھ نہیں رہے کیسے بیل بوٹے بنائے ہیں زریاب کے جسم پہ۔ اتنی صفائی سے مرد پہ کڑھائی ایک عورت ہی کر سکتی ہے." عباس نے واش روم کے دروازے کے قریب پڑی تولیے میں لپٹی زنانہ لاش کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"صاحب." سپاہی نے منہ کھولا ہی تھا کہ کمرے میں دو نوجوان داخل ہوئے، عباس نے گردن گھما کر ان کی طرف دیکھا۔ انہوں نے ہاتھوں پہ سفید دستانے پہن رکھے تھے اور ایک کے ہاتھ میں چھوٹا سا بریف کیس نما بیگ تھا۔

"جی؟۔" اس کے ذہن میں فوری خفیہ ادارے کا خیال ابھرا۔

"کوئی سوراخ ملا؟۔" ایک نوجوان نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"سوراخ۔؟۔ سراغ ہوتا ہے۔" عباس نے اس کی تصحیح کی۔

"سراغ تو بہت بعد میں ملتا ہے۔ پہلے سوراخ ہی ملتے ہیں۔" اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا جیسے یہ بتا کر عباس کی سات نسلوں پہ احسان کر رہا ہو۔

"آپ کا تعارف؟۔" عباس ذرا سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا۔ اس نوجوان کا جواب سن کر سمجھ نہ آئی کہ ہنسے یا بات کو ذومعنی سمجھے لہذا سنجیدہ ہونے میں ہی عافیت سمجھی، نوجوان کے ایک ہی جواب نے اسے سمجھا دیا تھا کہ وہ بھی بندے کو گِھس سکتا ہے۔

"آپ کو میرا نام کس نے بتایا؟۔" نوجوان نے آنکھیں پھاڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

"میں نے آپ کا نام کب لیا؟۔" عباس نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"اوہ اچھا۔ آپ نے ویسے ہی بات کی ہو گی۔ مجھ سے ملئے، میرا نام ہے تعارف اور یہ مجھ سے چھوٹا، عارف." نوجوان نے مصافحہ کے لئے ہاتھ

بڑھاتے ہوئے باوقار لہجے میں کہا اور عباس کا منہ کھل گیا۔

"تعارف۔ یہ کیسا نام ہوا بھلا۔؟" اس نے گڑبڑا کر نوجوان کا آگے بڑھا ہوا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ ساتھ ہی اس نے جان بوجھ کر نوجوان کا ہاتھ زور سے دبایا۔

"عجیب بات ہے۔ عارف پہ آپ نے احتجاج نہیں کیا مگر تعارف۔ جو کہ عارف سے ایک لفظ بڑا ہے اس پہ۔" نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا اور زور سے چیخا، عباس نے گھبرا کر اس کا ہاتھ چھوڑ دیا، نوجوان بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ کو دبا دبا کر پھونکیں مار رہا تھا۔

"کک۔ کیا ہوا؟۔" عباس کی تھوڑی دیر پہلے والی زندہ دلی نجانے کہاں رفو چکر ہو گئی تھی اور اب اس کے چہرے پہ الجھن و پریشانی عیاں تھی۔ اسے نوجوان کی سمجھ بھی نہیں آ رہی تھی اور وہ انہیں خفیہ ادارے سے سمجھنے کی وجہ سے کھل کر کچھ کہہ بھی نہیں پا رہا تھا اور اس کے ہاتھ دبانے پہ نوجوان نے جو ردعمل ظاہر کیا تھا اس سے تو وہ کوئی بنا سپتی نوجوان ہی لگ رہا تھا ورنہ عباس کی امید کے مطابق اسے چاہیے تھا کہ وہ جواباً اس کا ہاتھ دباتا۔

"کچھ نہیں۔ کبھی کبھار میرے ہاتھ کی ریڑھ کی ہڈی کتے کی دم کی طرح اکڑ جاتی ہے، جس وجہ سے ہاتھ احتجاجاً اکٹھا ہو جاتا ہے۔" نوجوان نے یکلخت چپ ہوتے ہوئے کہا۔

"ہم فیڈرل انسویسٹی گیشن بیورو ہیں۔" چیخنے والے کے ساتھ آئے ہوئے نوجوان نے کہا جو کہ ابھی تک خاموشی سے کمرے کا جائزہ ہی لے رہا تھا جیسے وہاں اکیلا ہو۔

"ایف آئی بی نے ایسے نمونے بھی رکھے ہوئے ہیں۔" عباس بڑبڑایا۔

نوجوان اس کی بڑبڑاہٹ سن کر مسکرایا مگر اب اس کا دھیان زریاب کی لاش پہ مبذول ہو چکا تھا، وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس کے سرہانے پہنچا اور جھک کر اس کے جسم کو قریب سے دیکھنے لگا۔

"میں دیکھ چکا ہوں۔ پہلے گولی ماری گئی پھر نقش و نگار بنائے گئے ہیں۔" عباس کی آواز سن کر نوجوان سیدھا ہوا، اس کی آنکھوں میں ایسی چمک تھی جیسے کوئی کھوئی ہوئی چیز مل گئی ہو۔

"گڈ مسٹر عباس۔ میرا خیال تھا کہ آپ کی زبان ہی چلتی ہو گی محض مگر آپ کام کے آدمی ہیں، اور کیا کیا کر چکے ہیں آپ؟" نوجوان

مسکرایا۔ عباس کو بالکل حیرت نہ ہوئی کہ وہ اس کا نام کیسے جانتا ہے کیونکہ جس ادارے سے وہ آئے تھے، ان کے لئے یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی۔

"میرے خیال سے لڑکی تب واش روم میں تھی جب قاتل زریاب کو مارنے کے لئے پہنچا، اس نے زریاب کو قتل کیا، اس کا حلیہ بگاڑا، تب لڑکی واش روم سے نکلی اور قاتل نے اسے بھی مار ڈالا۔" عباس نے کہا۔

"ایسا ہو سکتا ہے مگر قاتل اندر کیسے آیا؟۔ وہ کیسے جانتا تھا کہ کتنے کتے ہیں، وہ کتے کہاں ہیں، عمارت میں کتنے لوگ ہیں جن کو ختم کرنے کے بعد وہ آزادی سے اپنا کام کر سکتا ہے، یا کر سکتے ہیں۔ سب سے اہم بات، یہ کمرہ بیرونی اعتبار سے ساؤنڈ پروف ہے، دروازے پہ پاسورڈ پینل کی موجودگی ظاہر کرتی ہے کہ غیر متعلقہ شخص اندر گھس نہیں سکتا، دروازے کو سلامت دیکھ کر یہ بات صاف ہے کہ قاتل کو کوڈز معلوم تھے ورنہ دروازہ سلامت نہ ہوتا۔" نوجوان نے کہا۔

عباس نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا، نوجوان کو آئے ہوئے پانچ منٹ بھی نہ ہوئے تھے اور جتنا وقت وہ وہاں گزار چکا تھا اس میں سے زیادہ تر وقت عباس سے نوک جھونک میں گزرا تھا، اتنی تیزی سے مشاہدہ۔ عباس کی آنکھوں میں تحسین بھری چمک نظر آئی۔

"آپ کا کیا خیال ہے؟۔" عباس نے قدرے نرم لہجے میں پوچھا۔

"ہو سکتا ہے زریاب کا کوئی جاننے والا یہ کام کر گیا ہو۔ یا یہ مردہ حسینہ۔ اس کا حسن دیکھ کر لگتا تو ہے کہ کسی انسان کا پاسورڈ بھی lose motion کا شکار ہو سکتا ہے۔" نوجوان نے لڑکی کی لاش کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"اگر لڑکی واش روم میں ہوتی اور زریاب کو مارا گیا ہوتا تو گولیوں کی آواز لڑکی تک پہنچ جاتی اور وہ اتنے اطمینان سے گولی کھانے خودبخود باہر نہ آتی۔" نوجوان نے کہا۔

"ہو سکتا ہے مگر یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ پسٹل پہ سائلنسر لگا ہو۔" عباس نے جلدی سے کہا۔

"عباس صاحب۔ واقعی آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔" نوجوان نے پلٹتے ہوئے خلوصِ دل سے کہا۔

اس نے یہ بات ایویں ہی کی تھی، شاید وہ عباس کو پرکھ رہا تھا لیکن عباس نے اس کے چہرے میں خلوص محسوس کر لیا تھا۔

"اگر سائلنسر بھی لگا ہوتا تو بھی لڑکی قاتل کو دیکھتے، یا زریاب کو گولی لگی

دیکھ کر چیختی چلاتی اور وہیں ڈھیر کر دی جاتی. واش روم سے یہاں تک آنے کا کوئی جواز سمجھ نہیں آتا۔ اب ذرا بیڈ پہ موجود چادر پہ نظر دوڑائیں ۔ کچھ سمجھ آتا ہے؟۔" نوجوان نے سنجیدگی سے کہا تو عباس کی نظریں بستر کی طرف گھوم گئیں۔ چند لمحے وہ بستر کو گھورتا رہا مگر اس کے چہرے پہ الجھن کے علاوہ کچھ نظر نہ آیا۔

"کیا سمجھ میں آنا چاہیے۔؟۔" اس نے بے اختیار پوچھا۔

"یہ کہ سفید رنگ جلدی گندا ہو جاتا ہے۔ خون کے داغ کتنے بھدے ہیں اور گولیوں کے سوراخ چادر کا ستیاناس مار چکے ہیں۔" نوجوان نے کہا اور اپنے ساتھی کو اشارہ کرتے ہوئے وہاں سے نکل گیا۔

عباس ہونق بنے کبھی دروازے کی طرف دیکھتا اور کبھی چادر کی طرف۔

"صاحب۔ ایسے بے وقوفوں کو کون بھرتی کر لیتا ہے۔ اب اس بات کی کیا تُک تھی۔" عباس کے ساتھ آنے والے پولیس والے نے منہ بناتے ہوئے کہا مگر عباس نے اسے جواب دینے کی بجائے اپنی نظریں چادر، اس پہ موجود سوراخوں پہ گاڑیں اور بیڈ کی طرف بڑھتا گیا۔

"گڈ۔ ویری گڈ۔ یہ نوجوان واقعی بہت ذہین ہے اور پل بھر میں مشاہدہ

کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔" عباس کی آنکھوں میں اچانک چمک ابھری۔

"صاحب۔ آپ پہ اس کی بے وقوفی کا اثر تو نہیں ہو گیا۔" اس کے ساتھی نے قدرے جھجک کر کہا۔

"بے وقوف ہم لوگ ہیں چوہدری۔ یہ لڑکی زریاب کو قتل کرانے میں شامل تھی، اس لڑکی کے بارے میں مکمل معلومات چاہئیں مجھے۔ یہ کیس تو میں ہی حل کروں گا. چادر میں گولیوں کے سوراخ ہیں مگر چادر لڑکی والی سائیڈ پہ کھینچی گئی ہے، مطلب زریاب کو گولیاں لگنے کے بعد لڑکی بیڈ سے چادر کھینچ کر اٹھی تھی۔" عباس نے مسکراتے ہوئے کہا جبکہ اس کا ساتھی عجیب نظروں سے اسے گھور رہا تھا جس نے نوجوان کی بے وقوفی بھری بات پہ کان دھرتے ہوئے لڑکی کو مجرم کا ساتھی ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔

☆

وہ دونوں مقتول کے بیڈروم سے نکل کر ساتھ والے کمرے چیک کرنا شروع ہو گئے۔ وہ نہایت باریک بینی سے ایک ایک چیز کو دیکھ رہے تھے۔

"کچھ ہاتھ لگا؟۔" ایک نے پوچھا۔

"ہاں۔ دو ہاتھ لگے ہوئے ہیں مجھے تو۔" دوسرے نے کمرے کی کھڑکی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"یار ساحر کبھی تو سنجیدہ ہو جایا کرو۔" پہلے نے منہ بنایا۔

"میں سنجیدہ ہی ہوں۔" دوسرے نے، جو کہ ساحر تھا، کھڑکی کے پاس جھکتے ہوئے کہا۔

"اس کیس میں ہماری کیا ضرورت تھی، پولیس ہی کافی تھی۔"

"اس طرح تو پھر گرین گارڈز کی بھی کوئی ضرورت نہیں تھی، بہت اچھی ایجنسیاں ملک میں پہلے ہی موجود ہیں۔"

اس نے ہنکارہ بھرا، وہ کھڑکی کے سامنے جھکا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں میں چمک دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ اسے کچھ ملا ہے۔

"پھر بھی۔ پولیس کو کچھ وقت تو دینا چاہیئے تھا، فوراً ہی ہمیں بھیج دیا گیا۔"

"یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ فوراً ہی ہمیں کیوں بھیجا گیا ہے، کیونکہ اگر کیس حل کرنے میں دیر ہوئی تو اس کا نتیجہ تم دیکھ ہی لوگے۔"

اس نے انسپکٹر عباس کو اور پھر جبران کو، چند ایک مزاحیہ جواب ضرور دیئے تھے مگر اس کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ اس وقت وہ ایسے سنجیدہ تھا جیسے زندگی میں کبھی ہنسنا تو دور، اس کے ہونٹ مسکراہٹ سے بھی ناآشنا ہوں۔ وہ کھڑکی کے پاس فرش پہ پاؤں کے بَل بیٹھ گیا اور بیٹھے بیٹھے ہی دروازے کی طرف چلنا شروع کیا، اس کی نظریں فرش پہ ہی جمی ہوئی تھیں۔

"بیگ یہاں رکھ کر تم باہر جاؤ۔ اس کھڑکی کے نیچے کی جگہ اور عمارت کی

عقبی طرف کا جائزہ تمہاری ذمہ داری اور مجھے کلیو چاہئے۔" اس نے فرش کا معائنہ کرتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ویسے نہ ملا تو خود کوئی کلیو بنا لوں گا۔ کلیو چاہئے جو ضرور۔" جبران اثبات میں سر ہلاتے ہوئے باہر نکل گیا مگر ساحر نے جیسے اس کی بات ہی نہ سنی ہو۔ وہ ایسے ہی دروازے تک گیا اور پھر کمرے کے وسط میں واپس پہنچا، فرش پہ کوئی چیز کھینچے جانے کے ہلکے ہلکے نشانات تھے۔ اس کی نظریں کمرے میں موجود ایک چھوٹی سی میز پہ جم گئی اور وہ اس کی طرف بڑھا۔

میز اور کمرے کا معائنہ کرنے کے بعد اس نے کھڑکی کھولی اور باہر جھانکا۔ ایک طرف موجود پانی کی نکاسی والا لوہے کا پائپ دیکھ کر اس کے ہونٹ مسکراہٹ کے لئے پھیلے مگر خود ہی اپنی سنجیدگی والی حالت میں پہنچ گئے جیسے غلطی سے مسکرانے لگے ہوں۔ اس نے وہیں کھڑے کھڑے اس جگہ کو دیکھا جہاں عمارت کے ملازمین اور کتوں کو مارا گیا تھا، اس جگہ کو دیکھتے ہوئے اس نے فارم ہاؤس کی چاردیواری کو دیکھا اور سر ہلاتے ہوئے واپس مڑا۔ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ لان میں موجود لاشوں کے پاس پہنچا، لاشوں کو چھوئے بغیر اس نے ان میں موجود

گولیوں سے بننے والے سوراخوں پہ نظریں گاڑیں اور پھر کتوں پہ نظر ڈالی۔ اس کی آنکھوں میں الجھن کے تاثرات نمودار ہوئے اور وہ چند لمحوں کے لئے سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر وہ فارم ہاؤس کے گیٹ پہ پہنچا، وہاں معائنہ کرنے کے بعد وہ دیوار کے ساتھ ساتھ چلنے لگا جیسے پورے فارم ہاؤس کا چار دیواری کے ساتھ چلتے ہوئے چکر لگانا چاہتا ہو اور ہوا بھی ایسا ہی.... چار دیواری کے ساتھ چلتے چلتے وہ عقب میں پہنچا، جبران بھی وہیں مل گیا۔ "کوئی سراغ؟." اس نے پوچھا۔

"نہیں۔ سب نارمل ہے۔ بس سوراخوں سے بھرا ہوا ایک سادہ کاغذ ملا ہے جو عمارت سے ہٹ کر لان میں پڑا ہوا تھا۔" جبران نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک کاغذ نکالا۔

ساحر نے کاغذ کھولا اور اسے غور سے دیکھنے لگا۔ "اسے بعد میں دیکھ لیں گے، اب وقت آگیا ہے کہ عمارت میں موجود کچن میں کام کرنے والی اور صفائی کرنے والی خاتون سے پوچھ گچھ کر لی جائے، وہ دوسرے فلور پہ موجود ہیں۔ یہ کام تم نے کرنا ہے۔" ساحر نے کاغذ موڑ کر جیب میں رکھتے ہوئے جبران سے کہا اور ساتھ ہی اسے تفصیل بتانی شروع کی کہ کیسے اور کیا پوچھنا ہے۔

"اور تم کیا کرو گے؟۔" جبران نے پوری بات سمجھنے کے بعد اس سے پوچھا۔

"میں ذرا فارم ہاؤس کے اطراف کا جائزہ لے آؤں۔" ساحر نے سنجیدگی سے جواب دیا اور باہر کی طرف لپکا۔

* * *

پولیس کی جیپ آگے بڑھتی جارہی تھی، ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پہ عباس براجمان تھا جس کی آنکھیں اپنے موبائل پہ ٹِکی ہوئی تھیں۔ گاڑی کی عقبی طرف دو پولیس اہلکار بیمار بندوقیں پکڑے ملک کے حالات پہ گل فشانی کر رہے تھے۔

"دیکھیں صاحب ملک تبھی ترقی کر سکتا ہے جب سب اپنا اپنا کام کریں۔" جونئیر نے کہا۔

"تو کر رہے ہیں نہ اپنا اپنا کام۔ کون فارغ ہے یہاں؟۔" سینئیر نے کہا۔

"صاحب کام کر رہے ہوتے تو لوٹ مار، کرپشن، ناانصافی، حق مارا جانا، یہ سب کچھ نہ ہوتا. "جونیئر شاید کم عقل تھا۔

"او بھائی۔ اس پہ احتجاج تو کر رہے ہیں نا، اور یہ جو تم غربت اور بے حسی کا رونا روتے ہو، اتنی زیادہ فلاحی تنظیمیں ایویں ہی بن گئی ہیں؟ وہ بھی کام کرتی ہیں۔ سڑکوں پہ جا کر دیکھو، کہیں غربت نہیں، ہر بندے کے پاس موٹر سائیکل ہے، نئے ماڈل کی کار تو ثواب سمجھ کر لی جاتی ہے، ایک ایک غریب کے پاس دو دو موبائل فون ہیں۔ "سینئیر اس وقت مریخ کا باشندہ محسوس ہو رہا تھا۔

"صرف احتجاج کوئی کام نہیں ہوتا صاحب۔ اپنا آپ بدلنا پڑتا ہے، فلاحی تنظموں کا فائدہ ہوتا تو تنظیم بڑھتی ہی کیوں؟۔ تنظیمیں کم ہوتی جاتیں اور خوشحالی آتی۔ اور صاحب کہاں کام کرتے ہیں، جو کام کرتا ہے اس کو ہماری قوم اور ہم مذہب خود ہی مار دیتے ہیں، یہ رواج چلتا آ رہا ہے پھر کیسے خوشحالی آئے؟ "جونئیر شاید کچھ الٹا سیدھا کھا آیا تھا۔

"خشک سالی بھی آ ہی جائے گی ایک دن۔ "سینئیر نے امید سے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"خشک سالی نہیں صاحب۔ خوشحالی۔ دیکھ تو آپ ٹھیک جگہ رہے ہیں مگر لفظ غلط ہے۔" جونیئر نے جذبات میں آکر اپنے پاؤں پہ کلہاڑی مارتے میں کہا۔

"تجھے زیادہ معلوم ہے؟ سینئیر سے زبان لڑاتا ہے۔ ابھی تو بڑا فلسفی بن رہا تھا، ابھی بھول گیا کہ سینئیر کی عزت کرنا کسے کہتے ہیں؟۔" سینئیر اپنی غلطی کا سن کر آپے سے باہر ہو گیا کیونکہ غلطی تو انسان کرتا ہے جو خطا کا پتلا ہے مگر وہ تو سینئیر تھا۔

"سس۔ صاحب." جونیئر بوکھلا گیا۔

"او چھوڑ چوہدری۔ کیوں بچے کے پیچھے پڑ گیا ہے۔" فرنٹ سیٹ پہ براجمان انسپکٹر عباس نے مسکراتے ہوئے کہا، وہ کافی دیر سے دونوں کی نوک جھوک سن رہا تھا۔

"جی صاحب۔ صاحب ہم جا کہاں رہے ہیں؟۔" سینئیر، جسے عباس نے چوہدری کہا تھا، نے چہرے کا رخ بدلتے ہوئے پوچھا۔

"جہاں سے وہ لڑکی گئی تھی۔ زریاب کے پاس۔" عباس نے جواب دیا تو چوہدری نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

بیس منٹ کے سفر کے بعد گاڑی ایک متوسط درجے کی کوٹھی کے سامنے رکی اور ڈرائیور نے ہارن بجایا۔ گیٹ کی چھوٹی سے کھڑکی سے بڑی مونچھوں والا منہ ایسے بر آمد ہوا جیسے فریم میں سے تصویر باہر نکل پڑی ہو۔ وہ پولیس کی گاڑی دیکھتے ہی اندر غائب ہوا اور چند لمحوں بعد گیٹ کھلتا گیا۔ ڈائیور گاڑی اندر لے گیا اور پورچ میں گاڑی رکتے ہی وہ چاروں گاڑی سے اترے۔

"امجد۔ تم گاڑی کے پاس ہی رکو." عباس نے ڈرائیور سے کہا اور جواب سنے بغیر آگے بڑھتا گیا، باقی دونوں بھی اس کے پیچھے پیچھے تھے۔

"رانی جی کدھر ہیں؟۔" اس نے اپنے استقبال کے لئے آنے والے شخص سے پوچھا جس کے چہرے پہ مسکینیت کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

"جور کا ہی انتجار فرما رہی ہیں۔" اس نے انکساری سے بھرپور لہجے میں جواب دیا۔

"جور ہو گا تیرا باپ." عباس نے منہ بنایا جیسے اپنے لئے ایسا لفظ سن کر کوفت ہوئی ہو۔

"آیئے جور۔ مم۔ میرا مطلب ہے بغیر جور۔" جھک کر دروازہ کھولتے ہوئے وہ عادتاً بولا اور پھر گڑبڑا گیا۔ عباس گھورتی نظروں سے دیکھتے ہوئے اندر داخل ہوا، سامنے بڑے سے صوفے پہ منہ چوہی پیٹ کھوہی قسم کی خاتون موجود تھی، جس کا چہرہ تو چھوٹا سا تھا مگر جسامت توبہ توبہ۔ صوفہ شاید سپیشل آرڈر پہ بنوایا گیا تھا۔

"زہے نصیب۔ قانون خود چل کر رانی بائی کے پاس پہنچ گیا۔" وہ مسکراتے ہوئے گویا ہوئی۔

"برے نصیب۔ کہ آج قانون اس دروازے تک پہنچ ہی گیا۔" عباس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اجی کہاں برے نصیب۔ سارا قانون تو ہمارے ہاں ہی بنتا ہے۔" وہ بڑے انداز سے اٹھلائی۔

"اسی کے لئے تو آئے ہیں، کچھ شاپر بھی ساتھ لائے ہیں، ان میں دو چار کلو ڈلوا دے باقی تمہارے قانون کی ایک کتاب تو گولیوں سے چھلنی ہو گئی۔" عباس نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اسے اس طرح کی خواتین بالکل پسند نہیں تھیں جس وجہ سے اس کا موڈ بگڑا ہوا نظر آرہا تھا۔

"معاف کیجئے گا۔ ہم ایسے قانون کو نہیں جانتے۔" رانی نے اپنی آنکھوں میں ابھرنے والی چمک کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے جواب دیا۔

"یہ فضول کی لچک مچک چھوڑو اور سیدھی بکواس کرو۔ تمہاری ایک لڑکی زریاب اکبر کے پاس گئی ہے کل۔ مجھے اس کے بارے میں پوری تفصیل چاہیۓ۔" عباس نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"قسم لے لیں انسپکٹر صاحب۔ میں نہیں جانتی۔" رانی نے بڑی ادا سے کہا۔

"لے لیں نا صاحب۔" چوہدری نے مر مٹنے والے انداز میں کہا۔

"کیا؟۔" عباس چونک گیا۔

"قسم. بیچاری کہہ جو رہی ہے۔" چوہدری نے بڑی امید سے عباس سے کہا۔

"چل چوہدری. نکل باہر۔ دروازے پہ رہ تو۔" عباس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"مگر صاحب۔ "وہ احتجاجاً پھڑ کا۔ ظاہر ہے دروازے کے باہر سے اداؤں کا جلوہ تو نظر نہیں آ سکتا تھا اور چوہدری شاید جلوؤں کا رسیا تھا۔

"جا۔ ورنہ گیٹ پہ بھیج دوں گا۔ "عباس غرایا تو چوہدری حسرت و یاس کی مورت بنے، رانی کو دیکھتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھا۔

"ہاں تو رانی صاحبہ۔ یہ ڈرامے بازی چھوڑو اور مجھے جواب دو۔ زریاب کے ہاں چوری ہوئی ہے اور تمہاری لڑکی چوری کرتی پکڑی گئی اور پھر ماری گئی. وہ جو چیز چوری کر رہی تھی وہ بہت خاص ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ چیز اس لڑکی کے کام کی نہیں تھی، مجھے اس لڑکی کے پیچھے کا دماغ چاہیئے۔ یا تو یہاں بتا دو یا پھر میرے ساتھ چلو. "عباس نے بڑی ذہانت سے ایسا نیا پلان گھڑا جس سے رانی کو زریاب کے قتل کا بھی علم نہ ہو سکے اور نہ ہی رانی کو اپنے متعلق کوئی خطرہ محسوس ہو۔

"میں پہلے ہی جواب دے چکی ہوں۔ "رانی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"پھر تمہیں میرے ساتھ تھانے چلنا پڑے گا۔ "عباس نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"تو ہاتھ لگا کر تو دکھا مجھے، تمہاری افسروں کی وردیاں اس کوٹھی کی الماریوں میں سجی ہوئی ہیں، یہی سے تیار ہو کر دفتروں میں جاتے ہیں۔ سب کو ننگا کر دوں گی۔" رانی یکلخت چلائی۔

تڑاخ کی آواز کے ساتھ زناٹے دار تھپڑ رانی کے گال پہ نشان چھوڑتا گیا۔ "یہ بک بک کسی اور سے کرنا۔ میں اپنی کاروائی میں عورت مرد کا لحاظ نہیں کرتا۔ تیرے لئے بہتر ہے کہ بکنا شروع کر اس طرح شاید تو بچ جائے ورنہ مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کس کی وردی یہاں ہے اور کون ننگا ہو گا. جو بھی ہو گا تو بھی درمیان میں پسے گی." عباس کی آنکھیں روایتی انداز میں ابلنے کو تھیں اور لہجے سے تو رانی پہ لرزہ طاری ہو گیا۔ وہ پھٹی پھٹی نظروں سے عباس کو گھورے جارہی تھی جیسے عباس نے خلاف توقع کچھ کر دیا ہو۔ "اب بول بھی." وہ غرایا تو رانی کے جسم کو جھٹکا لگا اور زبان چل پڑی۔ اس کی زبان شاید دھکے سے ہی سٹارٹ ہوتی تھی جو عباس نے اچھے سے لگا دیا تھا۔

"اس لڑکی کا نام دلربا ہے، زریاب کافی عرصے سے اس کے پیچھے پڑا تھا، آپ تو جانتے ہیں صاحب کہ ہمارا دھندہ یہی ہے مگر پیار محبت اور وہ بھی سیاستدان کے منہ سے اچھا نہیں لگتا.... میں نے دلربا سے کہا کہ وہ اپنا

کام نکالنا چاہتا ہے، تو اپنا نکال۔ زریاب کی یہ عادت ہے کہ وہ دلربا کو دو ، دو دن کے لئے ساتھ لے جاتا ہے اور مجھے بھاری کمیشن ملتی رہتی ہے۔" رانی بائی نے تیز رفتاری کے تمام ریکارڈ توڑتے ہوئے تفصیل بتائی۔

"دلربا کی قریبی لڑکیاں کون کون سی ہیں؟۔" عباس نے پوچھا۔

" روزی، پنکی، اُلفی ۔ اور دلربا۔ یہ چاروں دوست ہیں مگر اس وقت چاروں ہی دھندے کے لئے گئی ہوئی ہیں. " رانی نے جوابدیا۔

"دلربا کا کوئی رشتہ دار ہے؟۔"

"ہاں۔ ریلوے لائن کے ساتھ گھر ہے ان کا. بوڑھا باپ اور چھوٹا بھائی۔" رانی بائی نے کہا اور ساتھ ان کے نام بھی بتا دیئے۔

"بہت شکریہ رانی صاحبہ، ضرورت پڑی تو پھر تکلیف دوں گا آپ کو۔" عباس نے کہا اور رانی پریشانی بھری نظروں کے ساتھ مسکرائی کیونکہ پولیس والے کے منہ سے یہ بھی ایک دھمکی ہی تھی۔

★

"کدھر کا ارادہ ہے؟" کار میں بیٹھتے ہی کبیر نے سوال کیا۔

"جبران کو جو کاغذ ملا تھا زریاب کے فارم ہاؤس پہ، اس کے بارے میں تفتیش کرنے۔" ساحر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ وہ دونوں میک اپ میں تھے اور ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھتے ہی ساحر نے گاڑی سٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ چند لمحوں بعد کار عمارت کے گیٹ سے نکل کر سڑک پہ دوڑ رہی تھی۔

"آج کل بڑے تابعدار بچے بنے ہوئے ہو، خیریت ہے؟." کبیر نے حیرت اور شرارت ملے لہجے میں پوچھا۔ اس کی حیرت حقیقی تھی کیونکہ ساحر بہت سنجیدہ نظر آرہا تھا، ایسے لگتا تھا جیسے کبھی کبھار غلطی سے مزاحیہ جملہ کَس جاتا اور پھر غلطی کا ادراک ہوتے ہی سنجیدہ ہو جاتا، کبیر کا بھی شاید پہلی دفعہ ساحر کے اس مزاج سے پالا پڑا تھا۔

"فضول بک بک کرنے کا کیا فائدہ۔" ساحر نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا تو کبیر کی آنکھیں حیرت سے سرچ لائٹ کی طرح گھومنے لگیں، اگر عام حالات میں یہی بات کبیر نے کی ہوتی تو ساحر کی زبان کو لگام دینا بہت ہی

مشکل ہو جاتا کہ کچھ بھی بک بک نہیں ہوتا، سب کام کی ہی باتیں ہوتی ہیں۔

"لگتا ہے طبیعت ناساز ہے جناب کی۔" کبیر نے جملہ کسا۔

"کام پہ دھیان دو. جبران کو جو کاغذ ملا تھا اس پہ چھوٹے چھوٹے سوراخ محض سوراخ نہیں تھے، وہ زریاب اکبر کے کمرہ خاص کا پاسورڈ تھا اور اس طرح کی سوراخ اندھے افراد خاص طور پہ استعمال کرتے ہیں۔" ساحر نے سخت لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ کوئی اندھا شخص کیسے اس طرح قتل کر سکتا ہے؟۔" کبیر نے اچھلتے ہوئے کہا۔

"یہ نتیجہ تم ہی نکال رہے ہو، ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ مجرم نے ویسے ہی یہ طریقہ اختیار کیا ہو تا کہ ہمیں غلط رستے پہ ڈال سکے۔ میں یہ نتیجہ نکالنے کے لئے تمہیں سوراخوں والی بات نہیں بتائی۔" ساحر نے منہ بناتے ہوئے کہا جیسے اسے کبیر کا فوری نتیجے پہ چھلانگ لگانا ناگوار گزرا ہو۔

کبیر نے اس کا موڈ دیکھتے ہوئے چپ رہنا ہی مناسب سمجھا۔ خاموشی میں بیس منٹ کا سفر بھی ایک گھنٹے جتنا محسوس ہوا اور وہ ایک اونچی عمارت کے سامنے رکے۔ کار پارکنگ میں لگا کر وہ باہر نکلے اور

کبیر ساحر سے ایک قدم پیچھے پیچھے چلنے لگا کیونکہ ساحر ہی منزل جانتا تھا۔ یہ رہائشی پلازہ تھا جس میں دوسرے شہروں سے روزگار کے سلسلے میں آئے ہوئے لوگ رہتے تھے جن میں اکثریت کنواروں کی تھی، نیچے والی تین منزلیں فیملی زون تھا اور چوتھے سے دسویں تک کنواروں کا علاقہ تھا۔ اس تقسیم کو مدِ نظر رکھتے ہوئے لفٹ بھی الگ الگ تھی۔ ساحر اور کبیر کنواروں والی لفٹ میں سوار ہوئے اور ساحر نے ساتویں فلور کے لئے بٹن پریس کیا۔ جلد ہی وہ ساتویں فلور پہ پہنچے اور لفٹ سے نکلے۔ اسفلور کا منظر ہی الگ تھا۔ ہر دروازے پہ جوتے ہی جوتے رکھے تھے جو ایک دوسرے سے بغلگیر تھے اور جہاں جہاں دھوپ یا زرہ سی بھی ہوا گزرنے کا شک پڑ سکتا تھا وہاں وہاں کوئی نہ کوئی کپڑا سوکھنے کے لئے رکھا تھا۔

ساحر تیز تیز قدم اٹھاتا بڑھتا جا رہا تھا، فلیٹ نمبر 68 کے سامنے پہنچ کر رک گیا، اس نے کال بیل کا بٹن پریس کیا اور چند لمحوں کے بعد دروازہ

کھل گیا۔ سامنے آنکھوں پہ نظر کا چشمہ ٹکائے ایک گول سا چہرہ نظر آیا۔ "طارق ہے؟۔" ساحر نے پوچھا۔

"جی۔ ہے۔ کتنا چاہئے آپ کو؟۔" اس نوجوان نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"سارا." ساحر نے درشت لہجے میں کہا اور دائیں ہاتھ میں اس نوجوان کا گول چہرہ پکڑ کر اسے اندر دھکیلتے ہوئے خود بھی اندر داخل ہوا، اس کے پیچھے کبیر اندر داخل ہوا اور تیزی سے دروازہ لاک کر دیا۔

"کون ہو تم لوگ؟۔" نوجوان نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔ ظاہر وہ فلیٹ کا ایک طرح سے مالک تھا اور کوئی اس طرح سے گھر میں گھسے تو غصہ تو آتا ہی ہے۔

"طارق...." ساحر نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے آواز دی۔

"یس." دوسرے کمرے سے آواز سنائی دی۔

"تم ہو کون اور تمہاری جرات کیسے ہوئی اس طرح ہمارے فلیٹ میں گھسنے کی؟۔" دروازہ کھولنے والے نوجوان نے ساحر کا بازو پکڑ کر کھینچا۔ اس کی یہ حرکت دیکھ کر کبیر کے چہرہ کا رنگ یکبار گی بدلا اور وہی ہوا جس

کا اس ڈر تھا۔ ساحر گھوما اور نہ صرف ساحر گھوما بلکہ اس کا بازو بھی گھوما اور اس نوجوان کے چہرے پہ تڑاخ سے تھپڑ پڑا۔

"طارق۔ تمہارے بہت قریبی مہمان آئے ہیں۔" نوجوان نے گال پہ ہاتھ رکھ کر ساحر پہ نظریں جمائے ہوئے زور سے آواز لگائی تو کبیر کا قہقہہ بلند ہوا۔ نوجوان اپنے تئیں زندہ دل بننے کی کوشش میں تھا جبکہ وہ جانتا نہیں تھا کہ سامنے والی کی زندہ دلی آجکل چھٹی پہ ہے۔ دوسرے کمرے کا دروازہ کھلا اور جینز اور بنیان پہنے ایک دراز قد اور باڈی بلڈر شخص برآمد ہوا۔ وہ حیران نظروں سے ساحر کو دیکھ رہا تھا۔

"کون ہیں آپ لوگ؟۔" اس نے ساحر اور اس کے پیچھے کھڑے کبیر کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کل رات تم کہاں تھے؟۔" ساحر نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"تم سے مطلب؟۔ اور یہ تم مجھ سے کس لہجے میں بات کر رہے ہو؟ میں تمہارا ملازم نہیں۔" طارق کا پارہ فوری چڑھ گیا۔ یہ ساحر کے لہجے کا رد عمل تھا۔

"کل رات تم کہاں تھے ڈئیر؟۔" ساحر نے اس بار بڑے نرم لہجے میں پوچھا۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے ۔" طارق نے بڑے سٹائل میں دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جیسے کسی ڈرامے یا فلم کی شوٹنگ ہو رہی ہو۔ اور اس کے روم میٹ کا ہاتھ ایویں ہی اپنے گال پہ پہنچ گیا جس پہ ساحر کا تھپڑ لگا تھا، شاید وہ طارق کا مستقبل بھی سمجھ گیا تھا اور ادھر ساحر نے طارق کا ہوا میں اٹھا ہوا بازو پکڑا اور کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر بازو کو مروڑ کر طارق کے عقب میں پہنچا اور اس کی کمر پہ لات دے ماری، طارق۔ اوہ۔ کی آواز نکالتے ہوئے جھک کر آگے دوڑتا گیا جیسے کسی سے چھپ کر دوڑ رہا ہو وہ ایک دھماکے سے سامنے والی دیوار سے ٹکرایا اور اچھل کر زمین پہ آرہا۔

"میں پھر پوچھ رہا ہوں کہ تم کل کہاں تھے؟۔" ساحر کا لہجہ اس بار زخمی بھیڑیے جیسا تھا، طارق کے جسم میں سرد لہر دوڑتی گئی، اسے ساحر کی سرخ آنکھوں سے وحشت سی ہونی لگی لیکن اس نے سر جھٹکا اور تیزی سے اٹھ کر ساحر کی طرف دوڑا۔ آخر اتنا عرصہ لگا کر، اتنی محنت کرکے جو باڈی بنائی تھی، یہ دیکھنے کے لئے تھوڑی بنائی تھی، وہ سانڈ کی طرح

ڈکراتا ہوا ساحر کی طرف بڑھا رہا، ساحر کے قریب پہنچ کر دوڑتے دوڑتے ہی اس کا ہاتھ اچانک گھومتا ہوا ساحر کے چہرے کی طرف بڑھا، ساحر پہلو بدل کر نہ صرف اس ضرب سے بچا بلکہ اس نے ٹانگ آگے کر کے سانڈ کے پاؤں میں اڑنگا لگایا اور وہ اپنے ہی زور میں اچھل کر منہ کے بل زمین پہ آ رہا۔ وہ اٹھا تو اس کی ناک سے خون جاری تھا۔

"بیٹا۔ میں یہ کبڈی سارا دن کھیل سکتا ہوں مگر میرے پاس وقت نہیں۔ اب اگر تم نے بے وقوفی کی تو ہڈی پسلی ایک کر دوں گا۔" ساحر غرایا تو طارق جو آگے بڑھنے لگا تھا ٹھٹک کر رک گیا۔

"تم کیوں پوچھ رہے ہو کل کے بارے میں؟۔" طارق نے ہاتھ کی پشت سے ناک سے بہتا خون صاف کرتے ہوئے پوچھا۔

شاید اسے ساحر کی بات کی سمجھ آ گئی تھی کہ وہ ساحر کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکے گا، الٹا اس کی درگت بنے گی۔

"مجھے اپنے سوال کا جواب چاہیۓ بس۔" ساحر نے کہا۔

"گلفشار کالونی، کوٹھی نمبر پانچ۔" طارق نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"ساری رات تم وہیں رہے؟۔" ساحر نے پوچھا۔

"ہاں۔ تقریباً ساری رات ہی۔" طارق نے دوسری طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"اگر یہ بات جھوٹ نکلی تو اگلی بار تمہاری موت بن کر آؤں گا۔" ساحر نے کہا اور پلٹ کر دروازے کی طرف بڑھا۔ کبیر نے تیزی سے دروازہ کھولا اور باہر نکل گیا.

"تم کون ہو؟۔" طارق نے ہمت کر کے دوبارہ پوچھا۔

"Nobody" . ساحر نے کہا اور دھماکہ سے دروازہ بند ہو گیا. طارق اور اس کا روم میٹ ایک دوسرے کو گھور رہے تھے۔ کمرے سے لفٹ اور پھر لفٹ سے کار تک تو کبیر نے جیسے تیسے پیٹ کے مروڑ قابو میں رکھے مگر کار کے قریب پہنچتے ہی بول پڑا۔

"اس سب کا کیا مطلب ہے؟۔ نہ سر ہے نہ پیر۔" کبیر نے الجھے انداز میں پوچھا۔ اس بار اسے بھی واقعی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ہو کیا رہا ہے۔

"کار تم لے جاؤ۔" ساحر نے کار کی چابی اس کی طرف اچھالی اور خود وہیں سے الٹے قدموں مڑ گیا، کبیر ہونق بنا اسے یوں جاتا دیکھ رہا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ساحر کو ہو کیا گیا ہے، اس کا رویہ بڑا عجیب سا ہو

رہا تھا، چند لمحے وہ ساکت کھڑا رہا، اسے ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا کہ ساحر اسے یوں بغیر کچھ بتائے چھوڑ گیا۔ پھر جیسے اسے ہوش آیا، اس نے کندھے اچکائے اور کار کی طرف متوجہ ہوا۔ "گورکھ دھندہ۔" وہ بڑبڑایا۔

* * *

یونگ اپنی جیپ میں اڑا چلا جا رہا تھا اور اس کی نظریں سامنے سکرین کے علاوہ back view مرر پہ بھی جمی ہوئی تھیں اور ہونٹوں پہ طنزیہ مسکراہٹ۔ وہ کافی دیر سے بلا مقصد سڑکوں پہ منڈلاتا پھر رہا تھا، اس کے بلا مقصد گھومنے کی وجہ اس کا پیچھا کرنے والی سیاہ کار تھی جو کہ کافی دیر سے اس کے تعاقب میں تھی۔ اس پہ تعاقب کا کوئی اثر نہ ہوا مگر ذہنی الجھاؤ کا شکار ضرور تھا کہ اس کے پیچھے کون ہے اور کس وجہ سے۔ ابھی تک اس کی طرف سے تو ایسا کوئی مشکوک قدم نہیں اٹھایا گیا تھا جس وجہ سے اس کے پیچھے کوئی لگتا لیکن اب وہ تعاقب کرنے والے سے اکتا گیا

تھا، اس نے تمام الجھنوں سے بچنے کے لئے تعاقب کرنے والے کے شکار کا منصوبہ بنایا اور جیپ کی رفتار بڑھاتے ہوئے شہر سے باہر جانے والی سڑک پہ چڑھ گیا۔ امید کے مطابق وہ کار اس کے پیچھے پیچھے ہی تھی۔ جلد ہی وہ بڑی سڑک سے ہٹ کر، ایک چھوٹی سڑک پہ مڑ گیا اور قدرے ویران جگہ پہنچ کر اس نے گاڑی کو ایک طرف روکا، نیچے اتر کر گاڑی کا بونٹ کھول کر اس پہ جھک گیا۔ وہ انسانی نفسیات کو استعمال کرتے ہوئے اپنے پیچھے آنے والے کا شکار کرنے والا تھا.... تعاقب کرنے والا اسے یوں چھوڑ کر تو نہ جا سکتا تھا لہٰذا مجبوراََ وہ اس کی مدد کرنے کے بہانے اس کے قریب رک کر بات کرتا، مدد کرنے کی آفر دیتا اور یونگ اسے چھاپ لیتا۔ اسے انجن پہ جھکے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ دوسری کار کے پہیے رکتے نظر آئے تو یونگ کے ہونٹوں پہ موجود مسکراہٹ اور گہری ہو گئی مگر وہ انجن پہ جھکا ہی رہا تا کہ کار سوار کو معاملہ سنگین اور قدرتی محسوس ہو، کار اس کی جیپ کے مقابل رکی تھی۔

"ایس کیوز می۔ آپ کو کوئی مدد چاہیئے؟۔" کار کی کھڑکی کا شیشہ نیچے کرتے ہوئے کار میں موجود نوجوان نے پوچھا۔

"نو.thanks....میں دیکھ لوں گا." یونگ سمجھ گیا تھا کہ وہ اسے مدد کی پیشکش کر رہا ہے تو اس نے اشاروں میں اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"یہ تو بول نہیں سکتا۔ میری بھی یاداشت خراب ہو رہی ہے۔" نوجوان بڑبڑایا جیسے اسے اچانک یاد آیا ہو مگر یونگ اس کی طرف استفہامیہ انداز میں دیکھتا رہا۔

"اوکے۔ گڈ لَک" اس نے اشاروں میں یونگ کو کہا اور لاپرواہی سے ایکسلیٹر پہ پاؤں رکھا اور زوں کی آواز سے کار اچھل کر آگے بڑھتی گئی، یونگ ہونق بنا بے یقینی سے کار کو دور جاتے ہوئے دیکھنے لگا، اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ کوئی شخص اتنا بداخلاق ہو سکتا ہے کہ ایک گونگے کی مدد نہ کرے اور صرف اس وجہ سے چھوڑ کر چلا جائے کہ اس نے مروتاً مدد لینے سے انکار کیا ہو....

دوسری طرف اس کا دماغ الجھ کر رہ گیا کہ تعاقب کرنے والا اسے یوں کیسے چھوڑ کر جاسکتا ہے اگر چھوڑنا ہی تھا تو اتنی دیر سے پیچھا کیوں کر رہا تھا ۔ لیکن وہ جتنا سوچتا جار رہا تھا اتنا ہی اس نوجوان کے انداز پہ الجھتا جارہا تھا۔ اس نے غصے سے بونٹ بند کیا اور جیپ سٹارٹ کر کے واپس مڑ گیا۔ وہ اب اس سڑک سے بھی نفرت کر رہا تھا جس پہ وہ بد دماغ نوجوان

گیا تھا لہذا واپس مڑ کر جلد ہی وہ بڑی سڑک پہ چڑھا اور شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔

غصے میں تیز رفتاری سے جیپ چلاتا ہوا وہ شہر کے وسط میں ایک کوٹھی نما عمارت کے عقب میں پہنچا اور مخصوص انداز میں ہارن بجایا۔ تھوڑی دیر بعد سامنے کی دیوار ایک طرف ہٹتی گئی اور وہ جیپ اندر لے گیا۔ سامنے زمین کے اندر جاتا ہوا رستہ نظر آرہا تھا، اس نے گاڑی اس رستے پہ ڈال دی اور چند لمحوں میں گاڑی زمین کے پیٹ میں گم ہوتی گئی، گاڑی کے پیچھے نہ صرف دیوار برابر ہو گئی بلکہ ایک طرف سے گھاس کا قطعہ کھسکتا ہوا آگے بڑھتا اور زمین دوز رستہ بھی ختم ہو گیا، اب وہاں ایک خوبصورت لان ہی نظر آرہا تھا۔

یونگ گاڑی چلاتے ہوئے زمین دوز پارکنگ میں پہنچا جہاں پہلے ہی کچھ رنگ برنگی اور مہنگی گاڑیاں موجود تھیں، وہ جیپ کو پارک کر کے ایک طرف بڑھتا گیا اور مخصوص جگہ پہ ہاتھ مارا تو دیوار میں ایک خانہ بنا جس میں سے ایک ہاتھ باہر نکلا۔ یونگ نے پھرتی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور یک چھوٹا سا لوہے کا ٹکڑا نکال کر اس ہاتھ پہ رکھ دیا۔ کھٹاک سے وہ خانہ بند ہوا اور پھر دیوار میں رستہ بنتے ہی یونگ نے اندر قدم رکھا۔ یہ لفٹ

تھی۔ جس میں فلور نمبر درج کرنے کے لئے پینل موجود ہی نہ تھا۔ لفٹ کا دروازہ بند ہوتے ہی لفٹ نیچے کی طرف جانا شروع ہوئی اور تھوڑی دیر بعد لفٹ رکی، اس کا دروازہ کھلا۔

یونگ لفٹ سے نکلا تو سامنے ایک بڑا ہال تھا، ہال میں ایسا انسانی رقص جاری تھا جس میں لباس بے ضابطگیوں کا شکار تھا اور کہیں کہیں تو لباس بھی شجرِ ممنوعہ ہی محسوس ہو رہا تھا، عام شہری یہ سوچ بھی نہیں سکتا ہو گا کہ اس ملک میں یہ گھٹیا سسٹم بھی چل رہا ہے اور پرورش بھی پا رہا ہے۔ ناچنے والوں میں اکثریت غیر ملکیوں کی تھی مگر چند ایک مقامی اپنی آزادی کا جشن مناتے نظر آ رہے تھے۔ ایسی آزادی کہ جسے دیکھ کر جانور بھی منظم و محکوم نظر آئیں۔ یونگ سب کچھ نظر انداز کرتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھا اور ہال کے اندر ہی بنے دوسرے فلور کے ایک دروازے پہ رکا۔ دروازے پہ دو لحیم شحیم افریقی حبشی کھڑے تھے۔ یونگ کے مخصوص اشارے پہ انہوں نے نہ صرف اسے جھک کر سلام کیا بلکہ پھرتی سے دروازہ بھی کھول دیا۔

سامنے بڑی سے میز پہ شراب کی بوتلوں کی لائنیں لگائی ایک شرابی جھوم رہا تھا۔ اس نے نشے میں لت نظریں اٹھا کر دیکھا اور جیسے ہی یونگ

پہ نظر پڑی تو ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا، اس کی آنکھوں میں بہنے والا نشہ ہرن ہو گیا۔ پھر ان کے درمیان اشاروں میں بات چیت شروع ہو گئی۔

"مسٹر یونگ." اس نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔

"چارلی۔ تم جس ملک میں بھی چلے جاؤ۔ عیاشی کے اڈے کھولنے سے باز نہیں آؤ گے۔" یونگ نے اکتائے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

"کیا کروں۔ انسان عیاشی کے بغیر رہنا ہی نہیں چاہتا۔ تم ہال میں تو دیکھ ہی آئے ہو۔ یہ جو کچھ کر رہے ہیں اپنی مرضی سے کر رہے ہیں۔" چارلی نے دانت نکوستے ہوئے جواب دیا۔

"مجھے تمہاری مدد چاہئے۔" یونگ نے کہا۔

"کیسی مدد؟۔" وہ چونک گیا۔

"پرنس کو مدد چاہئے۔ تم نے سر انتھونی کے بارے میں تو سنا ہو گا۔"

"ہاں۔ اخبار میں پڑھا تھا۔"

"باس اور پرنس کے دشمن ہیں کچھ۔" یونگ نے اتنا ہی کہا تھا کہ چارلی نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روکا اور خود فون کا ریسیور اٹھایا۔ یونگ کی تیز نظریں اس کے چہرے پہ جم گئیں جو آہستہ آہستہ حیرت زدہ ہوتا

جا رہا تھا، اس نے فون پہ بات کرتے ہوئے ایک دوبار یونگ کی طرف بھی دیکھا اور پھر ریسیور رکھ کر یونگ کی طرف متوجہ ہوا۔

"تم کسی کو اپنے پیچھے لگا لائے ہو۔ میرا اڈہ بھی داؤ پہ لگا دیا تم نے۔" چارلی کا چہرہ سرخ ہو گا تھا۔

"میں کیوں کسی کو اپنے پیچھے لاؤں گا۔ میں نے تعاقب کا خاص خیال رکھا ہے۔" یونگ نے جواب دیا۔

"آؤ۔ تمہیں دکھاؤں۔ مجھے یقین نہیں ہوتا کہ وہ شخص جو اکیلے شہر کو تہس نہس کر سکتا ہے وہ مدد کے لئے میرے پاس آیا ہے اور وہ بھی اس حالت میں کہ اسے خبر بھی نہیں ہوئی کہ کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہے۔ تمہیں اس ملک میں آتے ہی زنگ لگ گیا ہے میرے دوست۔" ساتھ والے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے چارلی نے تیزی سے اشارے کرتے ہوئے کہا۔

یونگ نے کوئی جواب نہ دیا۔ ملحقہ کمرے میں بڑی سی سکرین پہ ہال، زمین دوز رستہ، اوپری عمارت، عقبی دروازہ اور عقبی سڑک نظر آ رہی تھی جہاں سے یونگ اس عمارت میں داخل ہوا تھا اور کیمرے میں نظر

آنے والی کار دیکھ کر یونگ حیرت کے مارے اچھل پڑا۔ وہ اسی بد دماغ اور بد اخلاق نوجوان کی کار تھی جس سے چھٹکارا پا کر یونگ وہاں پہنچا تھا، وہ بے یقینی سے اس کار پہ نظریں جمائے ہوئے تھا، اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ نوجوان وہاں کیسے پہنچ گیا جبکہ وہ یونگ کو چھوڑ کر غائب ہو گیا

تھا اور پھر یونگ کو اپنے پیچھے نظر بھی نہیں آیا تھا۔

"اسے اٹھوا لو۔ جلدی۔" یونگ نے کہا، چارلی کچھ کہنے ہی لگا تھا مگر یونگ کے بگڑے ہوئے چہرے کو دیکھ کر اس نے ارادہ بدل دیا اور مڑ کر اپنے لوگوں کو ہدایات دینے لگا۔

یونگ دانت پیس رہا تھا، وہ اس نوجوان کی ہڈیاں توڑنے کے لئے بے تاب ہو رہا تھا جس نے یونگ کو بھی چکما دے دیا تھا، جس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ ہزار آنکھیں رکھتا ہے اور کوئی اسے دھوکہ نہیں دے سکتا۔

"دیکھ لینا۔ بھاگ نہ جائے۔" اس نے چارلی سے کہا۔ چارلی کے چہرے پہ عجیب سے مسکراہٹ ابھری۔ سکرین پہ موجود گاڑی جیسے ہی ایک خاص پوائنٹ پہ پہنچی، اچانک اس کے پیچھے سڑک سے ایک بڑی سے چادر نکل آسمان کی طرف بڑھی اور کار کے واپس مڑنے کا رستہ بند ہو گیا، ایسا لگ

رہا تھا جیسے اچانک سڑک کے درمیان میں کسی نے دیوار کھڑی کر دی ہو۔ گاڑی یکدم رکی اور اس میں سے ایک نوجوان نکل کر کولہوں پہ ہاتھ رکھ کر حیرت سے اس دیوار کی طرف دیکھنے لگا اور اسی وقت اطراف کی دیواریں پھٹیں اور گن بردار افراد برآمد ہوئے۔

ساحر نے کبیر سے الگ ہوتے ہی جیب سے موبائل نکالا اور نمبر ملایا۔

"یس باس." دوسری طرف سے مودبانہ آواز سنائی دی۔

"آنڈے۔ صدیق پلازہ، ساتواں فلور، کمرہ نمبر 68۔ دو لوگ رہتے ہیں اس میں.... طارق ، باڈی بلڈر قسم کا شخص ہے. اس پہ نظر رکھنی ہے. پوری رپورٹ چاہئے...."

"یس باس....."

"دوسرا کام....۔ گلفشار کالونی، کوٹھی نمبر پانچ. اس کی نگرانی اور ہر جانے والے پہ کڑی نظر رکھنی ہے، کوٹھی کے اطراف میں لوگ اس طرح سے نگرانی پہ ہونے چاہئیں کہ اگر کوٹھی سے نکلنے والے کسی شخص کا پیچھا کرنا ہو تو آسانی سے ہو سکے۔" اس نے پھر ہدایات دیں۔

"یس باس....۔" دوسری طرف سے جواب سن کر اس نے کال بند کر دی اور موبائل جیب میں رکھ کر پلازہ کی عقبی طرف والے رستے سے باہر نکل گیا. اس کا رخ سڑک کی طرف تھا جہاں سے جلد ہی اسے ایک ٹیکسی مل گئی۔

"گلفشار کالونی، کوٹھی نمبر 8. "اس نے پچھلی سیٹ پہ بیٹھتے ہی آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا تو ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلا کر ٹیکسی کو آگے بڑھایا۔ سارے رستے وہ آنکھیں بند کئے لیٹا رہا اور جیسے ہی ٹیکسی رکی اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"کتنا کرایہ؟.....۔" اس نے سنجیدگی سے پوچھا، عام طور پہ وہ ایسا نہیں کرتا تھا مگر آج.....۔

"صاحب 300 روپے...." ٹیکسی والے نے دانت نکالے۔

"یہ لو.....۔ 300 کرایہ اور باقی کا ایک نیا ٹوکہ خرید لو.... تمہارا پرانا چھرا ہے بھی کم اور زنگ آلود بھی ہو گیا، ٹوکے سے سواریوں کی چمڑی ٹھیک سے اتارا کرو...." نے نہایت سنجیدہ لہجے میں روپے پکڑاتے ہوئے کہا اور کوٹھی نمبر 8 کی طرف بڑھ گیا۔

"الو کا پٹھا...." ٹیکسی والا بڑبڑایا اور ٹیکسی آگے بڑھا لے گیا۔ جیسے ہی ٹیکسی آگے بڑھی، اس نے رخ بدلا اور کوٹھی نمبر پانچ کی طرف چل دیا۔ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ جلد ہی کوٹھی نمبر پانچ کے گیٹ پہ تھا۔ اس نے کال بیل کا بٹن پریس کیا اور پھر انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد چھوٹا دروازہ کھلا اور ایک بڑی مونچھوں والا شخص نکلا۔

"واہ.... مونچھیں تو ایسے رکھی ہیں جیسے بارڈر پہ کھڑے ہو کر قوم کی حفاظت جیسا کارنامہ سرانجام دے رہا ہے." وہ بڑبڑایا۔

"کیا ہے؟" وہ دھاڑا۔

"وہی. جو سب کو ہوتا ہے. "ساحر نے ذو معنی انداز میں کہا۔

"کیا ہوتا ہے؟.. "

"یار سمجھ جاؤنا. " ساحر نے اوباشانہ انداز میں آنکھ ماری۔

"کس نے بھیجا ہے تمہیں؟. "

"طارق.... میرا دوست ہے جو پرسوں رات کو یہاں آیا تھا۔ "ساحر نے سرگوشانہ انداز میں کہا۔

"اوہ.... اچھا.. آجاؤ.. "اس نے اثبات میں سر ہلایا اور ساحر کو رستہ دیا۔

"کیسا مال چاہئے؟. "

"مال تو تم دکھاؤ گے. تم مدلل جو ہوئے. میں پسند کر لوں گا. "ساحر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"مدلل....۔ اس کا کیا مطلب ہوا؟. "وہ الجھ گیا۔

"دلال بہت ہی بے ہودہ لفظ ہے. ایک باعزت نام دیا ہے تمہیں۔ "ساحر نے جواب دیا جیسے اس کی پشتوں پہ احسان کیا ہو۔

"کتنے پیسے ہیں تمہارے پاس؟. "اس نے بات کا برا منائے بغیر پوچھا۔

"میرے پاس تو پیسے نہیں ہیں." ساحر نے نفی میں سر ہلایا اور اسے اندر بلانے والے بروکر کو یوں بریک لگی جیسے سڑک کے درمیان گٹر کا ڈھکن کھلا ہونے پہ اچانک گاڑی مجبوراً رکتی ہے۔

"تو تم یہاں لینے کیا آئے ہو؟.... دفع ہو جاؤ یہاں سے." اس نے ساحر کا بازو پکڑ کر واپس کھینچتے ہوئے کہا۔

"مم.... میرا خیال تھا کہ روپوں سے کام چل جائے گا اس وجہ سے پیسے نہیں لایا۔" اس نے گھبرا کر کہا تو چند لمحے تو بروکر اسے گھورتا رہا جیسے دیکھ رہا ہو کہ نوجوان بیوقوف ہے یا وہ اسے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔

"کتنے روپے ہیں تمہارے پاس؟." طویل سانس لیتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"دو لاکھ پاس ہیں اور مزید منگوائے جاسکتے ہیں۔" اس نے لاپرواہی سے کہا تو بروکر کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ دو لاکھ اس کے لئے بہت بڑی رقم تھی۔

"چلو.... تمہیں مال دکھاؤں. "اس نے ہونٹوں پہ زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"تم وہ مال دکھاؤ گے جو تمہاری طرح کا ہو گا.... مجھے انچارج سے ملواؤ." ساحر نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔

"اس سے بہتر ہے میں تمہیں دھکے مار کر باہر نکال دوں۔" بروکر کو اس کمنٹ پہ غصہ آ گیا۔

"تمہاری کمیشن بیس ہزار. صرف انچارج سے ملوانے کی، باقی الگ۔" ساحر نے اس کی مونچھ کو پکڑ کر مزید نوک دار بناتے ہوئے کہا۔

"تو ایسا کہیں نا صاحب.. ابھی چلیں. رانی بائی سے ملواتا ہوں۔" اس نے مسکینیت سے دانت نکالے اور ادب سے آگے آگے چل دیا۔

"لیکن اپنی رانی کو یہ مت بتانا کہ مجھے طارق نے بھیجا ہے. طارق کنگال سا بندہ ہے، یہ نا ہو کہ میں بھی روپوں کے بدلے کاٹھ کباڑ جیسا مال لے جاؤں اور تمہاری کمیشن بھی ماری جائی۔" ساحر نے رازدارانہ انداز میں کہا۔

"آپ فکر ہی نہ کریں. یہ ناچیز سب سنبھال لے گا۔ "اس نے ہاتھ بڑھا کر رانی بائی کے کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا اور جھک کر ساحر کو اندر جانے کا اشارہ کیا، ساحر اندر داخل ہوا اور پیچھے وہی

بروکر. "میڈم. بہت اچھے صاحب ہیں. میں نے جانچ پڑتال کر لی ہے. اور اپنے فضل صاحب نے بھیجا ہے، میں نے معلوم کر لیا ہے. "یہ بروکر کا کوڈ ورڈ تھا کہ مالدار اور بے وقوف آسامی ہے، ساتھ ہی اس نے اپنی کمیشن کھری کرنے کے لئے ریفرنس بھی تگڑا دے دیا۔ ساحر نے صوفے پہ لیٹا ہوا گوشت کو پہاڑ دیکھا۔

"یار تم لوگوں کو سلیقہ ہی نہیں. بیڈ کو صوفے پہ ڈال رکھا ہے۔ "اس نے مڑ کر بروکر سے کہا۔ اس کی یہ بات سن کر رانی بائی کا چہرہ سخت ہو گیا۔

"یہ صوفہ نہیں. ہماری میڈم ہیں۔ "بروکر نے کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

"اوہ. سوری میڈم. چہرہ نظر نہیں آیا۔ "ساحر نے معذرت کی۔ وہ کرسی کھینچ کر اس پہ بیٹھ گیا تھا۔

"کتنے کا سودا ہے؟ "رانی نے سخت لہجے میں بروکر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"دو لاکھ کم از کم.. "بروکر تیزی سے بولا۔

"صاحب کے لئے ٹھنڈا گرم لاؤ. "رانی نے اس بار دلفریب مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو بروکر باہر کو لپکا۔

"اور یہ دو لاکھ بھی تمہارے مال پہ منحصر ہے. "ساحر نے کہا۔

"فکر نہ کریں صاحب.. یہاں پانچ لاکھ کے حساب والا مال بھی موجود ہے. "رانی بائی نے ہونٹوں پہ زبان پھیرتے ہوئے کاروباری انداز میں جھوٹ بولا۔

"اور پرائیویسی؟. تم لوگ کل کو میری ہی ویڈیو سے مجھے ہی بلیک میل کرو تو؟. "ساحر مطلب کی بات کی طرف چل دیا۔

"ارے صاحب ہم ایسا کام کریں تو اگلی بار کون آئے. "

"تو ایک بار جو آئے گا وہ مستقل گاہک بن جائے گا. "ساحر نے سرسری انداز میں کہا۔ اتنے میں بہت ہی لذیز شربت کا گلاس ساحر کے سامنے پہنچا دیا گیا تھا، شربت پہنچانے کے لیے بھی ایک حسینہ کو بھیجا گیا تھا، ساحر نے گلاس اٹھایا اور فدا ہو جانے والی نظروں سے لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے گلاس کو ہونٹوں کے حوالے کیا۔

"سروس ہی ایسی دیتے ہیں صاحب. "رانی بائی نے انکساری سے کہا۔

"صرف اس بات سے تو میں پرائیویسی کا یقین نہیں کر سکتا۔ کیا یہاں ہی رات گزارنا ضروری ہے؟ ."ساحر نے منہ بناتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں. آپ لڑکی کو ساتھ لے جاسکتے ہیں، اس کا ریٹ الگ ہے۔" رانی نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"اور پولیس اگر چھاپہ مارے تو؟ ."ساحر نے پوچھا۔

"تو اپنی وردیاں ہی لے کر جائے گی نہ صاحب.. "رانی نے ذو معنی انداز میں آنکھ ماری۔

"اوہ. ٹھیک ہے. مال دکھاؤ. "ساحر نے راضی ہوتے ہوئے کہا اور رانی بائی نے پاس رکھی گھنٹی کا بٹن دبا دیا. اس کے چہرے پہ عجیب سے چمک ابھر آئی تھی۔

"سروس اچھی رہی تو میں بھی روز فارغ ہی ہوتا ہوں، ورنہ دیکھ لوں گا کوئی نئ دکان۔" ساحر نے انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔

"اجی کیوں اور دکان دیکھنی ہے ابھی ہمارا شاپنگ مال تو دیکھیں ذرا.. " رانی بائی اٹھلائی اور ساحر مسکرایا۔

★

زریاب اکبر ملک کے جانے مانے سیاستدانوں میں سے تھا اور نوجوان نسل میں بہت زیادہ پیروکار رکھتا تھا۔ زریاب متحدہ پارٹی کا اہم رکن تھا، یہ پارٹی ابھی تک حکومت میں آنے کی کوششوں میں تھی لیکن کامیابی حاصل نہ کر پائی تھی۔ شاید اس کی وجہ بدنام سرکردہ لیڈر تھے جن کی وجہ سے پارٹی سانس تو لے رہی تھی مگر ناکام رہی تھی۔ کاروباری تنظیموں کی طرح پارٹی نے بھی جدت لانے کی سوچی اور ایک نئ Product متعارف کروائی جس کا نام زریاب اکبر تھا۔

سیاسی گھرانے کا چشم و چراغ، تعلیم یافتہ اور پر کشش شخصیت کے علاوہ وہ دل کا بھی اچھا تھا لہذا عوام اور خاص طور پہ نوجوانوں میں زیادہ مقبول ہونے لگا۔ اس کی ذاتی زندگی اگرچہ مذہبی لیڈر جیسی نہ تھی اور گاہے بگاہے بدنامی کا چھوٹا بڑا میڈل ملتا رہتا تھا مگر پارٹی سپورٹ کی وجہ سے اسے آسانی سے سازش ثابت کر کے، ہر الزام سے وہ یوں نکلتا جیسے پاک پانی سے نہایا ہو اور ہر الزام سے نکلنے کے بعد اس کے چہرے کی معصومیت اور پاکیزگی نکھر کر سامنے آتی.... نوجوان نسل میڈیا اور فلم

انڈسٹری کے اثرات کی وجہ سے روشن خیال اور پہلے سے سیانی ہو گئی تھی ، ان کے لئے یہی بات کافی تھی کہ لیڈر کی اپنی ذاتی زندگی بھی ہوتی ہے جس میں وہ جیسے چاہے رہے، اسے عوام کی خدمت کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی بھی جینی ہے لہذا اسے کسی قسم کی پابندیوں میں رہنے یا خود کو درست غلط کرنے سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیئے۔

پارٹی کے مرکزی دفتر میں متحدہ پارٹی کے سرکردہ افراد جمع ہو رہے تھے ۔ سب کے چہرے عمارت میں داخل ہوتے ہی دکھ کی آماجگاہ بن جاتے اور ایسا محسوس ہوتا کہ ہر ایک کا باپ ہی مر گیا ہو۔

سوگوار منافقت سے کمرے کی فضا بوجھل ہو رہی تھی اور اس میں مزید برکت ڈالنے کے لئے پارٹی صدر سرفراز اندر داخل ہوا اور تمام افراد کرسیاں چھوڑ کر کھڑے ہوتے چلے گئے۔

"بیٹھیے۔" اس نے بارعب مگر دکھ بھری آواز میں کہا تو سب بیٹھتے چلے گئے۔

"کاروائی شروع کی جائے.." اس نے اجازت کا جھنڈا لہرایا۔

"جناب صدر اور معزز اراکین... یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ زریاب اکبر کو تین دن پہلے بہیمانہ انداز میں قتل کر دیا گیا لیکن حکومت نہ تو اس کی باڈی دے رہی ہے نہ اس کے قاتلوں کے بارے میں کوئی پیش رفت ہو رہی ہے۔ اس میٹنگ کی وجہ بھی یہی بنی ہے کہ ہمیں اس مسئلے کا حل سوچنا ہے۔" سیکرٹری نے کم سے اکم الفاظ میں مدعا بیان کیا۔

"اگر زریاب کی قتل کے بعد کی تصاویر مل جاتیں تو ہم انہیں حکومت پہ دباؤ ڈالنے کے لئے استعمال کر سکتے ہیں." ایک طرف سے آواز آئی۔

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کس نے کیا اور محرک کیا ہے؟" ایک اور آواز آئی۔

"ظاہری بات ہے رشیدی صاحب.. زریاب اکبر ایک ابھرتا ہوا ستارہ تھا جو آئندہ الیکشن میں سیاست کا پانسہ پلٹ سکتا تھا، ایسا شخص کسی کو نہیں بھاتا۔" صدر نے کہا۔

"اس کا سب سے زیادہ فائدہ حکومت کو ہی ہو سکتا ہے، اس طرح حکومت اگلی بار بھی تخت پر براجمان ہو سکے گی اور وہ بھی بڑی آسانی سے۔" رشیدی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ایک اور بھی پارٹی ہے جسے اس کا فائدہ ہو سکتا ہے۔" ایک سنجیدہ صورت شخص نے پہلی بار زبان کھولی۔

"عارف صاحب. کھل کر بات کریں۔" صدر نے آگے جھکتے ہوئے کہا۔

"زریاب اکبر کی موت سے ہمیں بھی فائدہ ہو سکتا ہے۔" عارف نے بھی میز پہ جھکتے ہوئے کہا۔

"وہ کیسے ؟." صدر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ہم اس مسئلے کو حل نہ کریں، مزید بگاڑ پیدا کریں اور اس بات کا پروپیگنڈہ کر سکتے ہیں کہ حکومت بھی اس سازش میں شریک ہے اور جان بوجھ کر ہمارے سب سے قابل اور دلعزیز لیڈر کو قتل کر کے ہمیں اپاہج کرنے کی کوشش کی ہے۔" عارف نے کہا تو صدر کی آنکھوں میں چمک ابھری۔

"گڈ. یہ بہت ہی اچھا آپشن ہے، اس سے ایک اور بھی فائدہ ہو سکتا

ہے۔" رشیدی مسکرا کر بولا۔ ان تجاویز کے ساتھ ساتھ ماحول کی سوگواریت ختم ہونے لگی تھی، اس کی جگہ مسکراہٹوں نے لے لی تھی اور مردار کھانے اور بیچنے کی تیاری ہونے لگی۔

"وہ کیا؟.." صدر نے پوچھا۔ صدر کی حالت اس بچے کی سی تھی جسے بڑے بزرگ وعظ کر رہے ہوں اور بچہ شوق سے سیکھ رہا ہو۔

"ایک تو پارٹی کا نام ہو گا، لوگوں کی ہمدردی ہمارے ساتھ ہو جائے گی، دوسرا حکومت اس کیس کو جلد سے جلد حل کرنے کی سعی کرے گی تا کہ بروقت قاتلوں کو گرفتار کیا جا سکے۔" رشیدی نے کہا۔

"اور یہ ہم ہونے نہیں دیں گے." صدر نے سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔

"وہ کیوں جناب؟." سیکرٹری نے وضاحت چاہی۔

"کیونکہ اگر قاتل مل گئے تو حکومت یہ بھی دعوی کر سکتی ہے کہ یہ حکومت کے خلاف ہماری یا کسی اور کی سازش تھی، اس سے صورتحال بالکل ہی ہمارے خلاف ہو جائے گی۔" صدر نے ٹھوس لہجے میں کہا تو سب نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلائے۔

"اب اگلی منصوبہ بندی سن لیں...یہ منصوبہ اگر کسی کے سامنے آ گیا تو ہماری رہی سہی عزت بھی جاتی رہے گی۔ اور اگر کامیاب ہوا تو اگلی حکومت ہماری۔ لہذا اس کو خفیہ ہی رہنا چاہیئے۔" صدر نے رازدارنہ انداز اپناتے ہوئے بات شروع کی تو سب اس کی طرف متوجہ گئے۔

جو پلاننگ وہ سب کو بتا رہا تھا، اس کے بعد اچانک ہی سب کے سب خون چوسنے والے ڈریکولا محسوس ہونا شروع ہو گئے تھے، جن کے دانت لمبے ہوتے جا رہے تھے اور زبانیں باہر کو لپکنا شروع ہو گئیں اور چہرے پہ مکروہ مسکراہٹوں نے جگہ بنالی.۔ اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے تو ملک کی سیاست میں ایک نیا باب کھل جاتا اور دیوانی عوام.... اپنے بال نوچنے پہ مجبور ہو جاتی لیکن پرائی شادی میں عبداللہ دیوانہ کہاں کچھ سمجھتا ہے۔

* * *

ساحر شہر میں موجود اپنی رہائش گاہ کے ایک کمرے میں بیٹھا سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ رانی بائی کے اڈے سے اس نے گل بانو نامی اسی لڑکی کا انتخاب کیا تھا جو طارق کے ساتھ رات بھر رہی تھی۔ وہ لڑکی اس وقت بھی ایک کمرے میں قید تھی۔ فون کی گھنٹی سن کر وہ چونک گیا، اس نے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ تپائی پہ موجود اپنا موبائل اٹھا کر کال اٹنڈ کی۔

"یس آنڈے..۔" وہ بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

"باس.. آپ کا تعاقب کسی نے بھی نہیں کیا اور نہ ہی آپ سے متعلق کسی کو وہاں کوئی شک ہوا ہے۔" دوسری طرف سے پانڈے نے مودبانہ انداز میں رپورٹ دی۔

"اندرونی حالات کا تمہیں کیسے پتہ چلا؟." اس نے پوچھا۔

"آپ نے جب کوٹھی کا پتہ بتایا تبھی میں نے انتظام کر لیا تھا، رانی بائی کی ایک قریبی عورت کو خریدا اور اس کے ذمہ یہ کام لگایا تھا. میں نے خود کو

آپ کا مخالف ظاہر کیا تھا جو آپ کی کمزوری پکڑنا چاہتا ہے۔ "پانڈے نے جواب دیا۔

"عمارت کے گرد تمہارے لوگ موجود ہیں؟.. "

"یس باس. کیا میں ایک بات پوچھ سکتا ہوں؟. "پانڈے نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"دو تین پوچھ لو.. "ساحر نے کہا۔

"باس. ہمیں ہر آنے جانے والے کا پیچھا کرنا ہے؟. یہاں تو شام ہوتے ہی رش لگ جاتا ہے اور.. "

"تھوڑی دیر تک بتاتا ہوں.. تب تک جو بھی نکلے اس کا پیچھا کرو. "ساحر نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"اوکے باس... "

"اور کچھ؟. "

"نہیں باس.. "پانڈے نے جواب دیا تو ساحر نے اوکے کہہ کر کال بند کر

دی اور طویل سانس اندر کھینچتے ہوئے اٹھا اور اس کمرے کی طرف چل دیا جہاں اس لڑکی کو قید کر رکھا تھا۔ اس نے لاک کھولا اور اندر داخل ہوا۔ لڑکی سامنے کرسی پہ بندھی ہوئی تھی مگر تھی ہوش میں، اس کا رنگ زردی مائل تھا اور ہونٹ خشک تھے۔ اس کی نظریں دیوار پہ ٹنگے تشدد کے آلات پہ جمی ہوئی تھیں، ساحر کو اندر داخل ہوتا دیکھ کر اس کا رنگ فق ہو گیا۔ "تت... ت۔ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟." وہ بمشکل ہی بول پار ہی تھی۔

"اس کا جواب تمہارے تعاون پہ منحصر ہے." اس نے لہجے کو سخت اور سرد بناتے ہوئے کہا۔ وہ لڑکی کی طرف ہی بڑھ گیا تھا۔

"کک. کس ۔ کس قسم کا تعاون؟۔" اس کی آواز جیسے گلے میں پھنس رہی تھی۔

"میرا تعلق خفیہ پولیس سے ہے، ایک کیس کے سلسلے میں تمہاری مدد چاہئے. یہ میرا کارڈ ہے، تم تسلی کر لو." ساحر نے اس کے قریب کھڑ ہو کر کارڈ دکھایا اور جب وہ لڑکی اچھی طرح کارڈ دیکھ چکی تو مڑ کر خالی کرسی کی طرف بڑھ گیا۔

"کل رات تمہارے ساتھ کون تھا؟." اس نے کرسی پہ بیٹھتے ہوئے

پوچھا۔

"طط. طارق.."

"وہ ساری رات ہی تمہارے ساتھ رکا رہا؟."

"ہاں.."

"مگر مجھے جو رپورٹ ملی ہے اس کے مطابق تو وہ اس کوٹھی سے رات گیارہ بجے نکل گیا تھا۔" ساحر نے پھنکارتے ہوئے کہا تو لڑکی کو جھٹکا لگا۔

"مم. میں سچ کہہ رہی ہوں.. صبح جب میری آنکھ کھلی تو وہ وہیں تھا۔" اس نے سہم کر جواب دیا۔

"اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ رات بھر اس کوٹھی سے نکلا ہی نہیں. ہو سکتا ہے وہ رات کو نکلا ہو اور پھر واپس لوٹ آیا ہو." ساحر نے کہا۔

"وہ کہیں جا ہی نہیں سکتا تھا." لڑکی نے زمین پہ نظریں گاڑے ہوئے جواب دیا۔

"کیوں؟..." ساحر نے سوال کیا تو لڑکی نے اس کی طرف دیکھا اور پتھرائی ہوئی نظروں سے اسے گھورتی چلی گئی۔ اس کی آنکھوں میں بے بسی واضع طور پہ محسوس کی جاسکتی تھی۔

"اس کا جواب میں نہیں دے سکتی.. "لڑکی نے اس بار فیصلہ کن انداز میں جواب دیا، اس کی ہکلاہٹ، خوف سب جاتا رہا تھا، اب وہ ایک نڈر لڑکی کے روپ میں ساحر کے سامنے موجود تھی اور ساحر اس کی اس تبدیلی پہ حیران نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"جواب نہ دینے کی وجہ؟. "ساحر نے پوچھا۔

"اس کی وجہ بھی وہی ہے. عزت تو میری پہلے ہی نہیں بچی کہ تم مجھے بے آبرو کرنے کی دھمکی دو. اور اگر قتل کرنا چاہو تو وہ بھی میں بہت پہلے مر چکی ہوں، ایک وجود کا بوجھ ہے جو ہمیشہ سے اٹھائے پھر رہی ہوں، یہ ہلکا کر دو گے تو میری روح آزاد ہو جائے گی اور اس کے لئے میں تمہاری ممنون رہوں گی. میں اتنا ہی تعاون کر سکتی تھی، اب تم جو مرضی کر سکتے ہو۔ "لڑکی نے ڈبڈبائی آنکھوں مگر پر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔ اس کے لہجے میں اعتماد کے علاوہ دکھ، مایوسی اور درد کوٹ کوٹ کے بھرا پڑا تھا جسے محسوس کر کے لمحہ بھر کے لئے ساحر کی آنکھوں میں پانی نے ہلچل مچانے کی کوشش کی مگر وہ سنبھل گیا۔

"ہو سکتا ہے میں تمہاری کوئی مدد کر سکوں. ہم ملک کو انتشار سے بچانے کی کوشش کر رہے ہیں. ہمارا ساتھ دو. "ساحر نے کہا۔

"مدد. مدد کی وجہ سے تو اس دھندے میں آنے کا موقع ملا، یہاں ہر کوئی مدد کرنے کو ہی تو پھرتا ہے، اسی تلاش میں تو تم لوگ پھرتے ہو کہ کوئی ایسی مل جائے جس کی تم مدد کر سکو .... پھر مدد کی اور اس کی قیمت وصول کر کے چلتے بنو.. " لڑکی نے طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔ ساحر سے چند لمحے تو کچھ بولا ہی نہ گیا، اس نے سر جھکا لیا اور چند لمحوں بعد سر اٹھایا اور اس لڑکی کی طرف بڑھا۔ لڑکی نے اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں اور اس کے لب ہلنے لگے جیسے کچھ بول یا پڑھ رہی ہو۔ ساحر نے تیزی سے اس کے ہاتھوں پہ بندھی رسیاں کھولنی شروع کیں جب کہ لڑکی تسلسل سے اپنے کام میں مصروف تھی۔ رسیاں کھول کر اس نے ایک طرف پھینکیں۔

"تم جا سکتی ہو.. " ساحر نے کہا اور واپس مڑ کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ لڑکی کی آنکھیں جھٹکے سے کھلیں اور وہ حیرت کے مارے اس کی آنکھیں باہر جاتے ساحر پہ جم گئیں۔ اس کا خیال تھا کہ اس کے آخری لمحات آگئے ہیں مگر یوں جان خلاصی ہو جائے گی، اس نے سوچا بھی نہ ہو گا۔ چند لمحے وہ بے یقینی سے سُن بیٹھی رہی کہ ابھی وہ نوجوان بدلے ہوئے ارادے کے ساتھ واپس آئے گا اور اس کی زندگی

تمام کر جائے گا مگر جب کافی دیر تک وہ واپس نہ آیا تو وہ اٹھی اور ایک دیوار کے ساتھ موجود میز سے اپنا پرس اٹھایا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

جب وہ یہاں لائی گئی تھی تو بے ہوش تھی لیکن اب جاتے وقت اسے آزادی سے جانے دیا جارہا تھا، وہ بڑی سے راہداری میں چلتی جارہی تھی اور آنکھیں بتاتی تھیں کہ وہ گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی ہے، وہ تیز قدموں سے جلد ہی کوٹھی کے گیٹ پہ پہنچی اور دروازہ کھول کر مڑ کر دیکھا. اس کے پیچھے کوئی بھی نہ تھا۔ اس نے کھلے دروازے سے باہر اپنی آزادی کو دیکھا اور پھر مڑ کر اپنے قید خانے کو.. پھر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی آنکھوں میں پانی جھلملانے لگا۔ اس نے دروازہ بند کیا اور واپس مڑ گئی۔ راہدرای میں پہنچ کر وہ رک گئی۔

"کہاں ہو تم؟.." اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پکارا۔

"یس.." ایک کمرے سے آواز آئی تو گل بانو ادھر کو چل دی۔ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا، وہ اندر داخل ہوئی۔

"تمہارا نام کیا ہے؟." اس نے سامنے صوفے پہ موجود نوجوان سے پوچھا۔

"فازر." نوجوان نے جواب دیا۔

"تم کیوں وہ سب پوچھنا چاہتے ہو؟." لڑکی نے خود ہی سامنے صوفے پہ بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"کہا تو تھا کہ ہم ملک کو انتشار سے بچانے کی کوشش کر رہے ہیں جو تم نہیں سمجھو گی۔" اس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو، ایک فاحشہ کا کوئی ملک نہیں ہوتا.. یہی مطلب ہے ناتمہارا." اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میرا ایسا کوئی مطلب نہیں۔" ساحر نے اکتائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"میری ایک چھوٹی بہن ہے اگر تم اس کی حفاظت کی گارنٹی دو تو میں بتا سکتی ہوں. یہ ملک جتنا تمہارا ہے اتنا میرا بھی ہے. میری زندگی جیسی بھی گزری ہو، جس کی وجہ سے بھی گزری ہو، اس کا بدلہ میں اپنے ملک سے نہیں لے سکتی اور اگر اس کام میں میری جان چلی جائے تو شاید بخشش کا کوئی بہانہ نکل آئے۔" اس نے کہا، اور ساتھ ہی زارو قطار رونا شروع ہو

گئی۔ ساحر خاموشی سے اسے روتا ہوا دیکھتا رہا تاکہ وہ غبار نکال لے، کچھ دیر کے بعد اس نے اٹھ کر پانی کا گلاس بھرا اور لڑکی کے سامنے پہنچ گیا۔

"پانی پی لو.." اس نے نرم لہجے میں کہا تو لڑکی نے سر اٹھایا اور پانی کا گلاس پکڑ لیا، وہ ایک ہی سانس میں پورا گلاس پی گئی۔

"اور چاہیئے ؟." ساحر نے پوچھا تو اس نفی میں سر ہلایا۔

"اپنی بہن کا پتہ بتاؤ.." ساحر نے موبائل نکالتے ہوئے پوچھا۔

"میں زندگی میں دوسری بار کسی پہ بھروسہ کر رہی ہوں. پہلا جواء میں ہاری ہوں جس کی قیمت آج تک ادا کر رہی ہوں، امید ہے کہ اس بار جیت جاؤں.... ورنہ میری اور میری بہن کی موت کے تم ذمہ دار ہو گے.." اس نے کہا اور ساتھ ہی ایک پتہ لکھوا دیا۔ ساحر نے کال ملائی۔

"یس باس..۔" دوسری طرف سے پانڈے کی آواز سنائی دی۔

"ایک پتہ نوٹ کرو. اس ایڈریس پہ ایک لڑکی گل بشرہ رہتی ہے. پندرہ سال کی ہے، اسے اغوا کر لاؤ اور اس طرح سے اغوا کرنا کہ کچھ نہ کچھ گواہ ضرور ہوں اس واردات کے." ساحر نے سخت لہجے میں کہا جیسے جیسے وہ بات کرتا جا رہا تھا گل بانو کے چہرے کی ہوائیاں اڑتی جا رہی تھیں، اس

نے تو اعتماد کر کے بہن کے بارے میں بتا دیا تھا مگر یہاں تو پانسہ پلٹتا نظر آرہا تھا، اس کی بہن کو بھی وہ نوجوان اغوا کروانے والا تھا۔

"لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی کو پیچھے لگالاؤ. تعاقب کا خیال رکھنا۔" ساحر نے کہا اور کال بند کر دی۔

"تت. تم." گل بانو کے زبان نے لفظوں کی ادائیگی سے انکار کر دیا۔

"پریشان مت ہو. اغوا محض دکھاوا ہے تاکہ دیکھنے والوں کو یہ کام مجرموں کا ہی محسوس ہو.." ساحر نے اسے دلاسہ دیا۔

لڑکی چپ چاپ بس اسے گھورے جا رہی تھی۔

"تم آرام کرو. جب تمہاری بہن یہاں آجائے تو پھر بات کریں گے۔" ساحر نے مسکرا کر اٹھتے ہوئے کہا۔

"بیٹھ جاؤ. جب داؤ کھیل ہی لیا ہے تو پورا کھیلوں گی." لڑکی جیسے نیند سے جاگی، ساحر اس کی بات سن کر دوبارہ بیٹھ گیا۔ "ہماری آپا. رانی بائی. بہت تیز عورت ہے، ہم جو دھندہ کرتی ہیں وہ تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں. کافی دن پہلے اس کے پاس ایک شخص آیا تھا، وہ غیر ملکی تھا اور اپنے ساتھ ایک بڑا بریف کیس بھی لایا تھا۔ اس غیر ملکی کے ساتھ اسلحہ بردار

افراد بھی آتے تھے۔ اسے سیدھا رانی بائی کے کمرے میں لے جایا گیا۔ کوئی نہیں جانتا کہ ان دونوں کے درمیان کیا بات ہوئی۔ اس کے کچھ دن بعد وہ دوبارہ آیا اور ہماری ایک ساتھی دلربا کو لے گیا۔ پھر یہ روایت بن گئی کہ دلربا کو دن یا رات، کسی بھی وقت وہ لوگ لے جاتے۔ دلربا بھی بہت خوش تھی کہ اسے بہت پیسہ مل رہا ہے اور ساتھ بڑے بڑے لوگوں سے تعلقات بھی بن رہے ہیں۔

کچھ دن پہلے مجھے دلربا کے ساتھ وقت مل گیا تو میں نے ویسے ہی رشک بھرے انداز میں اس کی تعریف کی اور اس نے اپنی بڑائی کی خاطر مجھے کچھ بتایا۔ وہ لوگ اسے زریاب اکبر کو پھانسنے کے لئے استعمال کر رہے تھے جس میں دلربا کامیاب ہو چکی تھی۔ دلربا زریاب اکبر کی خواہش کے مطابق جسمانی خدوخال اور انداز کی مالکہ تھی اور پھر جو لوگ اسے لے کر جاتے تھے وہ اسے زریاب اکبر کو پھانسنے کی تربیت بھی دیتے رہے تھے۔ پھر وہ دن بھی آیا جب زریاب نے اسے اپنے فارم ہاؤس پہ دعوت دی، جس پہ وہ بہت ہی خوش نظر آ رہی تھی۔ ادھر اسی رات طارق میرے پاس پہنچا، مجھے یہ ہدایت دی گئی کی نظر بچا کر طارق کی شراب میں نشہ کی دوا ملا دوں. جیسے ہی موقع ملا، میں نے اپنا کام کر دکھایا۔ جب

وہ نشے میں دھت ہو گیا تو رانی بائی کے ساتھ وہ غیر ملکی میرے کمرے میں آئے اور مجھ باہر نکال دیا۔ کمرے سے مجھے طارق کو تھپڑ مارنے کی آواز سنائی دے رہی تھی اور وہ غیر ملکی ہماری زبان میں ہی طارق سے اس کی رہائش گاہ وغیرہ کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ جب وہ معلومات لے چکے تو رانی بائی نے مجھے ہدایت کی کہ طارق کے پاس ہی رہوں اور اسے اپنی ساتھ ہونے والی کاروائی کی بھنک نہ پڑنے دوں۔ رانی نے مجھے بتایا کہ طارق بے ہوش ہے اور صبح ہی ہوش میں آئے گا۔ رانی بائی اس غیر ملکی سے یوں ملتی تھی جیسے برسوں کی پہچان ہو، اور ایک عجیب بات یہ بھی اس رات ہوئی تھی کہ میرے کمرے سے جاتے ہوئے وہ بوتل اور گلاس جس میں طارق شراب پی رہا تھا وہ رانی بائی اٹھا کر لے گئی تھی۔" گل اتنا بتا کر خاموش ہو گئی۔

"کچھ اور رہ تو نہیں گیا؟۔" ساحر نے پوچھا۔

"نہیں۔ یہی سب ہوا تھا اور میں جانتی ہوں کہ یہ معلومات دینے کے بعد نہ میں بچ پاؤں گی اور نہ ہی میری بہن۔ تم وعدے کے مطابق میری بہن کا خیال رکھو گے۔" گل بانو نے اٹھتے ہوئے کہا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ مقتل

کی طرف جانے لگی ہے مگر ملک کے کام آنے کی وجہ سے اس کا جذبہ دیکھنے لائق تھا وہ بہت ہی ہشاش بشاش نظر آ رہی تھی۔

"تمہیں واپس اس زندگی میں جانے کی ضرورت نہیں. یہیں رہو. کچھ بہتر انتظام کرتا ہوں تمہارے لئے. "ساحر نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ، مگر مجھے یہ منظور نہیں۔ "اس نے منہ بنایا۔

"میں پوچھ نہیں رہا. بتا رہا ہوں. خبردار جو وہاں جانے کا سوچا بھی اب تو. "

اس نے بزرگانہ انداز میں ڈانٹا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

گل بانو کی آنکھوں میں دوبارہ پانی جھلملانا شروع ہو گیا تھا. اس نے ہتھیلی سے آنسوؤں کو صاف کیا اور صوفہ پہ مالکانہ انداز میں بیٹھی گئی۔

شہر کے مرکزی چوک، جسے شاہین چوک کہا جاتا تھا، میں نوجوانوں کی ایک جماعت براجمان ہو چکی تھی، ان کے ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے بورڈز تھے جن پہ زریاب اکبر کے بے رحمانہ قتل سے متعلق مذمتی جملے لکھے گئے تھے۔ نوجوانوں کے چہرے سُتے ہوئے تھے مگر ان کے چہروں اور حرکات سے سمجھا جا سکتا تھا کہ وہ اپنے جوش کو دبا رہے ہیں۔ وقت گزرتا گیا اور دوپہر تک وہ چھوٹی سی جماعت اب قابلِ ذکر ہجوم میں تبدیل ہو چکا تھا جس میں شہر کے مختلف حصوں سے آنے والے نوجوان شامل تھے۔ ان نوجوانوں کا تعلق مختلف تعلیمی اداروں سے تھا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اتنے نوجوان ہونے کے باوجود ابھی تک کوئی توڑ پھوڑ نہیں ہوئی تھی، وہ سب بس زبانی احتجاج تک محدود تھے۔ پلے کارڈز، زریاب اکبر کی بڑی بڑی تصویریں تھامے وہ لوگ اپنی جگہ پہ ڈٹے ہوئے تھے اور انہیں دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ وہ لوگ رات کو بھی وہاں سے نہیں ہٹنے والے۔

اس شہر کے علاوہ تمام بڑے چھوٹے شہروں میں ریلیاں نکلنا شروع ہو گئی تھیں جن میں زریاب کے قاتلوں کو جلد سے جلد گرفتار کرنے کی مانگ کی جا رہی تھی اگرچہ قتل سامنے آئے ابھی چار دن بھی نہیں ہوئے تھے

مگر قوم تو قوم ہوتی ہے جسے اپنی مانگ اور مرضی کا نتیجہ چٹکی بجاتے ملنا چاہیئے۔ اس طرح کے حالات ملک میں عام بات تھی، لہذا ادارے ان حالات کو اپنے طریقے سے سنبھالنے اور بعض مقامات پہ نظر انداز کرنے میں لگ گئے کہ تھوڑی دیر کا ابال ہے جلد ہی بیٹھ جائے گا اسکے علاوہ حکومت کی طرف سے قاتلوں کا جلد سے جلد شکنجے میں کسنے کی گارنٹی دے دی گئی تھی جس کے باعث حالات قدرے بہتر نظر آتے تھے مگر ہر جگہ احتجاج اور ریلیاں جاری ہی رہیں۔

"ہمیں یوں ہاتھ پہ ہاتھ دھرے تماشا دیکھنے میں مصروف نہیں رہنا چاہیئے. میرے خیال سے ہمیں کچھ کرنا پڑے گا پھر حکومت کو بھی سمجھ آئے گی۔" ایک نوجوان نے منہ بناتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

"واقعی. تم درست کہہ رہے ہو ورنہ کیا فائدہ جِن بھوتوں کو ووٹ دینے کا. "دوسرے نوجوان نے سر ہلاتے ہوئے کہا تو جن تک اس کی آواز گئی تھی وہ سب اس کی بات سن کر چونک گئے۔

"جِن بھوتوں کو ووٹ. تمہارا دماغ تو نہیں خراب. ووٹ تو ہم نے انسانوں کو دیئے تھے. "پہلے نوجوان نے قدرے ناخوشگوار انداز میں کہا۔

"تم نے انسانوں کو دیئے ہوں گے. اس وجہ سے تو انصاف ملنے میں دیر لگ رہی ہے مگر میں نے جِنوں کو ووٹ دیئے ہیں. میرا مطالبہ فوری پورا ہونا چاہیے چاہے دنیا ادھر کی اُدھر کیوں نہ ہو جائے۔" پہلے نوجوان نے سادگی سے جواب دیا۔ جن اشخاص کو اس کی بات کی سمجھ آگئی تھی ان کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ نمودار ہوتی گئی۔

"کہاں کہاں سے آجاتے ہیں پاگل." پہلا نوجوان بڑبڑایا۔

"اس میں پاگل والی کیا بات ہے، اگر تم نے انسانوں کو ووٹ دیا ہے تو تمہیں صبر کرنا پڑے گا. ہر مسئلہ فوری حل نہیں ہوتا. قدرتی طور پہ جتنا حالات یا معاملات میں بگاڑ ہو اسی لحاظ سے بگاڑ کو ٹھیک کرنے میں وقت لگتا ہے تو نہیں ہو سکتا کہ ٹی بی اور زکام. دونوں تکلیفیں ایک جیسی ہیں. اگر ایک جیسی ہیں تو علاج ایک طرح کا اور ایک ہی دورانیے کا ہونا چاہیے لیکن اگر انسان کی سمجھ میں آتا ہو کہ یہ دونوں اپنی اپنی نوعیت میں مختلف ہیں تو ان کا علاج. دورانیہ بھی ایک مختلف ہے. یہ بات جتنی جلدی سمجھ میں آجائے بہتر ہے." پہلے نوجوان نے سنجیدگی سے کہا۔

"او بھائی. معاف کرو. ہم یہاں احتجاج کرنے آئے ہیں تمہاری تبلیغ سننے نہیں. اپنا میڈیکل سٹور کہیں اور جا کر کھولو." پہلے نوجوان نے اکتائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے. کیا ضرورت ہے بے جا کچھ کرنے کی. کچھ وقت تو دینا چاہیئے حکومت کو بھی." نوجوانوں کے ایک گروپ نے پہلے نوجوان کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔

"لو جی۔۔ ہو گئی سب کو اِس کی ٹی بی. بھائی جو مرضی کرو، تم لوگ خود ہی پچھتاؤ گے. ایک ہی کام کا بندہ تھا اسے بھی جان بوجھ کر مروا دیا گیا. اس میں ضرور حکومت کا ہی ہاتھ ہے." اس نوجوان نے غصے میں پاؤں زمین پہ مارتے ہوئے کہا اور وہاں سے ہٹتا گیا۔

"مجھے تو یہ سب کچھ مشکوک لگ رہا ہے. یہ انتشار پھیلانے کی کوشش کر رہا ہے۔" پہلے نوجوان نے فکرمندی سے کہا۔

"تو حکومت کے لئے یہی اچھا ہو گا کہ وہ جلد سے جلد اس معاملے کو سلجھائے۔" اس کی حمایت میں بولنے والوں نے بھی یک زبان ہو کر کہا اور چھٹتے گئے جیسے ان کی دلچسپی ختم ہو گئی ہو۔ پہلا نوجوان وہیں کھڑا سوچ میں ڈوبا ہوا تھا، اس کی فراخ پیشانی پہ سلوٹوں کی تعداد اس بات کی

طرف اشارہ تھا کہ وہ بہت گہری سوچوں میں تیراکی کر رہا ہے۔ اچانک وہ مجمع سے ہٹتا چلا گیا اور سڑک سے اتر کر گلی میں گھس گیا۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد وہ کچھ گلیوں سے گزرنے کے بعد ایک چوک میں پہنچا اور وہاں سے اس نے ایک نئے بننے والے ٹاؤن کا رخ کیا۔ ٹاؤن میں جا بجا نئی تعمیر شدہ اور زیرِ تعمیر عمارات تھیں۔ اس نے ایسی ہی ایک عمارت کا سہارا لیا اور عمارت میں گھس موبائل نکال کر ایک نمبر ملایا۔

"یس. لارڈ سپیکنگ." دوسری طرف سے گرین گارڈز کے چیف کی سرد آواز سنائی دی۔

"فاکس سپیکنگ چیف. رپورٹ دینی ہے۔" نوجوان نے مودبانہ انداز میں کہا۔

"سن رہا ہوں.."

"چیف میری یونیورسٹی کے علاوہ بھی آج کے احتجاج میں بہت سے

طالبعلم شامل ہوئے ہیں اور ایسے بھی افراد دیکھے گئے ہیں جو طالبعلم نہیں ہیں۔ نوجوانوں میں انتشار کی سی کیفیت ہے، کچھ لوگ توڑ پھوڑ اور غنڈہ گردی سے حکومت پہ دباؤ ڈالنے کے حق میں ہیں اور کچھ اس کی مخالفت

کر رہے ہیں لیکن اس سوچ کی مخالفت کرنے والوں کے تاثرات یہی ہیں کہ جلد یا بدیر وہ بھی اس منصوبے میں شامل ہو جائیں گے۔" فاکس نے رپورٹ دی۔

"یہ باتیں میں کمرے میں بیٹھ کر بھی میں سوچ سکتا ہوں، کوئی کام کی بات؟.." دوسری طرف سے سرد آواز سنائی دی تو فاکس کا چہرہ مرجھا گیا، اس نے اپنے تئیں تو بڑا کام کیا تھا مگر جواب سن کر گھڑوں پہ پانی پھر گیا۔

"یس چیف۔ احتجاج میں جو افراد مجھے مشکوک لگے ان میں سے ایک کو میں نے ایک نائٹ کلب میں دیکھا ہوا ہے۔" فاکس نے تیزی سے جواب دیا۔

"گڈ. یہ کام کی بات ہے. اسے ڈھونڈو اور صرف نگرانی تک محدود رہو۔ اور کچھ؟..۔" چیف نے کہا۔

"یس چیف...۔ اس سیل فون کی کال..."

"اس سیل فون کی کال کہیں بھی سنی نہیں جاسکتی اور ہمیں کوئی ٹریس کر سکتا ہے۔" چیف نے جواب دیا اور کال بند ہو گئی۔

"ابھی تو میرا ایک سوال رہتا تھا." سیل فون جیب میں رکھتے ہوئے بڑبڑایا اور سر جھٹک کر باہر کی طرف لپکا۔

★

کرسی پہ بندھے ہوئے نوجوان کے جسم کو جھٹکا لگا اور وہ ہوش میں آنے لگا۔ اس کے ہاتھ پاؤں کرسی کے ساتھ مضبوطی سے باندھے گئے تھے۔ وہ جس کمرے میں موجود تھا وہ کاٹھ کباڑ سے بھرا ہوا تھا، کاٹھ کباڑ بھی دھول مٹی سے اٹا ہوا تھا جس سے ظاہر تھا کہ آج بھی اس کمرے کا دروازہ محض اس نوجوان کی خدمت کی لئے کھولا گیا ہے۔

نوجوان اب ڈھلکے ہوئے سر کو سنبھال چکا تھا اور گردن گھما گھما کر کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ اسے پچھلے واقعات یاد آرہے تھے، وہ یونگ نامی ایک گونگے بہرے کا پیچھا کرتے ہوئے پہلے شہر سے باہر گیا اور پھر وہاں سے دوبارہ یونگ کے پیچھے لگ کر شہر میں موجود اس کے اڈے کے قریب پہنچا۔ وہ اپنی گاڑی میں سوار ایک گلی میں گھسا ہی تھی کہ عقبی سمت ایک

بڑی سے لوہے کی چادر دیوار سے نکلی اور اس کے پیچھے رستہ بند ہوا، وہ تیزی سے گاڑی سے نکلا ہی تھا کہ آس پاس کی کوٹھیوں کی دیواریں پھٹیں اور ان میں سے گن بردار برآمد ہوئے۔ ان کی تعداد کو دیکھتے ہوئے نوجوان نے ہاتھ بلند کرنے میں ہی عافیت جانی اور نجانے کس کی گن اس کی کھوپڑی پہ مہربان ہوئی کہ پہلی ہی ضرب جاندار رہی اور وہ بے ہوش ہو گیا، اب نجانے کتنی دیر بعد اسے ہوش آیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ رہائی کی کوئی تدبیر سوچتا، کمرے کا دروازہ کھلا اور یونگ اندر داخل ہوا، اس کے ساتھ چارلی اور ایک ہٹا کٹا شخص تھا۔ یونگ اس نوجوان کو پہچان چکا تھا کہ یہ وہی نوجوان ہے جو اس کا پیچھا کر رہا تھا اور جس سے پیچھا چھڑا کر وہ وہاں تک پہنچا تھا، وہ ابھی تک حیران و پریشان تھا کہ نوجوان، جو کہ اسے بیچ سڑک، شہر سے باہر چھوڑ کر آگے نکل گیا تھا اور دوبارہ یونگ کے پیچھے نظر بھی نہیں آیا، وہ وہاں پہنچ کیسے گیا مگر ظاہر ہے اس بات کا جواب صرف وہ نوجوان ہی دے سکتا تھا۔

"تم اس سے پوچھ گچھ کرو. میں بتاتا ہوں کیا پوچھنا ہے۔" یونگ نے اشاروں میں چارلی سے کہا تو چارلی نے اثبات میں سر ہلایا۔

"یہ پوچھ رہا ہے کہ تم میرے پیچھے کیوں لگے تھے؟." چارلی نے یونگ کے اشاراتی سوال کو صوتی سوال میں بدلا۔

"میں اسے پہچان گیا ہوں، شہر سے باہر اس کی گاڑی خراب ہوئی تھی، وہاں ہمارا سامنا ضرور ہوا تھا مگر میں جلدی میں تھا تو وہاں سے چلا گیا۔ اس سے پہلے ہو سکتا ہے اتفاقاً ہم آگے پیچھے چلتے رہے ہوں مگر میں اس کا تعاقب نہیں کر رہا تھا۔" نوجوان نے پر اعتماد انداز میں جواب دیا۔

"یہ مشکوک بندہ ہے. عام انسان کا ایسی صورتحال میں یہ ردعمل نہیں ہوتا۔" چارلی نے جب یونگ کو نوجوان کی بات سمجھائی تو یونگ نے کہا۔

"تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ تم بتا دو کہ یہاں تک کیسے پہنچے؟. شہر سے باہر تم مجھے چھوڑ کر آگے نکل گئے تھے تو پھر اچانک یہاں کیسے ٹپک پڑے؟. کیا کسی اور کو میرے تعاقب پہ لگا دیا تھا؟." چارلی نے یونگ کا اگلا سوال نوجوان کو سمجھایا۔

"میں کہہ رہا ہوں کہ میں اسے نہیں جانتا اور نہ ہی اس کا پیچھا کیا ہے. تم لوگ میری بات کیوں نہیں مان رہے؟.." نوجوان نے قدرے پریشان لہجے میں کہا، اب اس کے بشرے پہ پریشانی طاری ہوتی جا رہی تھی۔ اسے بھی ادراک ہو گیا تھا کہ پر اعتماد نظر آنے میں نقصان ہے۔

"اسے ٹیکہ لگاؤ." یونگ نے نوجوان کی بات، چارلی کی زبانی سن کر چارلی سے کہا تو چارلی نے اثبات میں سر ہلایا اور اپنے پیچھے کھڑے شخص سے مخاطب ہوا۔ "ٹی۔ون لگاؤ."

"یس باس." اس شخص نے کہا اور جیب سے ایک سرنج اور شیشی نکالی۔

"ی. یہ تم لوگ کیا کرنے لگے ہو؟." نوجوان نے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔ اس کے چہرے کی رنگت پھیکی پڑ رہی تھی اور جسم ہولے ہولے لرزنا شروع ہو گیا تھا۔

"تمہارا منہ کھلوانے لگے ہیں. تم کچھ زیادہ ہی سیانے ہو۔" چارلی نے مسکرایا کر جواب دیا۔

"یقین مانو. میں سچ کہہ رہا ہوں. میں ان صاحب کو نہیں جانتا۔

. یہ کوئی غلط فہمی ہے ..پلیز مجھے کچھ مت کرو...پلیز." نوجوان نے رندھے ہوئے انداز میں کہا، وہ منتوں پہ اتر آیا تھا۔

"سوری. ٹیکہ تو تمہیں لگوانا ہی پڑے گا. تمہارے ملک میں یہ ویسے بھی عام بات ہے ہر مسئلے کا علاج ٹیکہ۔ پوری قوم ہی ٹیکے پہ چل رہی ہے." چارلی نے قہقہہ لگایا. وہ نوجوان کی حالت سے لطف اندوز ہو رہا تھا، ویسے

اسے یقین ہو گیا تھا کہ نوجوان کسی غلط فہمی میں مارا گیا ہے کیونکہ وہ بودا سا ثابت ہوا تھا لیکن یونگ کو وہ منع نہیں کر سکتا تھا، لہذا وہ تفریح کے لئے سب کچھ کر رہا تھا۔ اُدھر نوجوان کی دھڑکن سچ مچ تیز ہو رہی تھی، وہ اب تک جیسے کسی کے انتظار میں تھا مگر جب کوئی رستہ نظر نہ آیا تو اس کے لہجے کا اعتماد حقیقتاً بہہ گیا اور وہ پریشان ہوتا گیا، اب بھی وہ حقیقی پریشانی آنکھوں میں سموئے اپنے ڈاکٹر کی طرف دیکھ رہا تھا جو سرنج کو سیال مادے سے بھر چکا تھا اور اب اس کے بازو میں سوئی گھونپنے جا رہا تھا۔

"پلیز. مجھے.۔" اس کی بات کو اس کی سسکاری نے روک دیا. اس شخص نے بڑی بے دردی سے انجیکشن کی سوئی اس کے بازو میں اتار دی تھی، اور سرنج میں موجود سیال مادہ اس کے بازو میں منتقل ہوتا چلا گیا۔

"be easy.. ابھی جنت کے نظارے ہوں گے." چارلی ہنسا۔ یونگ نے گھور کر اسے دیکھا جیسے اسے چارلی کے بار بار ہنسنے سے الجھن ہو رہی ہو۔

نوجوان پہلے تو آرام سے بیٹھا رہا لیکن پھر اسے پسینہ آنا شروع ہو گیا اور جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا پسینہ بڑھتا جا رہا تھا، اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے تپتی بھٹی میں بٹھا دیا گیا ہو، یہ نظارہ دیکھنے والوں کے لئے

ابھی صرف تین منٹ کا وقت گزرا تھا مگر اس نوجوان کو ہر سیکنڈ، گھنٹہ لگ رہا تھا. اس کا پورا وجود پانی سے تر ہو چکا تھا، سر کے بالوں تک سے جیسے پسینہ ٹپکنے لگا تھا اور آنکھوں میں بھی گھس چکا تھا جس وجہ سے آنکھیں کھولنا اس کے ممکن نہ رہا تھا، آنکھوں میں ہونے والی جلن سے اس نے ہونٹ بھینچ لیے تھے مگر کب تک.... وہ بھی تھا تو انسان ہی جو پہلے تو وہ برداشت کرتا رہا لیکن پھر جب اس کی برداشت جواب دے گئی تو وہ چیخا۔

"مجھے چھوڑ دو. اس عذاب کو بند کرو.." وہ حلق کے بل چیخ رہا تھا اور چیخ میں اس کی تکلیف واضح تھی۔

"تم کیوں میرا پیچھا کر رہے تھے؟." چارلی نے یونگ کا سوال پھر دہرایا۔

"مم ۔۔ مم. مجھے چھوڑ دو. میں کچھ نہیں جانتا. "نوجوان چیخا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے. جسم میں لگنے والی آگ اس کی برداشت سے باہر ہو رہی تھی اور دماغ اس کا ساتھ چھوڑ رہا تھا، اسے لگ رہا تھا کہ وہ گرم ہوا کے تھپیڑوں میں اڑ رہا ہے۔

"تم میرا پیچھا کیوں کر رہے تھے؟." اس بار چارلی نے نہایت سخت لہجے میں سوال پوچھا۔ اس نے یونگ کی ہدایت پہ لہجہ بدلا تھا۔

"مم. مجھے اس کی نگرانی ہی کرنی تھی بس.." نوجوان نے محکوم شخص کی طرح جواب دیا. اس کی قوت ارادی ہار مان رہی تھی یا تکلیف کی وجہ سے وہ ہوش کے دائرے سے نکل کر لاشعوری طور پہ بول رہا تھا کیونکہ اسے اپنے دماغ کے پردے پہ بھی اب صرف دہکتی آگ ہی نظر آ رہی تھی۔

"کس نے تمہیں میرے پیچھے لگایا ہے؟." چارلی نے پوچھا۔

"تمہارے باپ نے ۔" نوجوان یکلخت جیسے ہوش میں آ کر دھاڑا. ایسا محسوس ہوا جیسے کسی کے خیال نے اس کی دماغ کو یکلخت بہت طاقت دے دی ہو جس وجہ سے وہ لاشعور سے شعور میں واپس آیا مگر ایسا صرف چند لمحوں کے لئے ہوا اور اس کی گردن ڈھلک گئی۔

"کیا کہا اس نے؟." یونگ نے نوجوان کو بے ہوش ہوتے دیکھ کر ساکت و جامد کھڑے چارلی سے پوچھا اور جواب میں چارلی نے اس نوجوان کا جواب بتایا۔

"بہت سخت جان ہے.." چارلی نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔ "یونگ نے کیا تو چارلی اس کی طرف متوجہ ہوا۔

" اس نوجوان کی قوت ارادی تو ہم اس انجیکشن سے ہرا چکے تھے، اور اس انجیکشن کا کام بھی یہی ہے، انسان کو لگتا ہے کہ وہ آگ میں جھلس رہا ہو اور جسم سے پسینہ کے ساتھ مسلسل نمکیات خارج ہوتے رہتے ہیں جس سے بہت تیزی سے نقاہت محسوس ہوتی ہے لیکن انجیکشن میں موجود جرثوموں کی وجہ سے دماغ ماؤف ہو جاتا ہے اور تھوڑی سی گرمی اور نقاہت کا اثر ہزاروں گنا زیادہ محسوس ہوتا ہے جس وجہ سے دماغ ہمت ہار جاتا ہے، لیکن ہم نے جو سوال پوچھا. اس نے اس کے دماغ کو جھنجھوڑ کر دوبارہ ہوش میں لا کھڑا کیا اب میرے لئے پرابلم اب یہ نوجوان نہیں بلکہ وہ شخص ہے جس کا محض ذکر سن کر اس کا دماغ اتنی گہرائی اور تکلیف سے چند لمحوں کے لئے ہی سہی مگر نکل آیا۔ وہ یقیناً بہت ہی خطرناک شخص ہے جو اس کے حواس پہ چھایا ہوا ہے. " یونگ نے پریشانی بھرے انداز میں اشاروں میں چارلی کو سمجھایا۔

"لیکن اس نے اس کا شخص کا نام نہیں بتایا. "چارلی بھی یونگ کی بات سن کر پریشان ہو گیا تھا۔

"لیکن یہ بے ہوش کیوں ہوا ہے؟." چارلی نے پوچھا۔

"اچانک ہوش میں آنے سے رد عمل کے طور پہ یہ پھر بے ہوش ہوا ہے ورنہ دماغ کی کوئی نس ہی پھٹ سکتی تھی" یونگ نے جواب دیا۔

"یہ نوجوان خود بھی اگر قید میں نہ ہوتا تو ہمارے لئے مصیبت بن جاتا، اور جسے یہ ہمارا باپ کہہ رہا ہے. وہ تو پھر باپ ہی ہو گا." چارلی بڑبڑایا. اس انجیکشن کے کارنامے چارلی پہلے دیکھ چکا تھا اور اب اس انجیکشن کو ایک آدمی کے ذکر سے ہی ہارتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ ابھی وہ دونوں سوچوں میں ہی گم تھے کی تیزی فائرنگ کی آواز گونجی اور پھر زمین میں لرزش ہوئی جیسے دھماکہ ہوا ہو.... وہ مڑے ہی تھے کہ دھماکے سے دروازہ کھلا اور فضا میں تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ انسانی چیخوں کی گونج بھی شامل ہو گئی۔

*

ساحر نے میک اپ بدل لیا تھا، اس کے جسم پہ مہنگا سوٹ، اور چہرہ سوجا سوجا محسوس ہو رہا تھا، ہونٹ اس طرح سے آگے بڑھا رکھے تھے جیسے ٹھوڑی پہ شیڈ بنایا ہوا ہے، انگلیوں میں قیمتی انگوٹھیاں اور کلائی میں مہنگے برانڈ کی گھڑی. وہ بگڑا ہوا، حوس کا مارا شخص محسوس ہو رہا تھا۔ گل بانو کو اپنی رہائش گاہ پہ ہی چھوڑ کر وہ نکل پڑا تھا، وہ جلد سے جلد رانی بائی تک پہنچنا چاہتا تھا۔ ساحر کا دماغ، گل بانو کی کہانی سننے کے بعد سے حیرت کے سمندر میں غوطے کھا رہا تھا، یہ بات سچ تھی کہ وہ طارق تک کسی وجہ سے

ہی پہنچا تھا۔ زریاب کی رہائش گاہ سے جو سوراخوں والا کاغذ جبران کو ملا تھا اس پہ طارق کی ہی انگلیوں کے نشانات تھے اور ساحر نے قومی ڈیٹا بیس کی مدد سے طارق کی پہچان ہونے کے بعد طارق کے آبائی گاؤں سے پوچھ گچھ کروائی جس پہ طارق کے اسی شہر ہونے کی تصدیق ہوئی اور اس کا موجودہ پتہ بھی ملا۔ اس نے پانڈے کی مدد سے طارق کی نگرانی کروائی اور اس کی روٹین لائف کو پرکھا۔ طارق ایک عام فرد سے زیادہ کچھ ثابت نہ ہو رہا تھا لہذا ساحر نے خود سامنے آنے کی سوچی.... وہ کبیر کے ساتھ طارق تک پہنچا جہاں سے اسے معلوم ہوا کہ جس دن زریاب کا قتل ہوا تھا اس رات طارق رانی بائی کے اڈے پہ ہی بے ہوش رہا جس کا مطلب تھا کہ اس کی انگلیوں کے نشانات محض الجھاؤ پیدا کرنے کے لئے زریاب کے فارم ہاؤس پہ پائے گئے تھے۔ ساحر کے تجزیے کے مطابق طارق حادثاتی طور پہ اس رات وہاں وقت گزاری کے لئے پہنچا اور قاتلوں نے اس کی انگلیوں کے نشان لے لئے، ساتھ ہی انہوں نے طارق سے اس کی تفصیلات بھی پوچھ لیں تاکہ کبھی ضرورت پڑے تو اس پہ ہاتھ ڈال سکیں۔

رانی بائی شہر کے امیر ترین کوٹھے کی مالکہ تھی جس کی لڑکی اونچے درجے کے شکار کرتی تھیں۔ رانی بائی کی گرفت قانون پہ بھی کافی تھی، ساحر نے اس کے بارے میں سن رکھا تھا مگر آج تک براہ راست سامنا کرنے کی نوبت نہ آئی تھی مگر اس کیس میں یہ نوبت بھی آ ہی گئی تھی۔

زریاب کے فارم ہاؤس پہ لڑکی دیکھ کر اس کے ذہن میں یہ تو ضرور آیا تھا کہ لڑکی زریاب کے قتل میں شامل ہے مگر رانی بائی بھی اس میں شامل ہو گی، یہ ساحر کو امید نہ تھی۔ اب گل بانو سے ملی معلومات سے بات صاف ہو گئی تھی کہ رانی بائی اس میں براہ راست ملوث ہے۔ انہی سوچوں میں گم جب وہ رانی بائی کے اڈے والی گلی مڑا تو چونک گیا، اس نے گاڑی سائیڈ پہ کرتے ہوئے بریک لگائی اور سامنے رانی بائی کی رہائش گاہ میں پولیس کی ویگن اور اس کے پیچھے ایمبولینس داخل ہو رہی تھی.... یہ دیکھ کر ساحر کے ذہن نے خطرے کی گھنٹی بجائی. اس نے گاڑی تیزی سے آگے بڑھائی اور رانی بائی کے اڈے کے سامنے پہنچا۔ گیٹ بند کیا جا چکا تھا۔ ساحر نے گاڑی سے نکل کر کال بیل بجائی تو اگلے ہی لمحے کھڑکی کھلی۔ شاید گیٹ کیپر گیٹ بند کر کے ابھی کوٹھی کی طرف مڑا ہی ہو گا جس وجہ سے فوری دروازہ کھل گیا۔

"رانی بائی سے کہو ملک دیدار آیا ہے۔" اس نے بیہودہ انداز میں آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"رانی بائی کو کسی نے مار دیا ہے۔ یہاں سے نکل جاؤ صاحب۔ ورنہ مفت میں دھر لئے جاؤ گے۔۔" گیٹ کیپر نے جھک کر سر گوشانہ انداز میں کہا۔

"اوہ۔۔ کس نے مارا؟۔" اس نے حیران ہوتے ہوئے بے یقینی سے پوچھا۔

"اندر جا کر پولیس سے پوچھ لو۔۔" گیٹ کیپر نے منہ بنایا۔

"اوہ۔۔ سوری۔۔ یہ لو تمہارا نعام۔۔۔ رانی بائی کے متعلق میں نے کچھ پوچھنا ہے اور بھی مال ملے گا تمہیں۔" ساحر نے فوری ایک بڑا نوٹ اسے تھماتے ہوئے کہا۔

"رات کو صاحب۔۔ لنگڑا چوک میں۔۔ سات بجے۔" گیٹ کیپر کی باچھیں نوٹ دیکھ کر پھیلتی گئیں۔

"جو چوک ہی لنگڑا ہے وہاں پکڑے گئے تو بھاگ بھی نہیں سکیں گے۔" وہ بڑبڑایا۔

"جی صاحب؟۔۔" نوٹ ملنے کے بعد وہ خود کو ساحر کا ملازم، ملازم محسوس کر رہا تھا۔

"اپنا فون نمبر دو.." ساحر نے موبائل نکال کر پوچھا تو گیٹ کیپر نے اسے اپنا نمبر دیا، نمبر موبائل میں محفوظ کرتے ہی اس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

اس کی آنکھوں میں الجھن واضح تھی، رانی بائی کی مدد سے وہ زریاب کے

قاتل تک پہنچنا چاہ رہا تھا مگر اس بار مجرم بھی تیز دماغ کا لگ رہا تھا، وہ ساحر سے پہلے ہی رانی بائی تک پہنچا اور ساحر کے ہاتھ میں آیا ہوا کلیو بھی ختم کر دیا. ساحر نے جہاں سے تفتیش شروع کی تھی وہ واپس وہیں پہنچ گیا تھا. وہ اسی مخمصے میں بے مقصد گھومنے لگا کہ اب کس طرح سے تفتیش کو آگے بڑھائے، جو رستہ کھلا تھا وہ مجرم اس کے منہ پہ بند کر گئے تھے، ابھی وہ اسی الجھن میں تھا کہ اس کے موبائل پہ کال آنا شروع ہوئی۔ سکرین پہ نام دیکھ کر وہ چونک گیا، کال اس کے والد کی تھی۔

"جی بابا." کال اٹنڈ کرتے ہوئے اس نے احترام بھرے انداز میں کہا۔

"پتر پولیس آئی ہے تمہارا پوچھتے ہوئے.." دوسری طرف سے ایک رعب دار آواز سنائی دی۔

"میرا پوچھتے ہوئے؟." وہ حیرت سے بڑبڑایا۔

"ہاں۔ کسی رانی بائی کے قتل کے کیس کے سلسلے میں. کہتے ہیں تم نے قتل کیا ہے۔"

"کیا مطلب میں نے.. میں کیسے..؟" بھک سے جیسے اس کے ذہن نے اچانک ساتھ چھوڑ دیا اور اسے سمجھ ہی نہ آئی کہ کیا بولے..

"کیسے کا کیا مطلب ہے. تم نے کیا ہے تو تم جانو. ہو سکتا ہے چھری وغیرہ استعمال کی ہو..." دوسری طرف سے شرارت بھری آواز سنائی دی۔

"بابا.. اس وقت میں سنجیدہ ہوں.." ساحر نے کہا۔

"تو یہ بھی تمہارا مسئلہ ہے.. کیا کرنا ہے پھر؟." حشمت گردیزی کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"فی الحال انہیں ٹال دیں۔ میں دیکھتا ہوں کیا کرنا ہے." ساحر نے کہا۔

"پتر مکھی سے امید کی جا سکتی ہے کہ ایک آدھ بار ہاتھ ہلانے سے جان چھوڑ دے. مگر مچھر دوسری طرف سے پھر آ جاتا ہے۔"

"جی بابا.. کبھی کبھی مکھی بھی جان نہیں چھوڑتی. خیر میں آپ کی بات سمجھ گیا، جلد ہی کچھ کرتا ہوں۔" ساحر نے چڑ کر کہا اور کال بند کر دی۔ اس نے گاڑی کو سائیڈ پہ لگا کر روکا اور سوچ میں ڈوب گیا۔

اس کے ہاتھ لگنے والا کلیو مجرم ختم کر چکے تھے، اور یقیناً اس وجہ سے ہی ختم کیا تھا کہ کوئی ان تک پہنچ نہ سکے لیکن رانی بائی کے قتل کا الزام ساحر گردیزی کے سر پہ۔ کیوں؟ یہ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی. کیا مجرم جانتے تھے کہ ساحر ہی ان کے پیچھے ہے. اگر جانتے تھے تو کیسے؟.. مجرم اس سے نہ صرف ایک قدم آگے تھے بلکہ انہوں نے ساحر کے قدم بھی روک دیے تھے، اوران قدموں میں بیڑیاں لگنے کا وقت آن پہنچا تھا۔ وہ جیسے جیسے اس پہ سوچ رہا تھا اس کا دماغ تپ رہا تھا، اور دماغ تپنے کے ساتھ ساتھ اس کا موڈ بھی بدل رہا تھا۔ اس نے موبائل اٹھایا اور ایک نمبر ملایا۔

"لارڈ سپیکنگ.."

"چیف. رانی بائی نامی.."

"میں جانتا ہوں. گرفتاری دینی پڑے گی ورنہ بہت بڑا وبال کھڑا ہو جائے گا۔" چیف نے سخت لہجے میں اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ چیف کی بات سن کر اس کے ہونٹوں پہ زہریلی مسکراہٹ ابھری اور ہونٹ پھیلتے چلے گئے۔

* * *

ایوانِ صدر کے میٹنگ ہال میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ صدارتی کرسی کے علاوہ تمام کرسیاں پُر ہو چکی تھیں۔ میٹنگ میں وزیراعظم، آرمی چیف، انٹیلی جنس چیف کرنل عابد، وزیر دفاع حسن امیر، وزیرِ خارجہ مصطفی زرگر سمیت اعلی اداروں کے سربراہان موجود تھے۔

چند لمحوں بعد بغلی دروازہ کھلا اور صدر صاحب اندر داخل ہوئے تو سب اپنی کرسیوں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ صدر صاحب پر وقار انداز میں چلتے ہوئے اپنی نشست پہ پہنچے اور بیٹھتے ہوئے باقی شرکا کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا تو سب بیٹھتے چلے گئے۔ صدر مملکت نے سیکرٹری کو اشارہ کیا تو وہ کھڑا ہوا۔

"جنابِ صدر اور معزز شرکا، آپ سب ملک کے موجود حالات سے اچھی تک واقف ہیں، اس شہر میں ابھی تک تین قتل ہو چکے ہیں اور تینوں ہی ہائی پروفائل قتل ہیں۔ دو کے بارے تو آپ جانتے ہی ہیں، سر انتھونی اور زریاب اکبر.... تیسرے قتل کی مقتولہ تو ہائی پروفائل نہیں ہے مگر جس شخص پہ قتل کا الزام لگا ہے وہ ہائی پروفائل ضرور ہے جس وجہ سے یہ کیس بھی بہت زیادہ اہمیت اختیار کر چکا ہے۔ سب سے پہلے سر انتھونی کا قتل ہوا، سر انتھونی جہاں سپر پاور ملک سے تعلق رکھتے ہیں وہیں ساتھ عوام میں اپنے کام کی وجہ سے خود ایک سپر پاور کا درجہ رکھتے ہیں، ان کا ہمارے ملک میں قتل ہونا اب بہت پیچیدگی اختیار کرتا جا رہا ہے، ابھی تک اس سلسلے میں کوئی بھی پیش رفت سامنے نہیں آئی اور نہ ہی کوئی مجرم پکڑا گیا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہم پہ بیرونی دباؤ بڑھ رہا

ہے اور ہمارے دشمنوں کو موقع مل رہا ہے کہ ہم کیچڑ اچھال سکیں۔ "سیکرٹری نے توقف کیا۔

"سر انتھونی کا بیٹا، جسے عرف عام میں پرنس کے نام سے جانا جاتا ہے، وہ ابھی تک یہیں ہے اور یہاں سے جانے کی اس کی ایک ہی شرط ہے کہ اس کے باپ کے قاتل پکڑے جائیں اور انہیں سزائے موت دی جائے۔ ایک طرف اس کے باپ کے قاتلوں کو پکڑنا اور دوسری طرف پرنس کی حفاظت بھی ہمارے ذمہ ہے، پرنس اب ہمارے لئے ٹائم بم کی حیثیت اختیار کرتا جارہا ہے جس سے ہمیں یہ بھی خطرہ ہے کہ وہ بھی کسی مجرم کے ہتھے نہ چڑھ جائے اور وہ خود بھی یہاں رہ کر ہم پہ اپنے ملک سے مسلسل دباؤ ڈلوا رہا ہے۔ ایک جملے میں کہوں تو سر انتھونی کا معاملہ ہمارے لئے دودھاری تلوار بن چکا ہے۔ "وہ لمحہ بھر کے لئے رکا۔

"سر انتھونی کے بعد اگلا قتل زریاب اکبر کا ہوا ہے، زریاب ایک عوامی اور نوجوانوں کا پسندیدہ لیڈر رہے جس کے قتل کا معمہ ابھی تک حل نہیں ہوا، اور نجانے کہاں سے اس کی پرتشدد لاش کی چند تصاویر بھی لیک ہو گئی ہیں جس وجہ سے وہ نوجوانوں کے دل میں گہری جگہ بنا چکا ہے اور اس قتل کو سیاسی مقاصد میں استعمال کرنے کی مکمل تیاری ہو چکی ہے....

جس کا نمونہ مختلف شہروں میں ہونے والے احتجاجی جلسوں کی شکل میں دیکھا جا چکا ہے اور اگر اس کیس میں پیش رفت نہ ہوئی تو اندرونی مسائل بڑھنے کا خدشہ بھی بڑھ جائے گا." سیکرٹری نے لمحہ بھر سانس لیا۔

"تیسرا قتل.. رانی بائی نامی ایک خاتون کا ہوا ہے جو ایک کوٹھا چلاتی تھی، وہ لڑکیوں سے دھندہ کرواتی تھی۔ اسے کیوں قتل کیا گیا یہ بات ابھی تک سامنے نہیں آئی، کس نے قتل کیا؟. یہ الزام ایک نوجوان ساحر علی گردیزی پہ ہے جو شہر کے جانے مانے نواب حشمت گردیزی کا اکلوتا بیٹا ہے۔ نواب حشمت اور ان کا بیٹا، دونوں ہی ایک طرح سے ہائی پروفائل افراد میں سے ہیں، اور لوگوں کے بہت کام آنے والے افراد میں سے بھی ہیں۔ عام لوگ ان سے محبت تو کرتے ہیں مگر آج کے اس سوشل میڈیا کے دور میں محبت کو بڑی آسانی سے نفرت میں بدلہ جا سکتا ہے۔ شام کے اخبار نے کھل کر ساحر گردیزی کے خلاف مواد چھاپا ہے، انہوں نے حکومت کی اجازت کے بغیر ایسا کیوں کیا؟۔ اس کی جانچ پڑتال جاری ہے لیکن عوام میں تشویش کی لہر ضرور دوڑ رہی ہے، اور ایک دبی دبی خواہش یہ ابھر رہی ہے کہ ساحر گردیزی کو جلد سے جلد گرفتار کیا جائے. عوام میں اگرچہ یہ بات کم ہے مگر شہر کی وہ آبادی جو ساحر یا

اس کے باپ کے ہاتھوں کسی نہ کسی زیادتی کی پاداش میں زِک کھا چکے ہیں وہ باؤلے ہو رہے ہیں کہ فوری ساحر کو گرفتار کیا جائے، مختصراً اس قتل کے نتیجے میں بھی اس شہر میں ہنگامے کی امید کی جاسکتی ہے اگر ساحر گردیزی کو گرفتار نہ کیا گیا تب بھی اور کرلیا تب بھی۔" سیکرٹری نے کہا اور صدر سے اجازت لے کر بیٹھ گیا۔

"ساحر کو گرفتار کرنے میں کیا رکاوٹ ہے؟." وزیر دفاع نے پوچھا۔

"رکاوٹ یہ ہے کہ ان کے ساتھ بھی عوام کھڑی ہے، گرفتاری کی صورت میں بھی تناؤ کا ماحول کھڑا ہو سکتا ہے۔" سیکرٹری نے کہا۔

"تو صورتحال یہ ہے کہ اس کیس میں عوام بمقابلہ عوام.. والا کام ہو گیا ہے۔" آئی بی کے چیف کرنل عابد نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلایا۔

"کمشنر صاحب.. آپ کیا کہتے ہیں اس بارے میں؟." صدر نے پولیس کمشنر نے پوچھا۔

"سر. رانی بائی کے کمرے میں ساحر گردیزی کی انگلیوں کے نشانات پائے گئے ہیں، ان کے مطابق تو ساحر ہی قاتل ہے لیکن اگر آپ ساحر

کے حوالے سے بات کریں تو میں ذاتی طور پہ یہ کہوں گا کہ یہ اس کا کام نہیں ہے۔" پولیس کمشنر نے کہا تو سب چونک گئے۔

"اس کی کیا وجہ ہے؟." وزیر دفاع نے بے صبری سے پوچھا۔

"ساحر گردیزی بہت ذہین اور تیز طرار نوجوان ہے، کردار کا مضبوط شخص ہے جو ایسی جگہوں پہ تو بالکل نہیں جاتا۔ فرض کریں کہ اگر اس نے ایسا کیا بھی ہے تو اتنی آسانی سے سراغ چھوڑ جائے گا، یہ ہو ہی نہیں سکتا۔" کمشنر نے کہا۔

"آپ کی ٹیم اسے گرفتار کرنے گئی؟." وزیر دفاع نے کہا۔ صدر مملکت سب کچھ سننے تک محدود تھے۔

"پولیس تو گئی تھی مگر تب ساحر گردیزی گھر پہ نہیں تھا۔ میں معافی چاہوں گا مگر وہ دونوں باپ بیٹے قانون کو ہاتھ میں لینے والے شہر کے سب سے بڑے غنڈے ہیں، وہ آسانی سے ہاتھ نہیں آئیں گے، ہمیں شکنجہ کسنا پڑے گا۔" وزیر اطلاعات نے کہا۔

"تو اب تک شکنجہ کسا کیوں نہیں گیا؟." اس بار صدر مملکت نے مداخلت کرتے ہوئے پوچھا۔

"وہ سر. ہمارے کام میں اعلیٰ سطح سے مداخلت کی جاتی ہے جس وجہ سے ہمارے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔" کمشنر نے آنکھیں جھکاتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ. وہ سب میں جانتا ہوں. میں آپ کے ہاتھ کھول رہا ہوں، ساحر گردیزی کی یہ رات سلاخوں کے پیچھے ہونی چاہیے، چاہے وہ جتنی بڑی توپ کیوں نہ ہو۔ تینوں کیسز میں یہ کیس تو میرے خیال سے آپ آسانی سے حل کر سکیں گے۔" صدرِ مملکت نے طنزیہ لہجے میں کمشنر سے کہا تو کمشنر نے سر جھکا لیا۔

"سر انتھونی کا کیس فیڈرل انویسٹی گیشن بیورو کے پاس تھا، کیا اپ ڈیٹ ہے؟.." صدر نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"جنابِ صدر. پوسٹ مارٹم رپورٹ کی روشنی میں تفتیش جاری ہے، جلد ہی کوئی سراغ مل جائے گا." ایف آئی بی کے سربراہ نے رپورٹ دی۔

"اگلے سال تک امید ہے سراغ مل جائے گا؟." صدر نے کاٹ کھانے والے لہجے میں کہا تو سب نے چپ سادھ لی۔

زریاب اکبر والے کیس میں کیا چل رہا ہے؟." انھوں نے دوبارہ پوچھا۔

"سر وہ بھی..۔" ایف آئی بی کے چیف نے بات شروع ہی کی تھی۔

"اوکے. اوکے. اس کی بھی تفتیش جاری ہے۔ "صدر نے بات کاٹی۔

"سر.. ایف آئی بی اور ہم، ایک ہی ٹارگٹ پہ پہنچے تھے۔ رانی بائی، جس کے قتل کا الزام ساحر گردیزی کے سر ہے، یہ اس کیس میں بنیادی اہمیت رکھتی تھی، پولیس کے قابل انسپکٹر عباس رانی بائی تک پہنچ کر معلومات لے چکے تھے اور تفتیش جاری تھی کہ اچانک اس کا قتل ہو گیا۔ "کمشنر نے کہا تو اس انکشاف پہ سب چونک گئے۔

"اوہ.. آئی. سی.. تو یہ معاملہ ہے، اس طرح تو ساحر گردیزی زریاب

اکبر کے کیس میں براہ راست ملوث نظر آتا ہے۔ "کرنل عابد جو کافی دیر سے یہ بحث سن رہے تھے، نے کہا۔

"پھر تو فوری ساحر گردیزی کو حراست میں لیا جانا چاہئے۔ "صدر نے کہا۔

اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی، انٹر کام کی مترنم گھنٹی بجی، صدر نے چونک کر ریسیور اٹھایا۔ انٹر کام کو ایمر جنسی کی صورت میں ہی استعمال کیا جاتا تھا۔

"یس..۔ "انہوں نے باوقار انداز میں کہا۔

"اوہ... اچھا۔ بات کراؤ جلدی... " انہوں نے چونک کر سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

" یس لارڈ۔ " اس بار انہوں نے قدرے نرم لہجے میں کہا تو سب کے کان کھڑے ہو گئے۔ اور کان کھڑے کیوں نہ ہوتے، ایک تو یہ نام "لارڈ" ان کے لئے نیا تھا، دوسرا صدر کا لہجہ .... لہجہ ظاہر کرتا تھا کہ دوسری طرف بھی کوئی اہم شخصیت ہے۔

"اوہ. ویری گڈ. آپ نے بہت بڑا مسئلہ حل کر دیا، میرے علم میں تو یہی ہے وہ عفریت قسم کا بندہ ہے اور اس پہ ہاتھ ڈالنا مشکل ہے۔ " صدر نے مسکراتے ہوئے کہا اور اچانک ان کا چہرہ پر سکون ہوتا چلا گیا۔

"زریاب اکبر اور سر انتھونی کے حوالے سے کچھ کام چل رہا ہے؟. " انہوں نے مبہم سے انداز میں پوچھا۔

" اوکے. میں سمجھ گیا. ٹھیک ہے.. بائے۔ " انہوں نے تیزی سے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔ سب ان کی طرف پر اشتیاق نظروں سے دیکھ رہے تھے کیونکہ بات چیت سے وہ سمجھ گئے تھے کہ کچھ امید کے خلاف کام ہو

گیا ہے جس پہ صدر صاحب پر سکون ہو گئے ہیں اور وہ چاہتے تھے کہ وہ بات ان سے بھی شئیر کی جائے۔

"ساحر گردیزی نے خود گرفتاری دے دی ہے، اس کے ایک گارڈ نے پولیس والوں پہ حملہ کر دیا تھا، اسے بھی گرفتار کر لیا گیا ہے۔" صدر صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا تو پولیس کمشنر تو جیسے اچھل پڑا، باقی افراد جو ساحر کے بارے میں سن چکے تھے ان کی بھی حالت مختلف نہ تھی۔

"عوام کے لئے وہ صرف رانی بائی کے قتل کا ملزم رہے گا لیکن اس سے تفتیش ایک اور ادارہ کرے گا، وہ رہے گا پولیس کی حراست میں مگر پولیس پوچھ گچھ نہیں کرے گی." صدر کی یہ بات پہلی بات سے بھی حیران کن ثابت ہوئی، ابھی کچھ دیر پہلے وہی صدر، کمشنر کے ہاتھ کھول کر ساحر گردیزی کو پکڑنے کا کہہ رہے تھے اور جب وہ خود گرفتاری دے رہا ہے تو صدر صاحب کمشنر کے ہاتھ پھر باندھ رہے تھے. کمشنر بھی حیران تو تھا مگر پروٹوکول کیوجہ سے سوال پوچھنے کی جرات نہ کر سکا۔

"اور سر۔ اگر آپ اجازت دیں تو ایک سوال ہے۔" آرمی چیف نے کہا۔

"یس جنرل. پوچھیں."

"یہ مسٹر لارڈ. نیا نام ہے ہمارے لئے.."

"جلد ہی جان جائیں گے، ایف آئی بی اور پولیس.. ایک ہفتے کا وقت ہے تینوں کیسز حل کریں. یہ اطلاع بھی ملی ہے کہ مزید لوگوں کے قتل ہونے کا بھی خدشہ ہے، لہذا جتنی جلدی یہ گتھی سلجھے گی اتنی جلدی یہ سلسلہ بند ہو جائے گا۔" صدر نے اٹھتے ہوئے کہا اور سب کو اپنے پیچھے حیران و پریشان چھوڑ کر ہال سے نکلتے گئے۔

* * *

جیسے ہی دروازہ دھماکے سے کھلا، یونگ اچھل کر دروازے کی اوٹ میں ہوا اور اسی وقت مشین گن کا دہانہ کھلا، چارلی اور اس کا ساتھی چیختے ہوئے زمین پہ گرتے چلے گئے، گولیوں نے انہیں چھلنی کر دیا تھا۔ آنے والا تیز رفتاری سے قدم اٹھاتا ہوا بے ہوش نوجوان کے پاس پہنچا۔ یونگ نے کچھ سوچ کر جلدی سے موبائل جیب سے نکالا اور ریکارڈنگ موڈ پہ ڈال دیا....

حملہ آور نے بے ہوش نوجوان کے گال اپنے ہاتھوں سے تھپتھپانے شروع کئے. وہ یقیناً اسے نام لے کر بلا رہا تھا مگر یونگ سن تو نہ سکتا تھا۔ پھر اس نے نوجوان کا ڈھلکا ہوا سر دیکھ کر اس کی گردن پہ اپنی انگلیاں رکھیں، وہ چیک کر رہا تھا کہ نوجوان بے ہوش ہے یا مر چکا ہے، پھر تیزی سے اس کے ہاتھ پاؤں کھولے اور اسے کندھے پہ لاد کر آندھی کی طرح نکلتا گیا۔

یونگ کے منہ سے ایسا سانس خارج ہوا جیسے صدیوں سے دم سادھے کھڑا ہو، وہ پھرتی سے ہٹ نہ گیا ہوتا تو اس وقت چارلی کے ساتھ لیٹا ہوا ہوتا۔ اسے چند لمحے تو سمجھ ہی نہ آئی کہ ہوا کیا ہے، جس تیزی سے سب کچھ نپٹ گیا تھا اور جو زلزلہ تھوڑی دیر پہلے اس نے محسوس کیا تھا جس

وجہ سے وہ مستعد ہوا تھا، اس کے بعد اس کے ذہن میں یہ خیال بن گیا تھا کہ اب واپس کلب کے ہال یا چارلی کے دفتر میں موت کے سوا کچھ نہیں. وہ چونکہ چارلی کے ساتھ بہت دفعہ یہاں آچکا تھا لہذا ہر رستہ جانتا تھا. وہ اس کمرے سے نکلا اور راہداری میں محتاط انداز میں آگے بڑھتا گیا۔ لفٹ کے قریب پہنچ کر وہ لفٹ کے ساتھ بنے واش روم میں پہنچا اور سوئچ بورڈ پہ موجود ایک ساکٹ میں بے خوفی سے انگلی گھسا کر مخصوص انداز میں گھمایا اور پھر انگلی نکال لی، اگلے ہی لمحے کمرہ حرکت میں آگیا اور دائیں طرف حرکت شروع کر دی. کافی دیر یوں ہی چلتے رہنے کے بعد کمرہ رکا اور اس کا دروازہ خود بخود کھلنے پہ یونگ باہر نکلا، اور راہداری میں آگے بڑھتا گیا۔ چند قدم چلنے کے بعد وہ سامنے آنے والی سیڑھیوں سے تہ خانے سے نکلا تو وہ ایک نئ عمارت میں تھا۔ وہ گیراج کی طرف بڑھتا گیا اور گیراج سے ایک چھوٹی کار میں سوار ہو کر گیٹ کے پاس پہنچا، نیچے اتر کر اپنے لئے گیٹ کھولا اور گاڑی کو باہر نکال کر گیٹ بند کیا اور ایک سمت کو چل پڑا۔ کافی دیر کے بعد اس کے چہرے پہ اطمینان نظر آیا تھا، ایک طرح سے وہ موت سے سلام دعا کر کے باہر آیا تھا جس وجہ سے اعصاب ابھی تک تنے ہوئے تھے۔

وہ چارلی کے پاس مدد لینے کے لئے پہنچا تھا مگر چارلی خود پرلوک سدھار گیا تھا جس کی وجہ یونگ تھا۔ وہ نوجوان یونگ کے پیچھے ہی وہاں پہنچا تھا اور یونگ کے کہنے پہ ہی اسے اٹھا کر اڈے میں لایا گیا جس کے بعد اس نوجوان کے ساتھی اڈے تک بھی پہنچ گئے. ایک طرح سے یونگ نے چارلی اور اس کے ساتھیوں کی اجتماعی قبر خود اپنے ہاتھوں سے کھودی تھی جس کا اسے بہت افسوس تھا مگر وہ اب کچھ کر نہیں سکتا تھا. مدد تو اسے اس دیارِ غیر میں چاہئے تھی، یونگ ہر کام میں اپنے ساتھی بدلنے کا عادی تھا۔ جب بھی وہ شکار پہ نکلتا تو نئے لوگوں کو ساتھ لے کر نکلتا تھا، لوگ بھی محض مددگار کے طور پہ. جیسے ورکشاپ پہ استاد کے آس پاس پانا، رینچ، سکریوڈرائیور پکڑانے والی ایک فوج ہوتی ہے. اسی تلاش میں چارلی تک پہنچا تھا اور اب پھر اسی تلاش میں تھا، اس نے کار ایک سنسان سڑک پہ موڑی اور جلد ہی اپنی مرضی کی ایک جگہ پہ کار کو سائیڈ پہ روک کر اس نے جیب سے سیل فون نکالا اور ایک نمبر پہ رہ ریکارڈنگ بھیجی جو اس نے تہ خانے میں کی تھی. اس نے ایسا اس وجہ سے کیا تھا کہ شاید کوئی کام کی بات مل جائے. جب اسے لگا کہ ریکارڈنگ بھیجے مناسب وقت گزر چکا ہے تو اس نے کال ملائی. ریکارڈنگ ویسے بھی کم ہی وقت کی تھی۔

"یس باس..۔" دوسری طرف سے سکرین پہ ایک شخص نظر آیا۔ یہ ویڈیو کال تھی۔

"تم نے ریکارڈنگ سنی؟.. کوئی خاص بات؟." یونگ نے اشاروں میں پوچھا۔

"باس.. ایک ہی جملہ باربار دہرایا گیا ہے، وہ آپ کو بتا دیتا ہوں۔" دوسری طرف سے جواب آیا۔

"اوکے..."

"جبران.. جبران .. ہوش میں آؤ.. بس یہی جملہ ہے باس." دوسری طرف سے جواب ملا.

"اوکے... بائے۔" اس نے کہ اور کال بند کر کے ایک اور نمبر ملایا۔

جلد ہی کال ریسیور ہوئی اور موبائل کی سکرین پہ ایک چہرہ نظر آنے لگا. یہ بھی ویڈیو کال کی تھی۔

"ایک شخص کو تلاش کرنا ہے، اس کا نام جبران ہے. صرف نگرانی اور یہ پتہ لگانا ہے کہ اس سے کون کون ملتا ہے." یونگ نے اشاروں میں سمجھایا اور ساتھ ہی جبران کا حلیہ بتایا۔

"اوکے. میں اپنے آدمی لگادیتاہوں اس کام پہ."

"چارلی اور اس کے لوگ مارے گئے، مجھے ایک گروپ چاہئے اپنا کام کرنے کے لئے۔" اس نے موبائل کو سامنے سیٹ کر کے رکھتے ہوئے اشاروں میں بتایا۔

"چارلی کیسے مارا گیا؟" سکرین پہ موجود چہرے پہ حیرت ثبت ہوتی نظر آرہی تھی۔ اس نے بھی اشاروں میں یونگ سے سوال پوچھا۔

"وہ لمبی کہانی ہے، تم پہلے مجھے کوئی ٹپ دو. میرے پاس وقت بہت کم ہے۔" یونگ نے جھلا کر کہا۔

"ٹارگٹ کس درجے کا ہے؟."

"لیول ون. ۔" یونگ نے جواب دیا۔

"اوہ.. بہت خطرناک کام ہے."

"توکیاکوئی ٹپ نہیں تمہارے پاس؟." یونگ نے منہ بنایا۔

"ٹپ توہے، وہ مہنگا بہت ہے. اور....۔"

"تم مجھے ٹپ دو بس." یونگ کے چہرے پہ غصہ نظر آنے لگا۔

"اوکے اوکے ۔۔وہ رات کو پرائم کلب میں نظر آتا ہے، کافی دنوں سے شہر سے باہر تھا اب پھر لوٹ آیا ہے. سب اسے مسٹر بی کے نام سے جانتے ہیں، بہت ہی خطرناک، اکھڑ مزاج اور مغرور ہے مگر

ہے بہت کام کا بندہ. تمہارے مطلب کا ہے، ایک بار وہ مان گیا تو سمجھو تمہارا آدھا سر درد ویسے ہی ختم ہو جائے گا۔"

"اوکے.. شکریہ."یونگ نے کہا۔

"اسے بک کرنے کے لئے بھی مخصوص کوڈ ہے.. جب اس سے ملو تو کہنا کہ مجھے کہنا کہ مجھے شیطان سے ملنا ہے، اگر وہ تمہارے سامنے آئینہ رکھے تو سمجھنا کہ وہ تم سے بات کرنے پہ راضی ہے ورنہ نہیں."

"یہ کیا گھٹیا کوڈ ہے..۔"یونگ اچھلا

"مجبوری ہے.. شروع میں تو کہنا پڑتا تھا کہ مجھے گدھے سے ملنا ہے۔"

دوسری طرف سے جواب ملا اور ساتھ ہی مسٹر بی کا حلیہ بتا دیا۔

"اوہ.. شکریہ.."یونگ نے ایسے کہا جیسے وہ موت کے فرشتے سے بچ گیا ہو۔

"لیکن اس کے ساتھ ایک مسئلہ ہے."دوسری طرف سے کہا گیا۔

"پہلے تم اس کے میڈل گنوا رہے تھے کیا؟." یونگ نے دانت پیستے ہوئے کہا، اسے اب پچھتاوا ہو رہا تھا کہ اس سے رابطہ ہی کیوں کیا مگر وہ اپنی مجبوری بھی سمجھتا تھا لہذا بھگت رہا تھا۔

"وہ اپنے آپ سے باتیں کرتا ہے. سب کے سامنے، سرِعام اور جب دماغ چل جائے، لیکن وہ بات کا پکا ہے." اس نے کہا۔

"ویری گڈ. اسی کی کسر رہ گئی تھی، تم مجھے کسی پاگل کی ٹپ دے رہے ہو۔" یونگ نے منہ بنایا۔

"یقین مانو وہ تم سے بھی خطرناک ہے.."

"یونگ سے خطرناک مرد کسی ماں نے پیدا ہی نہیں کیا۔" یونگ نے آنکھیں نکالتے ہوئے جواب دیا۔

"وش یو گڈ لک."

"بائے." یونگ نے کہا. وہ اس کہانی سے اکتا گیا تھا لیکن جب یہ سنا کہ وہ شخص خود یونگ سے خطرناک ہے تو یونگ کے ذہن میں چنگاری سلگی.... فون ساتھ والی سیٹ پہ پھینکتے ہوئے اس نے کار کو سڑک پہ چڑھایا اور ایکسیلیٹر دباتا چلا گیا. آج کے فالتو کے جھنجھٹ میں اس کا بہت

وقت برباد ہو گیا تھا جس کا بدلہ وہ کار سے لے رہا تھا. اس کا رخ پرائم کلب کی طرف ہی تھا. آدھے گھنٹے کی مسافت کے بعد وہ پرائم کلب کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہا تھا. کار پارکنگ میں چھوڑ کر وہ ہال کی طرف بڑھا۔ ہال میں ابھی انتارش نہ تھا، یونگ نے ایک کونے میں لگی میز کا انتخاب کیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ وہاں پہنچا اس کے بیٹھتے ہی ویٹر آن پہنچا. اس نے من پسند شراب، وہسکی کا آرڈر دیا اور وہسکی اور مسٹر بی کا انتظار کرنے لگا. اس کے آنے میں ابھی گھنٹا رہتا تھا. یونگ جان بوجھ کر پہلے پہنچا تھا. گھڑی کی سوئیاں چلنے کے ساتھ ساتھ ہال میں رش بڑھنے لگا اور اچھا خاصہ مجمع لگ گیا۔ اگلا پورا گھنٹہ اس نے وہسکی کے گھونٹ بھرنے میں گزارا تھا، اچانک اس کی متلاشی نظریں ہال کے داخلی دروازے پہ جم گئیں. دروازے پہ اس کا مطلوبہ شخص کھڑا نفرت بھری نظروں سے ہال میں موجود لوگوں کو دیکھ رہا تھا جیسے کیڑے مکوڑے کرسیوں پہ براجمان دیکھ لئے ہوں۔

اس نے بہترین تراش خراش کا سوٹ پہن رکھا تھا، چہرے سے ہی

بدمزاج نظر آرہا تھا مگر تھا جاذبِ نظر، اس کی آنکھوں میں سانپ کی سی چمک تھی، ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی ہر طرف نظر ہے۔ اسے دیکھ

کر ذہن میں خیال تک نہ گزرتا تھا کہ وہ خطرناک ہے مگر اس کے پیچھے.. اس کے پیچھے خوفناک چہروں والے کالے سیاہ مقامی غنڈے تھے جو اس بات کی تصدیق ضرور کرتے تھے ان کا باس خطرناک شخص ہے. انہوں نے سیاہ پتلونیں اور سیاہ بنیانیں پہن رکھی تھیں جن سے بازؤں کی مچھلیاں مچلتی نظر آرہی تھیں. ان کے پورے پورے جسم پہ سیاہی تھوک کے حساب سے برسی ہوئی تھی. اسے دیکھتے ہی ہال میں ایک بار خوموشی چھائی جیسے موت کا فرشتہ آن پہنچا ہو مگر اس کے ایک گارڈ کے اشارے پہ ساکت افراد دوبارہ ہلڑ بازی میں کھوتے چلے گئے۔ یہ دیکھ کر کلب کے مینجر نے اسے جھک کر سلام پیش کیا اور شکریہ ادا کیا۔ وہ سر جھٹک کر آگے بڑھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا یونگ سے چند قدم فاصلے پہ موجود اپنی ریزروشدہ میز پہ بیٹھ گیا.... اس کے گارڈز اس کے قریب ہی پھیل کر کھڑے ہو گئے. ایک ویٹر سہمی ہوئی شکل کے ساتھ اس کے قریب پہنچا اور آرڈر لیتے ہی ناک کی سیدھ میں نکلتا بنا جیسے ایک لمحے کی دیر بھی قیامت ڈھا سکتی ہے۔

یونگ نے یہ دیکھ کر نیپکن سے ہونٹ خشک کئے اور اٹھ کر اس کی

طرف بڑھا. ابھی وہ چند قدم ہی بڑھا کہ مسٹر بی کے ایک گارڈ نے یونگ کے سینے پہ ہاتھ رکھ کر اسے کو روکا. یونگ کی آنکھوں میں عجیب سی چمک ابھری۔ لمحہ کے سوویں حصے میں اس نے گارڈ کا بازو پکڑ کر نجانے کیسے گھمایا کہ بھاری بھر کم گارڈ قلابازی کھا کر ساتھ موجود میز پہ کمر کے بل گرا اور تڑاکے کی آواز کے ساتھ میز ٹوٹ گئی۔ یہ منظر دیکھتے ہی ساری کرسیوں سے افراد کھڑے ہوتے چلے گئے اور سب نے حیرت سے یونگ کی طرف دیکھا جس پہ مسٹر بھی کے باقی گارڈز گنیں تان چکے تھے مگر مسٹر بی. جو دلچسپی سے یونگ کو دیکھ رہا تھا، اس نے ہاتھ کے اشارے سے یونگ کو اپنی طرف بلایا۔ گارڈز نے گنیں نیچے کیں اور یونگ پر اعتماد چال چلتے ہوئے مسٹر بی کے سامنے موجود خالی کرسی پہ بیٹھ گیا۔

مسٹر بی نے اپنے گارڈ کی طرف دیکھ کر اشارہ کیا، گارڈ نے آس پاس کھڑے لوگوں کو بیٹھنے کو کہا تو ہال کا ماحول نارمل ہوتا گیا۔ یونگ اس کی طرف دیکھ رہا تھا کہ وہ کوئی بات شروع کرے گا، اس سے پوچھے گا کہ وہ کون ہے اور اس کے آدمی پہ حملہ کیوں کیا مگر وہ سامنے میز کو گھورتے ہوئے اپنے خیالوں میں ہی گم رہا. مجبوراً یونگ کو ہی شروعات کرنی پڑی اور اس نے اشاروں میں بات شروع کی۔

"مجھے شیطان سے ملنا ہے" اس نے شرمندہ سے انداز میں کہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر مسٹر بی نے اس کے ساتھ کام کرنا ہوا تو وہ اس بات پہ یونگ کو آئینہ دیکھائے گا۔ دوسری طرف مسٹر بی نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا کیونکہ اس نے اشاروں میں بات کی تھی، لمحہ بھر کے بعد اس نے اپنے ایک گارڈ کو اشارہ کیا. اور وہی ہوا جس کی یونگ کو امید تھی۔ ایک چھوٹا سا آئینہ اس کے منہ کے سامنے تھا۔

"ملو.. شیطان سے.." مسٹر بی نے سنجیدہ انداز میں اشارہ کیا۔ اس کو دیکھ کر ایسا بالکل نہیں لگ رہا تھا کہ وہ یونگ کا مذاق ارارہاہے. یونگ نے سوچا کہ ہو گا کوئی سنکی۔ اس نے سر جھٹکا۔

"مجھے ایک آدمی کو قتل کرنا ہے." یونگ نے اشاروں میں کہا تو مسٹر بی کی آنکھوں میں چمک ابھری، اگلے لمحے اس نے ہونٹوں پہ زبان پھیری جیسے بہت عرصے بعد اس شکار نصیب ہونے والا ہو۔

"تم بول نہیں سکتے؟." مسٹر بی نے اشاروں میں ہی یونگ سے تصدیق کرنا چاہی۔

"ہاں.."

"کسے قتل کرنا ہے؟۔"

"یہاں بتایا تو فوج بھی پیچھے لگ سکتی ہے۔" اس نے بتایا بھی نہ اور مسٹر بی کی ذہانت کو جانچنے کے لیے کلیو بھی دیا۔

"گڈ ٹارگٹ اچھا ہے۔ مال تگڑا ہو گا تو ٹھیک ہے۔ اپنی کار میں جا کر بیٹھنا، میں مل لوں گا۔" مسٹر بی نے اسے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

ساتھ ہی وہ خود کھڑا ہوا اور اچانک یونگ پہ برس پڑا، اس بار وہ بول رہا تھا، اس کی آواز میں بھیڑیئے جیسی غراہٹ تھی۔ اس کے بولتے ہی ہال میں یکلخت موت کی سی خاموش چادر پھیلتی گئی۔ ہر شخص کو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اسی سے مخاطب ہو۔ یونگ کو اس کی آواز تو سنائی نہ دے رہی تھی مگر وہ اس کی انداز سے سمجھ گیا تھا کہ وہ اس پہ نقلی غصہ دکھا رہا تھا تا کہ دیکھنے والے یہی سمجھیں کہ ان میں بگڑ گئی ہے اور کوئی ان کے درمیان تعلق نہ سمجھے۔ مسٹر بی نے دھاڑتے ہوئے اٹھنے کا کہا اور ساتھ ہی اشارہ کیا۔ یونگ اشارہ سمجھتے ہی اچھل کر کھڑا ہوا اور غصے سے زمین پہ پاؤں مارتا ہوا وہاں سے تیزی سے کھسک گیا۔ اس نے اپنی طرف اٹھی ہوئی سب کی ترحم زدہ آنکھیں دیکھتے ہوئے وہاں سے نکلنے کی ٹھانی۔ تیزی سے عمارت سے نکل کر وہ اپنی چھوٹی سی کار کی طرف بڑھ گیا۔

* * *

انسپکٹر عباس بہت غصے میں تھا۔ اس کے خیال میں رانی بائی بہت ہی کام کا کلیو تھا جسے ساحر گردیزی نے موت کے گھاٹ اتار کر اس کی ناکامی کا دھانہ کھول دیا تھا۔ چونکہ وہاں ساحر گردیزی کی انگلیوں کے نشانات ملے تھے لہذا اس کے ذہن میں یہ خیال راسخ ہو چکا تھا کہ وہی رانی بائی کا قاتل ہے. جب پہلی بار نواب مینشن سے پولیس کو خالی ہاتھ لوٹایا گیا تو عباس بپھر گیا لیکن جب اسے نواب مینشن اور ساحر گردیزی کی پروفائل سے روشناس کروایا گیا تو وہ قدرے رام ہوا. اس کے باوجود وہ اسے جلد سے جلد سلاخوں کے پیچھے دیکھنا چاہتا تھا. تاکہ اس سے تفتیش کا آغاز کر سکے

اور اپنی ذہنی اذیت کا بدلہ لے سکا اور خدا خدا کر کے اس کی یہ خواہش پوری ہوئی جب ساحر گردیزی نے خود کو سرنڈر کرنے کا فیصلہ کیا. عباس اس پہ حیران ضرور تھا کہ جس طرح کی شخصیت کا مالک تھا، ساحر اتنی آسانی سے کیسے سرنڈر کر سکتا ہے، قانون کے علاوہ پیسے اور سیاسی اثر و رسوخ میں بھی بہت سے طریقے ہوتے ہیں بچ نکلنے یا مصیبت کو ٹالنے کے مگر ساحر نے کسی قسم کا سہارا نے لیا تھا اور نہ ہی الزام کی تردید کی تھی۔

دوسری طرف عباس خوش بھی بہت تھا کہ بہت آسانی سے ساحر ہاتھ لگ گیا اب وہ رانی بائی .... زریاب اکبر اور ساحر کے درمیان ایویں ہی کڑیاں جوڑنے کے چکر میں پڑ گیا تھا لیکن تب اس کے قدموں تلے زمین کھسک گئی جب یہ خبر پہنچی کہ ساحر کو پولیس کی حراست میں تو رکھا جائے گا مگر پولیس اس سے تفتیش نہیں کرے گی بلکہ حکومت کا کوئی خفیہ ادارے یہ کام کرے گا۔ ابھی وہ اس پہ بحث کرنے کے چکر میں تھا کہ ایک نئی اطلاع آن پہنچی جو اس کے رونگٹے کھڑے کرنے کے لئے کافی تھی.

"آج رات جنرل واجد درانی کو قتل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔" تمہارا خیر خواہ۔ یہ اطلاع کسی انجان بندے کی طرف سے تھی جو ایک کورے کاغذ پہ ٹیڑھے میڑھے انداز میں لکھی گئی تھی۔

جنرل واجد شہر کے ایلیٹ ٹاؤن میں رہائش پذیر تھا جسے حال ہی میں جوائنٹ فورسز کا سربراہ نامزد کیا گیا تھا۔ جنرل کا پورا خاندان، ملک بننے سے اب تک ملک کی خدمت میں مصروفِ عمل تھا، جنرل کا اپنا ایک بیٹا، کیپٹن حسنین دہشتگروں کے خلاف مشن میں شہید ہو چکا تھا. اس سے پہلے بھی تین شہادتیں ان کے خاندان کے حصے میں آئی تھیں جس وجہ سے یہ گھرانہ بہت مقبولیت رکھتا تھا۔ ذاتی حیثیت میں جنرل بہت نڈر اور ضدی قسم کا آدمی تھا۔ اس کی موجودہ صورتحال میں قتل، جب شہر کے حالات بے چینیوں کا شکار تھے اور جب ملک پہ اندرونی و بیرونی دباؤ بڑھ رہا تھا.... اور جب اسے جوائنٹ فورسز کا سربراہ نامزد کیا جا چکا تھا. رہاسہا سکون بھی تباہ کر دیتے اور یہ قتل نہ صرف افواج کے لئے بہت بڑا دھچکہ ہوتا بلکہ عالمی سطح پہ ملک کی ساکھ کو بہت نقصان پہنچتا کہ جو ملک اپنے جنرل کی حفاظت نہیں کر سکا وہ عوام کی کیا حفاظت کرے گا اور یہی بات سیاسی مقاصد کے لئے بھی استعمال کی جا سکتی تھی۔ ایک بار تو عباس

کے ہاتھ پاؤں پھول گئے پھر اس نے اطلاع کے بوگس ہونے پہ بھی سوچا مگر اسے کوئی ایسی وجہ سمجھ نہ آئی کہ اس کے ساتھ ایسا گھناؤنا مذاق کوئی کیوں کرے گا. پولیس کے ساتھ تو سنجیدہ بات کرنے سے لوگ کتراتے ہیں پھر مذاق؟.. اس نے سوچا کہ سچ مان لینے میں بھی کوئی نقصان نہیں. اسے بس نگرانی ہی کروانی ہے اور ایک رات مزید جاگ کر گزارنی ہے، اگر اطلاع سچ ہوئی اور اس نے مجرم پکڑ لئے تو واہ واہ ہو جائے گی اور اگر ساری رات ویسے ہی جاگنا پڑا تو چائے تو ہے ہی۔ اس نے اپنے قابل اعتماد سٹاف کی ٹیم بنائی اور انہیں یہ بتائے بغیر کہ کہاں جانا ہے ؟ کیا کرنا ہے؟ ویگن میں نکل پڑا۔

اس کا ذہن الجھا ہوا تھا. یہ وارداتیں جو بظاہر بے سروپا نظر آرہی تھیں اور جن میں کوئی ربط نہ تھا. اس کے خیال کے مطابق کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ تھیں. ابھی تک کہ جو حالات تھے ان سے ایک مبہم تصویر سامنے آرہی تھی کہ کم از کم شہر ضرور خطرے کی زد میں آچکا تھا اور حکومتی مشینری بھی اب بوکھلاہٹ کا شکار ہونے کو تھیا سے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا دعا مانگے. وہ یہ دعا مانگے کہ جنرل پہ حملہ ہو اور وہ مجرم پکڑ کر سرخ رو ہو یا وہ یہ دعا مانگے کہ رات بھر الوؤں کی طرح فضول

دیدے پھاڑ تا رہے.. اس نے سر جھٹک کر خود کو حالات کے دھارے میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا۔

"صاحب. ہم کدھر جارہے ہیں؟." پچھلی سیٹ پہ براجمان چوہدری نے پوچھا۔ وہ جیسا بھی تھا، عباس کو پہلے دن سے سب سے زیادہ اعتماد اسی پہ تھا۔

"آج ایک بہت بڑ ہنگامہ ہونے والاہے. جنرل واجد کو جانتے ہو تم لوگ؟." کچھ لمحے چپ رہنے کے بعد عباس نے سب کو بتانے کا فیصلہ کر کے بولا۔

"جی صاحب. جانتے ہیں."

"انہیں آج قتل کرنے کے لئے مجرم حملہ کریں گے." عباس نے پراسرار لہجے میں کہا تو سب اچھل پڑے۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟." چوہدری کے منہ سے خود بخود الفاظ پھسلتے گئے۔

"جیسے بھی ہو سکتا ہو. ہم نے مجرموں کو پکڑانا ہے۔" عباس مسکرایا۔

"وہاں تو ویسے ہی آرمی کے جوان تعینات ہوں گے، پھر کچھ نہ کچھ سکیورٹی اداروں کے لوگ بھی تو ہوتے ہیں. ہماری کیا ضرورت؟." چوہدری نے حیرت سے پوچھا۔

"ضرور ہوں گے. مگر ان کے پاس یہ اطلاع نہیں کہ آج کیا ہونے والا ہے. پھر مجرم دودھ پیتے بچے تو نہیں ہوتے. وہ ان کے پہرے کے باوجود اپنا کام کر گزرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں تبھی ایسا منصوبہ بنا رکھا ہے۔" عباس نے کہا۔

"مگر باس. اگر آرمی اور سکیورٹی کے افراد کے ہاتھ نہ آئیں. تو ایسے مجرم ہمارے ہاتھ کیسے آئیں گے؟." چوہدری کے جونیئر نے کہا تو چوہدری نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

"عام حالات میں ہو سکتا ہے کہ ہم ناکام ہوں لیکن اب جبکہ ہمارے پاس ان کے خلاف اطلاع ہے اور وہ ہمارے بارے میں انجان ہوں گے. ان کے منصوبے میں جنرل کی رہائش گاہ پہ موجود لوگوں کو ہٹانے کا منصوبہ تو ہو گا. مگر چونکہ ہمارے بارے میں جانتے نہیں ہوں گے تو ہمارا حملہ اچانک ہو گا. بوکھلاہٹ میں وہ لوگ ہاتھ آ سکتے ہیں۔" عباس نے کہا۔ وہ خلافِ توقع آج سنجیدہ ہی نظر آ رہا تھا اور کوئی بے وقوفی اس سے سرزرد

نہ ہو رہی تھی۔ شاید اس کی ذہنی رو کا ہی معاملہ تھا کہ اگر سنجیدہ ہو گیا تو پھر سنجیدہ ہی ورنہ پھر اللہ ہی حافظ.

"ایسے مجرم جو جنرل کو مار سکتے ہیں، وہ تو ہمیں بھی نہیں بخشیں گے اور پھر وقت پہ بندوق ہی نہ چلی تو..." چوہدری نے گاڑی سے باہر دیکھ کر حسرت بھرے لہجے میں کہا جیسے سچ مچ مقتل کی طرف ہی جا رہا ہو اور جہاں سے واپسی ممکن ہی نہیں۔

"ہم جیسے بھی رہیں. جیسے سروس کریں وہ الگ مسئلہ ہے. اس وقت میری نظر میں ہر طرف سے ہمارے ملک پہ دباؤ ہے. اندرونی طور پہ نوجوان ابلتے پھر رہے ہیں.. سر انتھونی.. زریاب اکبر. ساحر گردیزی. ان سب کی وجہ سے شہر کا ماحول بے چینی کی آماجگاہ بنا ہوا . ایسے میں جنرل واجد بھی شامل ہو گیا تو سوچو ملک کا کیا حشر ہو گا؟۔ یہ وقت ہے سب کچھ بھول کر ملک کے لئے کچھ کر گزرنے کا اگر اس میں جان بھی چلی جائے تو فخر کی بات ہے." عباس نے جذباتی انداز میں تقریر ہی کر ڈالی.

"ص. صص. صاحب." چوہدری ہکلایا۔

"کیا ہوا؟.." عباس نے چونک کر پوچھا۔

"سر پیشاب آگیا.. بہت سخت... سر جلدی." چوہدری چلایا۔

"شابا.... شے......۔" عباس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ عباس نے جو جذباتی ماحول بنایا تھا چوہدری نے اس پہ لمحہ بھر میں اس پہ پانی بلکہ پیش..... "جا چوہدری. بہتر ہے یہیں کر لے.. جنرل کی کوٹھی کو گیلا کرتا پھرے گا وہاں تو گولیاں بھی چلیں گی." عباس کے دماغ پہ چھائی سنجیدگی بھی دور ہوتی چلی گئی۔

گاڑی رکتے ہی چوہدری یوں بھاگا جیسے اس کے پیچھے پولیس پڑی ہو۔ اس "دُرگھٹنا" کے بعد ویگن کے دوبارہ چلنے سے لے کر ایلیٹ ٹاؤن تک خاموشی ہی رہی.... ایلیٹ ٹاؤن میں ویگن ابھی جنرل کی کوٹھی سے کافی فاصلے پہ تھی جب اچانک سارے ٹاؤن کی بجلی جاتی رہی...

"اوہ... یہ مشکوک کام ہے جلدی نکلو۔ جلدی. جلدی. یہ بہت خطرناک مجرم ہیں." پورے ٹاؤن کی بجلی بند ہوتے دیکھ کر عباس چیخا تو ویگن لہرا کر سڑک کے کنارے کی طرف بڑھی۔

*

اندھیرا پھیلتے ہی خاموشی کا احساس بڑھنے لگا. UPS قسم کی سہولتوں سے گھر پر نور ہونے لگے اور کہیں کہیں بھاری جنریٹر غرانے کی آواز بھی سنائی دی. عین اسی وقت جنرل واجد کی کوٹھی کی عقبی طرف موجود دو

سائے حرکت میں آئے۔ وہ تاریکی کا حصہ ہی معلوم ہو رہے تھے، جنریٹر اور دیگر سہولیات کے باوجود روشنی کی شدت وہ نہ تھی جو بجلی کے ہونے سے تھی اور شاید وہ دونوں یہی چاہتے تھے. وہ سڑک کے درمیان پہنچ کر رکے اور ایک نے ران سے لٹکی ہوئی ایک بوتل نکال کر زمین پہ بیٹھتے ہوئے اس کا ڈھکنا اتار. پھر ایک سیال مادہ دائرے کی صورت گرانا شروع کیا۔ بوتل خالی کر کے وہ کھڑا ہوا اور دو سے تین منٹ خاموش کھڑے رہے. اس کے بعد اس نے پاؤں اٹھا کر پوری قوت کے ساتھ زمین پہ مارا تو زمین میں سوراخ بنا، ساتھ ہی چھپاک کی آواز آئی. جیسے کوئی بھاری چیز پانی میں گری ہو. شاید کوئی سریع الاثر تیزاب تھا جس نے گٹر کا ڈھکنا ہی جلا ڈالا تھا.

اس نے سامنے والے کو اشارہ کیا اور خود زمین میں بننے والے سوراخ کے دونوں اطراف پہ ہاتھ رکھ کر جسم کو اندر لٹکایا، جب جسم اندر لٹک گیا تو اس نے ایک ہاتھ چھوڑ دیا اور پورا جسم ایک ہاتھ کے سہارے لٹکا ہوا تھا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا کر چھوٹی سے ٹارچ نکال کر اس کا بٹن دبایا تو روشنی پھیل گئی. وہ سڑک کے نیچے بنے سیوریج پائپ میں لٹکا ہوا تھا۔ اس نے ٹارچ منہ میں دبائی اور نیچے دیکھتے ہوئے دوسرا ہاتھ بھی چھوڑ

دیا... وہ بھی ہلکی سی آواز کے ساتھ سیور یج پائپ میں پہنچ گیا۔ پائپ میں پانی اس کی پنڈلیوں تک تھا اور پائپ بند رہنے کی وجہ سے ایسی گیس سے بھرا ہوا تھا کہ دماغ گھومنے لگتا۔ وہ تیزی سے ایک سائیڈ پہ ہوا تو دوسرا شخص بھی لٹک کر نیچے اتر چکا تھا۔

دونوں سیاہ لباس پہنے ہوئے تھے اور چہروں پہ عجیب سے ہیلمٹ نما نقاب سے پہنے ہوئے تھے۔ جن میں سے ناک کے اوپر سے ایک پائپ منہ پہ دائیں طرف جانے کے بعد اچانک منہ کے ساتھ ساتھ اوپر کو بڑھتے ہوئے پیشانی سے بھی بلند ہو جاتا تھا جیسے ناک سے دھواں نکالنے کے چمنی لگائی گئی ہو۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہی ایک طرف بڑھتے گئے اور جلد ہی سیور یج پائپ سے دوسری طرف نکلتے ہوئے ایک تنگ پائپ کے سامنے پہنچے۔ وہ پائپ اتنا تنگ تھا کہ اس میں سیدھا چلنا تو دور، جھک چلنا بھی ممکن نہ تھا۔ انہوں نے ایکدوسرے کی طرف دیکھا اور پھر ٹارچ والے شخص نے ٹارچ سر کے ساتھ موجود پائپ سے ایک ہک کے ساتھ مضبوطی سے نصب کی اور آگے بڑھ کر بہتے ہوئے گندے پانی میں یوں لیٹتا گیا جیسے یہ بڑا مسئلہ ہی نہ ہو۔ اگر اس کے جسم میں سے کچھ زیادہ بلند تھا تو وہ منہ سے لگا پائپ تھا۔۔ جو صاف ہوا

اس کی ناک تک پہنچ رہا تھا۔ اس کے پیچھے دوسرا شخص بھی لیٹ گیا اور وہ دونوں آگے پیچھے کہنیوں کے بل جسم کر گھسیٹتے ہوئے آگے کھسکنا شروع ہو گئے۔ دو منٹ کی مشقت کے بعد اگلا بندہ رک گیا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو ٹارچ کی روشنی میں مین ہول نظر آیا. اب وہ آسانی سے کھڑا ہو سکتا تھا کیونکہ سیوریج پائپ سے مین ہول کافی بلند تھا اور اسی طرح بنایا گیا تھا کہ بندہ اس میں اتر سکے. وہ تیزی سے کھڑا ہوا اور پچھلے شخص کو اشارہ کیا۔ وہ بھی اس کے ساتھ آ کر کھڑا ہوا اور دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر پہلے شخص کے لئے جگہ بنائی کہ وہ پاؤں رکھ کر مین ہول کے ڈھکنے تک پہنچ سکے. پہلا شخص اس کے ہاتھوں پہ پاؤں رکھتا ہوا مین ہول تک پہنچا اور اس پہ دباؤ ڈال تو مین ہول تھوڑا سا کھلا. اس نے محسوس کیا کہ ایک طرف سے ڈھکنا مین ہول کے ساتھ کسی فریم سے جڑا ہوا ہے اور دوسری طرف زنجیر سے بند ہے، ظاہر ہے تالا وغیرہ ہی لگایا گیا ہو گا۔

اب ان کے لئے رسک لینے کا وقت آن پہنچا تھا، اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر باریک سا پائپ نما راڈ نکالا جس کی لمبائی ڈیڑھ فٹ سے زیادہ کی نہیں لگتی تھی، اس کے سامنے کی طرف چھوٹا سا دھانہ بنا ہوا تھا اور عقبی طرف ایک گولہ سا بنا ہوا تھا. درمیان میں ایک چھوٹا سا بٹن تھا، پائپ کو،

مین ہول میں بننے والے رخنے میں ڈال کر اس نے ہلایا اور جب وہ پائپ زنجیر سے ٹکرایا تو وہ رک گیا. اس نے پائپ کو مناسب حد تک باہر نکالا اور زنجیر سے لگا کر بٹن دبا دیا. سٹک کی آواز کے ساتھ پائپ کے دھانے سے ننھا سا شعلہ نکلا اور وہ شعلہ زنجیر پہ پڑنے لگا۔ اگر باہر سے اس شعلے پہ کسی کی نظر پڑ جاتی تو بھونچال آ جاتا مگر ایک تو شعلہ بہت دھیما تھا دوسرا مین ہول کی طرف نظر جانے کا چانس کم تھا جس وجہ سے وہ پر اعتماد انداز میں اپنا کام کرتے رہے. دو منٹ کے اندر اندر زنجیر کٹ چکی تھی اور وہ مین ہول کا ڈھکنا اٹھانے میں کامیاب ہو گیا. اس نے دونوں ہاتھ مین ہول کی اطراف میں ڈالے اور اپنا جسم اوپر اٹھاتا چلا گیا. باہر نکلتے ہی وہ پھرتی سے زمین پہ لیٹ گیا اور اطراف کا جائزہ لیا. وہ کوٹھی بھی روشن ہی تھی لیکن دور دور تک کوئی انسان چلتا پھرتا نظر نہ آ رہا تھا۔

اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر باریک سی رسی نکالی اور اس کا ایک سرا مین ہول میں پھینکا، جب دوسری طرف سے رسی تنی تو وہ کھڑا ہو کر رسی کو کھینچتے ہوئے پیچھے ہٹتا گیا. اپنے جتنے وزن والے انسان کو

اس طرح باریک سی رسی سے کھینچا بہت ہی کٹھن کام تھا جس کا احساس شاید اسے بھی ہو رہا تھا جو کہ اس کی دھیمی رفتار اور ٹھہر ٹھہر کر قدم پیچھے

ہٹانے سے ظاہر تھا مگر جلد ہی رسی کا تناؤ کم ہوا۔ جو اس بات کا اشارہ تھا کہ دوسری طرف لٹکا ہوا شخص اتنی بلندی تک آگیا کہ کہ مین ہول تک ہاتھ ڈال سکے، تناؤ کم ہوتے ہی وہ بھی ڈھیلا پڑ گیا. اگلے ہی لمحے جیسے دھرتی نے سایہ اگلا ہو. دوسرا شخص بھی باہر آگرا۔ اس کے نکلتے ہی دونوں پھر لیٹ گئے. تھوڑی دیر وہ خاموشی سے لیٹے رہے پھر ایک نے اشارہ کیا۔

"اب اٹھنا چاہئے.."

"بالکل.. کام ختم کر کے سو لیں گے۔" دوسرے نے اشاروں میں جواب دیا۔ انہوں نے کروٹیں بدل کر اطراف کا جائزہ لیا اور پھر اٹھ کھڑے ہوئے. اگلے لمحے وہ جھکے جھکے انداز میں دوڑتے جا رہے تھے. جلد ہی وہ لان سے گزر کر اصل عمارت کی دیوار سے ساتھ لگے کھڑے تھے۔

"لگتا ہے تمہارے آدمیوں نے اپنے حصے کا کام کر دیا ہے۔" ایک نے اشاروں میں کہا۔

"ہاں.." دوسرے نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میرے دوست نے کہا تھا کہ تم مجھ سے بھی خطرناک ہو، تب میں نہیں مانا. مگر تمہاری منصوبہ بندی، ذہانت اور طاقت سے میں بہت متاثر ہوا اور یہ ہماری قسمت ہے کہ ایسے ماحول میں یہ سب بتانا پڑ رہا ہے۔ "

"کوئی بات نہیں مسٹر وائی. ہماری فیلڈ میں یہ سب چلتا ہے. تم بھی مجھ سے کم نہیں. "

"زندگی میں پہلی بار میں اپنے شکار تک کسی کو ساتھ لے کر جا رہا ہوں، ورنہ میں اکیلا شکار کرنے کا عادی ہوں. " مسٹر وائی، جو یقیناً یونگ تھا، نے کہا۔

"میں تو بس شکار سے مطلب رکھتا ہوں، اکیلا ہوں یا کسی کے ساتھ. "

دوسرے شخص نے کہا، وہ مسٹر بی تھا۔

"اب چلیں.. وقت ہو گیا ہے۔ "یونگ نے چمکتی ہوئی سوئیوں والی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا تو مسٹر بی نے اثبات میں سر ہلایا۔

اگرچہ مسٹر بی کے لوگ اس کوٹھی کے گارڈز کو خاموش کروا چکے تھے، اس کے باوجود وہ احتیاط برت رہے تھے کیونکہ گھر میں اور بھی لوگ موجود تو تھے۔ اسی طرح دیوار سے چمٹے ہوئے وہ چھوٹے سے برآمدے

میں پہنچے اور عمارت کے مرکزی دروازے پہ رکے۔ مسٹر بی نے جیب سے چابی نکالی اور تالے پہ قسمت آزمانے لگا. تھوڑی سی تگ و دو کے بعد وہ لکڑی کا بھاری دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گیا اور پھر سنبھلے ہوئے انداز میں اندر داخل ہوئے. اب دونوں کے ہاتھ خالی نہ تھے، چپٹے سے چھوٹے چھوٹے مگر مہلک پستول ان کی جیبوں سے ہاتھوں میں منتقل ہو گئے تھے۔ وہ اسی طرح زینوں تک پہنچے اور پھر آہستگی سے زینے چڑھتے ہوئے دوسری منزل پہ گئے، وہاں سے ایک کمرے کی طرف بڑھتے گئے۔ مسٹر بی نے کمرے کے ہینڈل پہ دباؤ ڈالا تو دروازہ لاکڈ تھا، اسے دوبارہ تالا کھولنے کی ضرورت پڑی اور بآسانی اس نے یہ کام بھی کر لیا مگر اس نے اس بار چابی تالے کے اندر ہی رہنے دی. دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا اور کمرے کا جائزہ لے کر یونگ کو بھی اندر ہی بلا لیا۔

"تمہارا شکار.." مسٹر وائی نے بیڈ پہ لیٹے ہوئے ایک ادھیڑ عمر شخص کی طرف اشارہ کیا۔

"میرا چہرہ جل رہا ہے.." یونگ نے اسے اشاروں میں بتایا. وہ دونوں ابھی تک ہیلمٹ نما نقاب پہنے ہوئے تھے۔

"اوہ.. ماسک میں کوئی گڑبڑ نہ ہو گئی ہو." مسٹر بی نے تیزی سے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"ٹھہرو. اسے اتار دیتا ہوں، تم اسے چیک کرو. باہر جاتے ہوئے ضرورت پڑے گی کیونکہ کیمرے لگے ہوئے ہیں، یہاں خواب گاہ میں تو نظر نہیں آرہا ہے. اور اتنا وقت نہیں کہ میں پہنے رہوں اور تم چیک کرو." یونگ نے تیزی سے اشاروں میں اسے سمجھایا اور مسٹر بی نے اثبات میں سر ہلایا۔ یونگ نے مخصوص بٹن دبانے کے بعد ماسک کو اتارا تو اس کا چہرہ واقعی سرخ ہو چکا تھا اور آنکھوں سے پانی جاری تھا۔

"اوہ.. تمہاری آنکھوں سے پانی بھی جاری ہے۔" مسٹر وائی نے کہا۔

"کافی دیر سے جلن ہو رہی تھی، مجھے لگا میرا وہم ہے." یونگ نے کہا۔

"اوکے. تم اپنا کام کرو." مسٹر بی نے ماسک پکڑتے ہوئے یونگ کو بیڈ کی طرف اشارہ کیا اور خود ماسک سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگا۔ یونگ نے بیڈ کی طرف دیکھا تو آنکھوں میں ایک وحشیانہ چمک

ابھری. وہ بڑے بڑے قدم اٹھاتا ہوا ابھی بیڈ کے پاس پہنچا ہی تھا کہ اس کے کندھے پہ کسی نے ہاتھ رکھا، وہ سانپ کی طرح پلٹا۔

"باہر فائرنگ ہوئی ہے. "مسٹر بی نے کہا۔

"مسٹر وائی. جلدی کرو.. جلدی. " اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں اشارہ کیا۔

"مگر فائرنگ.. "یونگ نے کہا۔

"فائرنگ کو چھوڑو. کام مکمل کرو. اس سے پہلے کہ یہاں کوئی پہنچے، ہم بہت دور نکل چکے ہوں گے. جلدی کرو. " مسٹر بی نے کہا۔ یونگ اس کی بات سن کر مڑا اور اگلے لمحے اس کے پسٹل سے شعلے نکلے اور پے درپے گولیاں بیڈ پہ لیٹے ادھیڑ عمر شخص کے سینے میں پیوست ہوتی گئیں۔ اسے گولیاں مارنے کے بعد وہ مڑا تو مسٹر بی کان سے فون لگائے کھڑا تھا، وہ بے چینی سے ٹہلتے ہوئے بات کر رہا تھا، پھر اس نے کال بند کر موبائل جیب میں ڈالا۔

"کام ہو گیا تمہارا؟.. "اس نے یونگ سے پوچھا۔

"مار تو دیا ہے مگر کام مکمل نہیں ہوا.. "یونگ نے جیب سے خنجر نکالتے ہوئے کہا۔

"میرا آدمی کہہ رہا تھا کہ پولیس پہنچ گئی ہے مین سٹریٹ نمبر ایک میں. جلدی کرو." مسٹر وائی نے کہا۔

"بس دس منٹ۔ یہ تمہارا اور تمہارے آدمیوں کا امتحان ہے کہ تم لوگ کتنے بڑے مجرم ہو." یونگ نے کہا اور تیزی سے بیڈ کی طرف مڑ گیا۔

بیڈ پہ چڑھ کر اس نے لاش پر سے چادر کھینچ کر ہٹائی اور اس کے سینے پہ بیٹھ گیا. اس کا ہاتھ برق رفتاری سے گھوما اور لاش کی آنکھ میں خنجر گہرائی تک گھستا چلا گیا. پھر تو جیسے وہ بجلی بن گیا ہو. پانچ منٹ میں ہی اس نے لاش کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔ وہ مڑا تو مسٹر بی اسے بے حس و حرکت کھڑا نظر آیا. اسے دیکھ کر لگ رہا تھا جیسے اس کی روح ہی پرواز کر گئی ہو۔ مسٹر بی نے بڑی مشکل سے ہاتھ اٹھایا اور یونگ کو اشارہ کیا۔

"یہ کیا کر دیا تم نے؟." اس نے پوچھا۔

"یہی میرا انداز ہے، اپنے شکار کے ساتھ میں ایسے ہی پیش آتا ہوں۔"

یونگ نے اشاروں میں جواب دیا۔ اس کا چہرہ فخر و غرور سے چمک رہا تھا، مسٹر بی کو شاک زدہ دیکھ کر اسے اچھا لگ رہا تھا۔

"تم نے تو کہا تھا دس منٹ کا کام ہے، پانچ منٹ میں ہی کام ختم کر دیا۔" مسٹر بی نے جیسے مرعوب ہوتے ہوئے کہا ہو۔

"کام ختم کہاں ہوا ہے ابھی تو تم رہتے ہو." یونگ نے کہا اور ساتھ ہی جھٹکے سے پسٹل نکال کر فائر کر دیا. گولی سیدھی مسٹر بی کے سینے میں گھسی اور وہ چیخ مار کر پشت کے بل زمین پہ آگرا۔ "سوری مسٹر بی.. تم مجھے بہت پسند آئے مگر میں اکیلا ہی کام کرتا ہوں اور کوئی ثبوت نہیں چھوڑتا. یہ بات یاد رکھنا کہ مجھ سے خطرناک کوئی نہیں۔" یونگ نے اس کے پاس آکر اشاروں میں کہا۔ اچانک مسٹر بی کی ساکت ٹانگ گھومی اور یونگ کے دوسرے ہاتھ سے خنجر نکل کر اڑتا ہو ادور جا گرا. اس کی دوسری لات یونگ کے پیٹ میں پڑی اور یونگ اوغ کی آواز کے ساتھ زمین سے چند فٹ اچھلتا ہوا دوبارہ زمین پہ آگرا۔ یونگ نے زہریلی نظروں سے سامنے دیکھا تو اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ مسٹر بی جو چند لمحے پہلے سینے پہ گولی کھائے ایڑیاں رگڑ رہا تھا، وہ سینے پہ ہاتھ باندھے سامنے کھڑا تھا۔

"مسٹر وائی.. میرے لئے مجھ سے بڑھ کر ایک ہی خطرناک شخص ہے. وہ ہوں میں. میں نہ اپنے لئے فائدہ مند ہوں نہ تم جیسے خطرناک لوگوں کے لیے۔" مسٹر بی نے خود کی طرف اشارہ کیا۔

"تو کیا اب ہم دونوں خطرناک جیل میں جائیں گے ؟.." یونگ نے بے ہنگم انداز اور آواز میں ہنستے ہوئے اشارہ کیا۔

"میں پہلے ہی جیل میں ہوں۔ بس تمہاری کمی رہ گئی تھی۔" مسٹر بی اشارہ کیا۔ اسی وقت دروازہ کھلا اور اسلحہ بردار فوجی اور پولیس کے ملازم اندر داخل ہوتے گئے جنہیں دیکھ کر یونگ حواس باختہ ہو گیا. اس نے تیزی سے پسٹل اپنی کنپٹی پہ لگایا۔

"ستیاناس..." ایک چیختی ہوئی آواز گونجی۔ یونگ نے ہونٹ بھینچتے ہوئے فائر کر دیا۔ لیکن فائر کرتے ہی چیخ مار کر پسٹل کو دور پھینک دیا. پسٹل سے نکلنے والے شعلے نے اس کی کنپٹی کا گوشت جلا دیا تھا مگر پسٹل سے نکلا بھی صرف شعلہ ہی تھا، گولی نام کی کوئی شے اس میں سے برآمد نہ ہوئی۔

"جیسا کہ میں نے کہا . خطرناک شخص.."

مسٹر بی نے ادب سے جھکتے ہوئے اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا.

ادھر یونگ نے اچھلنے کی کوشش کی تو فوجی اس پہ ٹوٹ پڑے اور کمرہ یونگ کی چیخوں سے گونج اٹھا۔

*

ویگن سائیڈ پہ لگتے ہی عباس اپنے ماتحتوں سمیت تیزی سے نیچے اترا اور جنرل واجد کی کوٹھی کی طرف پیدل ہی دوڑ لگا دی. اس نے اپنے حملے سے دشمن کو بے خبر رکھنے کے لئے ویگن سے نکلنے کا سوچا تھا..

"صاحب.. صاحب.." چوہدری کی ہانپتی ہوئی آواز سنائی دی۔ اس کا بڑھا ہوا پیٹ بے ہنگم انداز میں سر پٹک رہا تھا.

"چوہدری.. کھایا پیا حلال کرنے کا وقت ہے، آج برداشت کر اور بھاگ۔" عباس نے بنا مڑے اور رکے جواب دیا۔

"مم. میں تو حرام ہی ٹھیک ہوں." چوہدری نے رک کر جھکتے ہوئے کہا، کام اس کی اور اس کے پیٹ کی برداشت سے باہر ہو گیا تھا۔

عباس رکا نہیں. وہ جسمانی طور پہ فٹ ماتحتوں کے ساتھ دوڑتا گیا اور جلد ہی جنرل واجد کی کوٹھی کے سامنے پہنچ گیا۔ "حیرت ہے. ایک بار کی فائرنگ کے بعد خاموشی چھا گئی ہے، کہیں سے کوئی بھی سامنے نہیں آیا. مجرم تو مجرم. کسی او رکوٹھی سے گارڈ ہی نکل آتا." عباس بڑبڑایا۔ "گیٹ پر سے چڑھ کر اندر کودو. اور دروازہ کھولو. دھیان رکھنا . شور شرابہ نہ ہو." عباس نے تحکمانہ لہجے میں ایک سمارٹ سنتری کو کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا اور اپنی بندوق ساتھی کو پکڑا کر وہ گیٹ کی طرف بڑھ گیا. تھوڑی سی کوشش کے بعد وہ گیٹ پہ چڑھنے میں کامیاب ہو گیا. دوسری طرف کودنے سے ہلکا سا دھماکہ ہوا اور پھر چھوٹی کھڑکی کھلتی چلی گئی۔

"صاحب۔ کھڑکی میں تالا تو تھا مگر چابی بھی اندر ہی تھی۔" اس نے عباس سے کہا۔

"لگتا ہے فائرنگ کر کے جنرل صاحب کی سکیورٹی کو ہی سلایا گیا تھا تبھی اتنی خاموشی ہے۔" عباس بڑبڑایا اور پھر وہ سب چوکنے انداز میں عمارت

کی طرف بڑھنے لگے۔ وہ سب عمارت کی طرف بڑھتے جا رہے تھے ویسے ویسے دھڑکنیں تیزی ہوتی جا رہی تھیں، رونگٹے تو کب کے کھڑے ہو چکے تھے اور اب خوف سے رونے بھی لگے تھے کیونکہ ان کے آنسو ہر مسام سے بہہ رہے تھے۔ ہر سپاہی کے ذہن میں یہی خیال تھا کہ جب فوجی کچھ نہیں کر سکے تو وہ کس قطار میں شمار ہوتے ہیں مگر عباس کی وجہ سے چارو ناچار چلتے جا رہے تھے، عباس کی بھی حالت ان سے مختلف تو نہ تھی مگر وہ حوصلہ کئے ہوئے تھا. ان کے خیالات سچ بھی تھے، ایسے مجرم جو جنرل کو قتل کرنے پہنچ گئے ہوں اور رستے کی تمام فوجی رکاوٹیں دور کر چکے ہیں وہ بھلا عام پولیس کے ہاتھ کیسے لگ سکتے ہیں، الٹا امید یہی تھی کہ وہی قربانی لگنے والے ہیں۔

عمارت کا مرکزی دروازہ کھلا تھا، جسے دیکھ کر عباس کا یقین بڑھ گیا کہ ضرور وہ اطلاع سچی تھی کہ آج جنرل کو قتل کرنے کی کوشش ہو گی. وہ اندر داخل ہوا اور سب کو پھیل کر آگے بڑھنے کا اشارہ کیا مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتے اچانک مختلف جگہوں سے مشین گنوں کی نالیں بلند ہوئیں اور وہ ٹھٹک کر رک گئے۔ سامنے ایک فوجی آن کھڑا ہوا اور اشارے سے عباس کو اسلحہ پھینکنے کا کہا مگر عباس نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ

جانتا تھا کہ یہ ڈاج بھی ہو سکتا ہے، دشمن بھی فوجی وردی میں ہو سکتا ہے، فوجی نے اس کے جواب کے بعد ایک کھلے دروازے کی طرف دیکھا اور چند لمحوں بعد عباس کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا اور سمجھایا کہ صرف تم اکیلے. عباس نے سب کو الرٹ رہنے کا کہا اور آگے بڑھ گیا. اسے خیال آیا کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ فوجی اصلی ہو. اس نے اِس خیال کی وجہ سے رسک لینے کا سوچا اور اس کمرے میں گھس گیا جدھر فوجی نے اشارہ کیا تھا. کمرے میں ایک کیپٹن بیٹھا ہوا تھا....

"تم لوگ یہاں کیسے ؟." اس نے رعب دار مگر دھیمی آواز میں عباس سے پوچھا۔

"ہمیں ایک اطلاع ملی تھی، اس کی تصدیق کے لئے آئے ہیں۔" عباس نے رعب کا اثر لئے بغیر جواب دیا۔

"کس تھانے سے ہو؟."

"مشرقی بلاک. انسپکٹر عباس..."

"اپنا کارڈ دکھاؤ.."

"سوری کیپٹن.. تم بھی اپنا کارڈ دکھاؤ." عباس نے گن سیدھی کرتے ہوئے کہا، جواب میں اس کے پیچھے کھڑے فوجی نے اس پہ گن تان لی۔

"اٹس اوکے سولجر.. تصدیق ضروری ہے۔" کیپٹن مسکرایا۔ ان کے درمیان شناختی کارڈز کا تبادلہ ہوا اور تصدیق کے بعد مشین گنز نیچے کی گئیں۔

"تم اپنے آدمیوں کے ساتھ لوٹ جاؤ. ہم یہاں سنبھال لیں گے۔" کیپٹن نے کہا۔

"کارڈز دیکھنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میں ہر بات میں تمہارا یقین کر لوں. اپنی ڈیوٹی کر کے جاؤں گا." عباس نے سخت لہجے میں کہا۔

"یہ وقت آپسی لڑائی کا نہیں ہے."

"تو مت لڑو.."

"اوکے. جنرل کا کمرہ اوپر ہے اور مجرم بھی. چلو. ۔" کیپٹن بات کرتے ہوئے اچانک چونک اٹھا اور تیزی سے اسلحہ سنبھالتے ہوئے سب باہر نکلے. انہوں نے اپنے اپنے ماتحتوں کو اشارہ کیا تو سب سنبھلے ہوئے انداز میں سیڑھیاں چڑھتے چلے گئے.

ایک کمرے سے جیسے پٹاخہ چلنے کی آواز سنائی دی، سب دروازے کی اطراف میں دبک گئے. عباس کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ جب اندر گولی چلنے کی آواز سنائی دی ہے تو یہ لوگ اندر کیوں نہیں جارہے. چند لمحوں بعد دھماکے کی آواز سنائی دی جیسے کو گرا ہو. کیپٹن نجانے کس کا انتظار کر رہا تھا. اسی وقت ایک سولجر اٹھا اور اس نے سب کو الرٹ رہنے کا اشارہ کیا. عباس نے حیرت سے کیپٹن کی طرف دیکھا کہ ایک کیپٹن کے ہوتے ہوئے ایک سولجر جیسے کمانڈ کر سکتا ہے مگر وہ کیپٹن سے جواب مانگنے کی حالت میں نہ تھا. سولجر نے دروازے پہ لات ماری اور سب تیزی سے اندر داخل ہوئے۔ سامنے فرش پہ ایک شخص لیٹا ہوا، پھٹی پھٹی نگاہوں سے سامنے نقاب پوش کو دیکھ رہا تھا، اس نے کمرے میں داخل ہوتے لوگوں کو دیکھا اور فوری کنپٹی پہ پسٹل رکھا۔

"ستیاناس..۔" عباس چیخا.. اس کے خیال میں پھر ہاتھ میں آیا کلیو نکلنے لگا تھا مگر یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کے پستول میں سے صرف آگ کا شعلہ اور گولی چلنے کی آواز نکلی، آگ نے اس شخص کی کنپٹی پہ نشان چھوڑ دیا تھا.. پستول میں شاید گولیاں ختم ہو گئی تھیں۔ مگر شعلہ

اورآواز.....سب کچھ عباس کی سمجھ سے پرے تھا. اسی وقت نقاب پوش ادب سے جھکا۔

"جیسا کہ میں نے کہا تھا.. خطرناک شخص." اس نے سامنے لیٹے شخص کو اشارہ بھی کیا اور بڑبڑایا بھی۔ سولجر کے اشارے پہ کیپٹن سمیت، فوجی اس گرے ہوئے شخص پہ ٹوٹ پڑے اور پولیس والے تیزی سے اس نقاب پوش کی طرف بڑھتے گئے.. وہ اس نقاب پوش کی خاطر تواضع کر کے فوجیوں سے حساب برابر کرنا چاہتے تھے۔

* * *

جنرل واجد کی رہائشگاہ کے ڈرائنگ روم میں اس وقت کیپٹن اور انسپکٹر عباس کے علاوہ وہ سولجر بھی موجود تھا جو درحقیقت ان فوجیوں کو کنٹرول کر رہا تھا۔ تینوں کے چہرے قدرے سخت نظر آرہے تھے. مگر عباس اندرونی طور پہ پریشان تھا، اگر آرمی درمیان میں نہ کود پڑتی تو وہ

مجرم اس وقت صرف اور صرف عباس پکڑتا مگر آرمی کے آنے سے اسے شکار ہاتھ سے جاتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"اب ؟.." اس نے کھنگارتے ہوئے پرامید نظروں سے دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب تم لوگ فارغ ہو. میں اپنی رپورٹ میں تمہاری طرف سے ملنے والی مدد کا ذکر ضرور کروں گا۔" کیپٹن نے کہا۔ جس کا مطلب تھا کہ عباس کو خالی ہاتھ ہی جانا ہے۔

"اور وہ مجرم ؟." اس نے پوچھا۔

"اس نے درحقیقت آرمی پہ حملہ کیا ہے، ظاہری بات ہے وہ ہمارے پاس رہے گا۔" کیپٹن نے سخت لہجے میں کہا۔

"لیکن پولیس کو اس کی تلاش کافی عرصے سے ہے، جس طرح کا یہ قتل ہے اسی طرح کا ایک قتل پہلے بھی ہو چکا ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ قتل بھی ان دو لوگوں نے ہی کیا تھا جو آج یہاں موجود تھے." عباس نے دلیل دی۔

"انسپکٹر. وہ آرمی کا مجرم ہے. بس. اگر زیادہ مسئلہ ہے تو اپنے سینئیر سے کہو کے وہ ہمارے آفس بات کرے." کیپٹن نے دوٹوک لہجے میں کہا۔ عباس کے چہرے پہ مایوسی نے چٹائی بچھانی شروع کر دی تاکہ آرام سے پاؤں پسار کر لیٹ سکے۔

"مجھے یہ سمجھ نہیں آرہی کہ اگر وہ دونوں ساتھی تھے تو ایکدوسرے سے کیوں لڑ پڑے؟. سولجر بڑبڑایا. اس کے انداز سے لگ رہا تھا کہ اب تک ہونے والی کوئی بھی بات اس نے نہیں سنی اور اپنی سوچوں میں گم رہا۔

"اوہ ہاں. یہ تو پھر تفتیش کر کے معلوم ہو سکے گا. "عباس نے فوری کہا کیونکہ ایک دو بار یہ بات اس کے ذہن میں بھی آئی تھی مگر کیپٹن سے الجھے ہونے کی وجہ سے بار بار بات ذہن سے نکل جاتی تھی۔

"اور ہم یہی تفتیش کر لیں گے." کیپٹن نے عباس کے چہرے پہ نظریں گاڑ کر لفظ چباتے ہوئے کہا جیسے اسے زبانی یاد کرانا چاہتا ہو۔

"کیپٹن. مجرم انسپکٹر کے حوالے کر دو." سولجر نے اچانک کہا تو نہ صرف کیپٹن بلکہ عباس بھی چونک گیا. وہ حیران نظروں سے کبھی سولجر کو اور کبھی کیپٹن کو دیکھتا۔

"ایسے کیسے ؟.." کیپٹن نے میکانکی انداز میں پوچھا۔

"تو کیسے دینا چاہتے ہو؟ سولجر غرایا۔

"اوکے۔ یہ آپ کی ذمہ داری پہ ہو رہا ہے۔" کیپٹن نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا.

"جانتا ہوں." سولجر نے منہ دوسری طرف موڑتے ہوئے کہا۔

عباس کا دل تو خوشی کے مارے بلیوں کی طرح اچھلنے لگا. سولجر جس حیثیت کا بھی مالک تھا، عباس کا دل جیت گیا تھا۔ "شکریہ سر۔" اس نے اٹھ کر بھرپور انداز میں سولجر سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"عباس. اس کا خیال رکھنا تمہاری ذمہ داری ہے، ایسا نہ ہو کہ اس کے ساتھی کی طرح یہ بھی تمہارے لوگوں کی گرفت سے نکل جائے اور پھر مجھے بے عزتی کا سامنا کرنا پڑے۔" سولجر نے کہا اور کچھ سنے بغیر باہر کی طرف بڑھ گیا۔ پانچ منٹ بعد اس کے ماتحت بے ہوش مجرم کو لئے پہنچ گئے اور وہ فوجیوں کی معیت میں سڑک پہ کھڑی اپنی ویگن تک پہنچے اور ویگن میں سوار ہو چل دیئے۔ عباس کے چہرے پہ خوشی اور افسوس کے ملے جلے تاثرات تھے۔۔ وہ فرنٹ سیٹ پہ ڈرائیور کے ساتھ موجود تھا

جبکہ عقبی سیٹ پہ دو سپاہیوں کے درمیان یونگ تھا، اس کا سر ڈھلکا ہوا تھا اور وہ بے ہوش تھا. اس کے بعد والی سیٹ پہ پھر دو سپاہی موجود تھے۔

"صاحب آپ پورے خوش نہیں نظر آ رہے ہیں" چوہدری تھا تو پھر تجربہ کار افسر۔

"چوہدری خوشی تو ہے، ایک تو آرمی کے سامنے اپنی عزت بن گئی کہ پولیس بھی بروقت پہنچتی ہے اور کام کرتی ہے، افسوس بھی ہے کہ فوجی جس مجرم پہ حملہ آور ہوئے وہ تو ہمارے پاس ہے. مگر جس پہ پولیس والے حملہ آور ہوئے وہ اسی تاک میں تھا کہ دروازے سے سب ہٹیں تو وہ نکلے. ہم سب اس تک پہنچ بھی نہ پائے تھے جب اس نے ہرنی کی طرح زقند بھری اور ان کے سروں کے اوپر سے ہوتا ہوا دروزاے کے پاس پہنچا اور پھر کمینہ باہر سے دروازہ بند کر کے بھاگ گیا. اب یہ سُسرا ہوش میں آئے گا تو پتہ چلے گا کہ وہ کون تھا. جب دروازہ کھول کے ہم لوگ نکلے تو وہ کہیں ہوا ہو چکا تھا۔" عباس نے افسوس سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"لیکن فوجیوں نے یہ شخص ہمیں کیسے دے دیا؟. وہ چاہتے تو اسے اپنی حراست میں رکھ سکتے تھے." چوہدری نے سوچتے ہوئے کہا۔

"کیپٹن تو چاہتا تھا کہ وہ اسے اپنے پاس ہی رکھیں مگر وہاں ایک سولجر تھا، جو کیپٹن کو بھی کمانڈ کر رہا تھا، اس نے کہاں کہ پولیس اسے لے کر جائے گی اور کیپٹن چپ کر گیا۔ "عباس نے بھی اس بار سوچتے ہوئے کہا۔

"کیپٹن ہو کر ایک سولجر کی بات مان گیا.." چوہدری نے بے یقین سے کہا۔ گاڑی اس وقت ٹاؤن سے نکل کر مرکزی سڑک پہ چڑھ چکی تھی۔

"میرا خیال ہے وہ کسی خفیہ ادارے سے رہا ہو گا. اسی لئے سب اس کی سن رہے تھے۔ "عباس بڑبڑایا. اسی وقت ویگن کا سلائیڈنگ ڈور کھلا اور یونگ۔ جو بے ہوش تھا. وہ چوہدری کو لئے ہوئے چلتی ویگن سے اندھیری سڑک پہ کود گیا.. "روکو....روکو....ویگن روکو....۔ "عباس چیخا تو ڈرائیور نے اچانک بریک پہ پاؤں رکھ کر ثواب کی نیت سے دبایا اور عباس سمیت باقی اہلکار بھی چیخ کر اپنے نشستوں سے آگے بڑھتے چلے گئے. پچھلی نشستوں والی بریک لگنے کی وجہ سے اگلی نشستوں پہ منتقل ہو چکے تھے جبکہ عباس کا سر ونڈ سکرین سے ٹکرایا تھا اور فوری خون جاری وہ گیا تھا مگر بجائے ڈرائیور پہ چیخنے کے، وہ تیزی سے باہر نکلا اور پیشانی پہ ہاتھ رکھے واپس دوڑ لگا دی. دوڑتے دوڑتے اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر موبائل نکالا اور اس کی ٹارچ جلانے میں لگ گیا مگر دوڑتے ہوئے

ٹارچ جلانا آسان تو نہ تھا لہذا ٹارچ تو نہ جلی. جب وہ اپنے اندازے کے مطابق وہاں پہنچا جہاں مجرم ایک سپاہی سمیت کودا تھا تو رک کر اس نے ٹارچ جلا کر سڑک کے کنارے کو دیکھنا شروع کیا۔ جلد ہی اسے چوہدری بے ہوش پڑا مل گیا مگر مجرم نکل چکا تھا. عباس نے جھنجھلا کر موبائل پوری قوت سے سڑک پہ دے مارا۔

اس کے ماتحت بھی اب وہاں پہنچ چکے تھے مگر اب کیا ہو سکتا تھا... عزت کے بعد ذلت... پھر سے مقدر ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔

* * *

یونگ کو ہوش آیا تو خود کو ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنے پولیس والوں کے درمیان پھنسا پایا. اس کا انگ انگ درد سے ٹوٹا جا رہا تھا، فوجیوں نے بڑی بے دردی سے اسے لتاڑا تھا. وہ دل ہی دل میں فوجیوں کو گالیاں دے رہا تھا اور ساتھ بھاگنے کی ترکیب بھی سوچ رہا تھا. وہ اس بات پہ خوش تھا کہ آرمی کی بجائے وہ پولیس کی قید میں ہے. اس کے خیال میں یہ بے وقوفی کر کے اُن سب نے یونگ پہ بہت بڑا احسان کیا تھا۔ اچانک اس کے ذہن میں ایک منصوبہ آیا. اس نے کن انکھیوں سے اطراف میں موجود پولیس والوں کو دیکھا. ایک تو کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا دوسرا فرنٹ سیٹ پہ موجود شخص سے باتیں کر رہا تھا. پاس سے گزرتی ہوئی روشنیوں کو دیکھ کر یونگ نے اندازہ لگایا کہ وہ کسی بڑی سڑک پہ ہیں. یونگ نے دھیرے سے ہاتھ ویگن کے سلائیڈنگ ڈور کی طرف بڑھایا. اس نے باتیں کرتے ہوئے شخص کے پیٹ کی اوٹ سے اچانک ہینڈل پکڑ کر جھٹکا دیا تو گیٹ کھلتا چلا گیا. یہ اس کی خوش نصیبی تھی کہ کسی نے دروازہ لاک نہیں کیا تھا ورنہ وہ مارا جاتا. دروازہ کھلتے ہی اس نے بڑے پیٹ والے سپاہی کو پکڑ کر چھلانگ لگا دی۔ وہ اس سپاہی کے اوپر

لیٹا رہا اور وہ سپاہی چلتی گاڑی سے اڑتا ہو پہلو کے بل سڑک پہ گرا اور گرتے ہی تڑپ کر ساکت ہو گیا. یونگ تیزی سے اٹھا اور سڑک سے اتر کر اندھا دھند بھاگنا شروع کر دیا. اس نے پیچھے مڑ کر دیکھنے کی کوشش بھی نہ کی اور انجان سمت میں دوڑتا چلا گیا. مختلف عمارتوں کے درمیان سے ہوتا ہوا وہ آگے بڑھتا گیا. غنیمت یہ تھی کہ آدھی رات سے بھی زیادہ وقت ہو چکا تھا جس وجہ سے ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ دوڑتے دوڑتے وہ ایک تاریک گلی میں گھسا اور ایک طرف دیوار سے لگ کر رک گیا. اس نے سب سے پہلے ہتھکڑی سے جان چھڑائی اور پھر حلیہ سیٹ کرتے ہوئے ہوئے گلی سے نکل کر سڑک کی طرف روانہ ہوا۔ سڑک پہ پہنچتے ہی اس نے ایک تیز رفتار ٹیکسی کو اشارہ کیا تو ٹیکسی اسی تیز رفتاری سے رکتی گئی. ماحول ٹائروں کی چرچراہٹ سے گونج اٹھا. یونگ تیزی سے پچھلی سیٹ پہ بیٹھا اور اسے چلنے کا اشارہ کیا۔

ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھائی اور پھر مڑ کر کچھ بولا. وہ یقیناً یونگ سے منزل کے بارے میں ہی پوچھ رہا تھا۔ یونگ نے جیب میں ہاتھ ڈالا. اس نے ابھی تک وہی سوٹ پہن رکھا تھا جو مسٹر بی نے واردات کے لئے اسے دیا تھا۔ اسے بتایا گیا تھا کہ یہ سوٹ واٹر پروف ہے، اس نے موبائل

نکال کر اس میں سے ایک تصویر ڈھونڈی اور پھر ڈرائیور کو دکھا کر اشارہ کیا تو ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلایا۔ یونگ نے موبائل جیب میں ڈالا اور اس کے منہ سے طویل سانس خارج ہوا۔

اب جب وہ ہنگامی حالات سے نکل آیا تھا تو اس کا ذہن مسٹر بی کے بارے میں سوچ کے لاوے کی طرح ابلنے لگا.... مسٹر بی. ایسا کردار تھا جس سے یونگ زندگی میں پہلی بار ہارا تھا اگرچہ غداری میں پہل یونگ نے ہی کی تھی کیونکہ وہ اپنے خلاف کوئی ثبوت نہ چھوڑنا چاہتا تھا لیکن عین وقت پہ آرمی اور پولیس کی آمد نے اس کے خیالات کا دھارا موڑ دیا اس کی خیال میں یہ سب مسٹر بی کا پلان تھا مگر اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اگر یہ مسٹر بی کا پلان تھا تو اس نے ایسا کیوں کیا. اگر وہ یونگ کو پکڑوانا ہی چاہتا تھا تو جنرل کو مارنے ہی کیوں دیا. پھر بڑے اطمینان سے کھڑا یونگ کو جنرل کی لاش چیرتے ہوئے دیکھتا رہا. اور پھر اس واردات کی پلاننگ سے لے کر عملی اور منطقی انجام تک وہ یونگ کا جانثار رہا تو آخری لمحے میں ایسا کیوں ہوا کہ عین وقت پہ آرمی اور پولیس اندر داخل ہوئی. اگر مسٹر بی کے لوگ آرمی والوں کو ٹھنڈا کر چکے تھے تو وہ لوگ وہاں کیسے پہنچے؟ لیکن یہ واردات اب یونگ کے لئے معمہ بن چکی تھی کہ

غدار یونگ ہے یا مسٹر بی. یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ وہ قانون اور مسٹر بی کے چنگل سے نکل پایا. اب وہ باقی کام چھوڑ کر پہلے مسٹر بی پہ ہاتھ صاف کرنا چاہتا تھا اور اب چہرہ بدلنے کی نوبت بھی آچکی تھی کیونکہ پولیس اور آرمی اس کا اصل چہرہ دیکھ چکی تھی.

ٹیکسی کو بریک لگی تو وہ سوچوں کی دنیا سے باہر آیا اور چونک کر سامنے دیکھا تو ٹیکسی اس کی مطلوبہ کوٹھی سے کچھ فاصلے پہ کھڑی تھی. وہ ایڈریس کے لئے موبائل میں تصویریں ضرور رکھتا تھا مگر تصویریں اصل رہائش گاہ سے کافی ہٹ کر مشہور مقامات کی ہوتی تھیں تاکہ ٹیکسی ڈرائیور کی مدد سے بھی کوئی اس تک نہ پہنچ سکے. اس نے ڈرائیور کو کرایہ اور ٹپ دینے کے بعد الوداع کیا اور تب تک وہیں کھڑا رہا جب ٹیکسی کو ایک موڑ سے مڑے ہوئے دو تین منٹ نہ گزر گئے. پھر وہ محتاط انداز میں ایک طرف کو بڑھ گیا۔ اس وقت وہ قانون کا مجرم تھا جس نے ملک کے اہم جنرل کو بے رحمی سے قتل کیا تھا اور اس قتل کے چشم دید گواہ بھی موجود تھے، اس وجہ سے وہ زیادہ ہی محتاط نظر آرہا تھا. اپنے تعاقب کا دھیان رکھتے ہوئے وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا بے مقصد مختلف گلیوں میں گھومتے ہوئے کافی دیر بعد اچانک ایک عقبی مگر چھوٹے سے دروازے

کے پاس تھم گیا۔ اس نے جیب سے موبائل نکال کر ایک نمبر ملایا. کافی دیر کال جاتی رہی مگر کسی نے کال اٹنڈ نہ کی. کال ڈسکنکٹ ہوتے ہی اس نے اسی نمبر پہ کچھ ٹائپ کر کے بھیجا اور موبائل جیب میں ڈال کر دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا. تین سے چار منٹ کے انتظار کے بعد وہ دروازہ کھلا مگر باہر کوئی نہ نکلا تو یونگ سر جھکا کر اندر داخل ہوا. اندر داخل ہوتے ہی پیچھے دروازہ بند ہوا اور ساتھ ہی یونگ کے سینے پہ ایک نال آ ٹکی. اس نے مخصوص انداز میں اشارہ کیا تو نال سینے ہٹ گئ. نال ہٹتے ہی وہ تیز تیز چلتا ہوا عمارت کی طرف بڑھا اور جلد ہی مرکزی دروازے سے عمارت میں داخل ہوا۔

یہ وہی رہائش گاہ تھی جہاں وہ سر انتھونی کے بیٹے پرنس سے ملا تھا اور پرنس نے اسے اپنے باپ کے قاتلوں کی تصویروں والی فائل اسے دے کر سب کو ختم کرنے کا ٹاسک دیا تھا.... وہ لفٹ کے ذریعے مخصوص فلور پہ پہنچا اور پھر پرنس کے کمرے کی طرف بڑھ گیا.... کمرے کے سامنے رک کر اس نے مخصوص بٹن دبایا اور چند لمحوں میں دروازہ کھلا تو وہ اندر داخل ہوا۔ سامنے ریوالونگ چیئر پہ پرنس بیٹھا ہوا، اس نے شب خوابی کا

لباس پہن رکھا تھا مگر آنکھیں اس بات کی غماز تھیں کہ وہ رات گزرنے کے باوجود ابھی تک سویا نہ تھا۔

"کام ہو گیا؟۔" پرنس نے اس سے پوچھا۔

"یس پرنس، جنرل مر چکا ہے. باقی تین شکار رہ گئے ہیں۔" یونگ نے جواب دیا۔

"مگر تم اس بار کسی کو اپنے پیچھے لگا لائے." پرنس نے غصے سے کہا۔ اس کا چہرہ بگڑ رہا تھا اور ہاتھ میز کے نیچے کھسک گیا۔

"نہیں پرنس. میں آدھے گھنٹے سے گلیوں میں گھومتا رہا ہوں، میرے پیچھے کوئی بھی نہیں تھا." یونگ نے شاک زدہ ہوتے ہوئے جواب دیا۔

"تمہارا چہرہ بھی پولیس اور فوجیوں نے دیکھ لیا ہے." پرنس کے منہ سے غوں غاں جیسی آوازیں نکل رہی تھیں جیسے وہ بہت ہی غصے میں ہو۔

"آ.. آ. آپ کو کیسے پتہ چلا؟." یونگ شاک کی وجہ سے ٹھیک سے اشارہ بھی نہ کر پا رہا تھا۔

"اور تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ چار لوگ میرا شکار تھے جن میں سے دو کو تم مار چکے ہو. " پرنس نے کہا. اس کے چہرے پہ طنزیہ چمک دیکھی جاسکتی تھی۔

"دو؟.. میں نے تو بس ایک کو مارا ہے ابھی. " یونگ نے کہا. اس کی حالت ایسی تھی جیسی پے در پے اس کے شعور پہ کوئی ضربیں لگا رہا ہو. پرنس کا اس انداز میں بات کرنا، پھر یونگ کے پکڑے جانے کی اطلاع ملنا، یہ بھی معلوم ہونا کہ وہ لوگ یونگ کا چہرہ دیکھ چکے ہیں اور اب یونگ نے ایک آدمی کو مارا تھا. پرنس کے مطابق یونگ دو آدمیوں کو مار چکا تھا. یونگ کی سیٹی وغیرہ گم ہو چکی تھی.

"میرا اس ملک میں دم گھٹتا تھا، اس لئے میں نے سوچا کہ جلدی کام ختم کر لیا جائے اس وجہ سے تمہارے طریقہ واردات کو نقل کر کے ایک قتل کسی اور سے کروایا مگر وہ بھی اب تمہارے سر ہی ہو گا کیونکہ جنرل اور جو قتل میں نے کسی اور سے کروایا وہ تمہارے ہی پستول اور خنجر کے علاوہ تمہارے ہی طریقہ واردات پہ ہوا ہے. آج اگر تمہاری شناخت نہ ہوتی تو ہم یہ سب باتیں نہ کر رہے ہوتے بلکہ تم میرے قابلِ اعتماد ساتھی ہوتے. مگر اب میرے لئے خطرہ بن چکے ہو. تمہاری چھٹی. " پرنس نے

کہتے ہوئے برق رفتاری سے میز کے نیچے سے ہاتھ نکالا اور پسٹل سے شعلہ نکلا. اچانک یونگ کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کا سینہ چیر ڈالا ہو. وہ چیخ مار کر پشت کے بل زمین پہ گرا اور اس کا جسم درد کے مارے اکڑ گیا. اس یوں لگا جیسے اس کے سینے پہ بے انتہا بوجھ پڑ گیا ہو اور سانس لینا ناممکن ہو گیا ہو۔ وہ زور زور سے سانس لینے کی کوشش کرنے لگا مگر سب بے سود.. کچھ ہی دیر تڑپنے اور درد برداشت کرنے کے بعد وہ ٹھنڈا پڑتا گیا۔

*

کمرے میں داخل ہونے والے فوجی یونگ پہ ٹوٹ پڑے اس کے باوجود اس کے لئے وہاں سے نکلنا بہت مشکل تھا کیونکہ پولیس والے اور ایک سولجر دروازے کے قریب ہی تھے لیکن اچانک اس کی مشکل حل ہو گئی. یونگ نے جب اچھل کر فوجیوں پہ حملہ کرنے کی کوشش کی تو وہ وہ سولجر تیزی سے آگے بڑھا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ شامل ہو گیا. جبکہ پولیس والے اس کی طرف دوڑے. نقاب کے نیچے ہی اس کے چہرے پہ طنزیہ مسکراہٹ ابھری اور اس نے پولیس والوں کے قریب آتے ہی قلابازی کھائی، اگلے لمحے وہ پولیس والوں کے عقب میں کھڑا تھا، اس سے پہلے کہ کوئی سمجھتا. وہ دروازے سے نکل چکا تھا اور نکلتے ہی اس نے دروازہ باہر سے لاک کر دیا۔ پہلی بار کمرے میں جاتے ہوئے اس کے

ذہن میں نکلنے کا منصوبہ رہا ہو گا جس وجہ سے اس نے چابی تالے میں لگی رہنے دی تھی. وہ دوڑتا ہوا زینے اترا اور لان کی طرف بڑھ گیا. اس بار گٹر میں گھسنے کی بجائے وہ دیوار کی طرف بڑھا اور دیوار کے پاس پہنچ کر رکا اور جمپ مار کر کو ملحقہ کوٹھی کی دیوار پہ چڑھا. پھر دوسری طرف اتر گیا.... اس کوٹھی میں مکمل خاموشی تھی. وہ دوڑتا ہوا گارڈ کے کمرے کی طرف بڑھا اور کمرے کے بند دروازے پہ مخصوص انداز میں دو تین بار دستک دی. اس نے ابھی تک وہ ہیلمٹ نما نقاب. جسے اس نے ماسک کہا تھا، وہ چہرے پہ ہی پہنا ہوا تھا۔

"آ رہا ہوں. "اندر سے دبی دبی آواز سنائی دی اور پھر دروازہ کھلا۔

"تمہیں سونے کے لئے پیسے دیئے ہیں؟. "مسٹر بی غرایا۔

"سوری جناب.. واش روم جانا پڑ گیا تھا... "گارڈ نے سہم کر کہا۔

"چابی؟. "

"یہ لیں صاحب.. "اس نے جیب سے ایک لمبی سے چابی نکالی۔

"دروازہ کھولو جلدی. "

"جی صاحب. آپ عقبی طرف پہنچیں. کتے باندھے ہوئے ہیں. بے فکر رہیں۔ "اس نے مستعدی سے جواب دیا.

مسٹر بی اس کی بات سنتے ہی واپس مڑا اور اس کوٹھی کے عقب کی طرف تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا چل دیا. جلد ہی وہ کوٹھی کے عقب میں موجود تھا۔ عقبی دروازے کے پاس بھی ایک گارڈ روم تھا جو کہ لاکڈ تھا.... ابھی اسے وہاں پہنچتے کچھ ہی منٹ ہوئے تھے کہ گارڈ بھی پہنچ گیا. اس نے تیزی سے گارڈ روم کا دروازہ کھولا. اور پیچھے ہٹ کر عمارت کے خارجی دروازے کی طرف بڑھا اور پھر اسے بھی پورا کھول دیا.... مسٹر بی گارڈ روم میں جا چکا تھا، جب وہ باہر نکلا تو ایک چھوٹی موٹر سائیکل دھکیلتا ہوا نکلا. اس نے کھلے دروازے سے موٹر سائیکل کوٹھی سے باہر نکال کر سٹینڈ پہ لگائی۔

"کیا رپورٹ ہے ؟. "اس نے گارڈ سے پوچھا۔

"صاحب. پولیس کی ایک ویگن یہاں سے کچھ ہی دوری پہ کھڑی ہے اور دو پولیس والے بھی سڑک پہ ہی موجود ہیں. باقی سب خاموشی ہے. "

"کس طرف ؟. "اس نے پوچھا تو گارڈ نے سمت بتائی۔

"گڈ.. تم جا سکتے ہو." اس نے کہا تو گارڈ سلام کر کے مڑ گیا. اس نے دروازے کو اندر سے لاک لگا یا دیا جس کی آواز مسٹر بی سن چکا تھا۔ وہ اسی طرح موٹر سائیکل کو دھکیلتے ہوئے گارڈ کی بتائی گئی سمت میں بڑھتا گیا اور ویگن سے تھوڑی دور پہنچ کر ذیلی گلی میں ہی رکا رہا. اس نے رکنے کے لئے اندھیرے کونے کا انتخاب کیا تھا تا کہ کسی کو نظر نہ آئے. وہ وہاں کافی دیر دبکا رہا اور پھر قدموں کی آواز سن کر چونک گیا.. جلد ہی اس کے سامنے سے پولیس کے اہلکار گزرے جن میں سے ایک کے کاندھے پہ بے ہوش جسم موجود تھا۔ مسٹر بی مستعد ہو گیا، تھوڑی دیر بعد گاڑی سٹارٹ ہوتے اور چلتے ہوئے سنا، مسٹر بی نے اثبات میں سر ہلایا اور موٹر سائیکل سٹینڈ سے اتار کر اس پہ بیٹھ گیا. پھر جب گاڑی کی آواز تھوڑی دور چلی گئی تو اس نے موٹر سائیکل سٹارٹ کی اور آگے بڑھتا گیا. موٹر سائیکل کی آواز نہ ہونے کے برابر تھی مگر وہ دن میں اس طرح سفر کر رہا ہوتا تو بہت ہی مضحکہ خیز نظر آتا. اس کی ڈریسنگ ہیوی بائیک کے ڈرائیور سے ملتی جلتی تھی اور موٹر سائیکل چھوٹی سی۔ جسے مقامی سطح پہ assemble کیا گیا تھا مگر یہ اس کے کام کی تھی کے اس کی آواز نہ ہونے کے برابر تھی اور پھر وہ اپنے منصوبے پہ پر اعتماد تھا جس وجہ سے کسی تیز رفتار سواری کی ضرورت محسوس نہ کر رہا تھا جلد ہی اسے اپنے

سامنے کافی فاصلے پہ دو بتیاں دور جاتی ہوئی نظر آئیں. وہ اسی رفتار پہ موٹر سائیکل دوڑاتا رہا. کافی فاصلہ طہ کرنے کے بعد مرکزی سڑک پہ جب اچانک ویگن بیچ سڑک کے رکتی ہوئی محسوس ہوئی تو اس بھی موٹر سائیکل روکی اور فوری لائٹس آف کر دیں. اس نے موٹر سائیکل گھسیٹ کر کنارے سے اتار کر نیچے لٹا دی اور خود بھی لیٹ رہا۔ اس کا موڈ اب حقیتاً بگڑ رہا تھا۔

"شہر کے سب سے بارعب غنڈے کو یہ دن بھی دیکھنے تھے." وہ بڑبڑایا. کافی دیر وہ یونہی لیٹا رہا جیسے وہ بھول گیا ہو کہ وہ وہاں کیوں ہے.

"اٹھ. حرام خوری پہ تلا ہوا ہے." اس نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا۔

"تو ہی تلا ہو گا. میں اپنے حصے کا کام کر لیتا ہوں." اس نے خود ہی جواب دیا۔

"مگر تیری زبان ہمیشہ چلتی رہتی ہے.. برساتی مینڈک." وہ بڑبڑایا۔

"تو. تو کونسا کم ہے. برساتی پرنالہ." اس نے پھر جواب دیا۔

"دیکھ بھی اب۔ تیرا کزن نکل ہی نا جائے۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے پہلو کے بل لیٹا۔

"تو بھول رہا ہے۔ ہم دونوں ایک ہی ہیں۔۔ میرا کزن ہے تو تیرا بھی کزن ہی ہے۔۔" اس نے خود ہی جواب دیا۔

لیکن اس بار وہ دوبارہ بڑبڑایا نہیں بلکہ اس نے جیب سے ریموٹ نما آلہ نکالا اور اسے آن کیا۔ اس پہ سبز رنگ کی آڑی ترچھی لکیریں نظر آئیں اور پھر شہر کی سڑکوں کا نقشہ لائنوں کی صورت میں نظر آیا۔ اس پہ ایک سرخ نقطہ تیزی سے حرکت کر رہا تھا۔ "مل گیا تیرا کزن۔۔ چل پگلے۔" وہ بڑبڑایا۔

"پگلا ہو گا تیرا خاندان۔" ۔ اگلا خودکار جواب۔ اس نے موٹر سائیکل گھسیٹ کر سڑک پہ چڑھائی، ریموٹ نما آلہ ہینڈل پہ کور کی مدد سے لٹکایا، موٹر سائیکل کو سٹارٹ کیا اور گئیر میں ڈال کر آگے بڑھایا۔ اس بار اس نے سپیڈ تیز رکھی تھی۔ اس بار وہ خاموشی سے اس نقطے کے حساب سے مڑتا اور گزرتا چلا گیا۔ اسی طرح تقریباً پندرہ منٹ کی مٹر گشت کے بعد وہ اچانک رکا۔

"تیرا کزن تو لگتا ہے پاگل کتے کی طرح ایویں ہی ادھر اُدھر چکر لگا رہا ہے."

"خبردار جو کسی پاگل کتے کو میرا کزن بنایا.. تجھے یہ تخت مبارک ہو."

"چل چپ کر. دماغ نہ چاٹ."

"دماغ ہے ہی کہاں. بھینسوں کے لئے نمک کا روڑا ہی رکھا ہوا ہے، چاٹ کر زمین جلانی ہے.."

"شش. "اور خاموشی چھا گئی..۔ وہ بغور اس نقطہ کا مشاہدہ کر رہا تھا۔

"کھوپڑی میں نمک..."

"شٹ اپ..." وہ دھاڑا تو واقعی اس نے خود سے باتیں کرنا چھوڑ دیں. وہ کافی دیر سے خود سے ہی باتیں کر رہا تھا۔ شاید ذہنی مسئلہ تھا۔ جیسا کہ یونگ کے ساتھی نے اسے بتایا تھا کہ مسٹر بی خود سے ہی باتیں کرنے لگ جاتا ہے۔

اگلے پندرہ منٹ کے بعد وہ نقطہ رکا تو مسٹر بی سیدھا ہو کر بیٹھا. اس کی نظر میں یہ حتمی لوکیشن تھی. اس نے جلدی سے موٹر سائیکل سٹارٹ کی اور تیزی سے گیئر میں ڈالتے ہوئے دوڑا دی۔ اب وہ ایک سیکنڈ بھی ضائع

نہیں کرنا چاہتا تھا وہ طوفانی مگر" مقامی اسمبل کی گئی موٹر سائیکل کی" رفتار سے اڑنے کی ادارکاری کرتے ہوئے جا رہا تھا۔ وہ اس جگہ پہنچ کر رکا جہاں وہ نقطہ کافی دیر رکا رہا تھا. وہ ایک عمارت کے عقب میں موجود تھا. اس نے موٹر سائیکل ایک طرف روک کر اسے لاک لگایا، ہینڈل سے وہ آلہ اتار کر جیب میں رکھا اور عمارت کی دیوار کے پاس پہنچا بغیر کچھ سوچے سمجھے اس نے دوڑ کر جمپ لگایا تو بمشکل ہی اس کے ہاتھوں کی انگلیاں دیوار کی منڈیر پہ جم سکیں. اس نے انگلیوں کے بل پہ خود کو اٹھانا شروع کیا اور یکدم ایک ہاتھ چھوڑ کر دیوار کے اندرونی کنارے کو پکڑا اور پھر آسانی سے خود کو کھینچ کر دیوار پہ پہنچ گیا. دیوار پہ پہنچتے ہی اس نے دوسری طرف چھلانگ لگائی اور ابھی پوری طرح کھڑا ابھی نہ ہو پایا تھا کہ ایک نال اس کے سینے سے لگی.

"آم چوس اب..."

"شٹ اپ...." اس نے خود کو ڈانٹا اور نال پہ ہاتھ ڈال کر نال کو سر سے بلند کیا اور سامنے کی طرف لات پوری قوت سے اٹھائی، کھٹک کی آواز سے دبی دبی چیخ سنائی دی. اس نے شاید سامنے والے کے منہ کو ٹارگٹ کیا تھا. گن پہ گرفت ڈھیلی محسوس کرتے ہی اس نے گن کھینچی اور گھما کر

اس کا دستہ سامنے موجود سائے کے سر پہ دے مارا۔ وہ بے چارہ کوئی آواز نکالے بغیر اس کی قدم بوسی کے لئے لیٹتا چلا گیا۔

"شہزادہ...."

"بکواس بند رکھ... بار بار کہہ رہا ہوں۔" مشین گن پکڑے، وہ خود کلامی کرتا ہوا جھک کر دوڑتا گیا۔ ہر طرف مکمل خاموشی تھی اور ایک بندے کے علاوہ کوئی اس کے رستے میں نہ آیا تھا۔ یہ بات اسے بے چین کر رہی تھی۔ عمارت کی دیوار سے لگ کر اس نے جیب سے وہ ریموٹ نما آلہ نکالا تو اس کے نقطہ ایک ہی جگہ ساکت تھا۔ اس نے کچھ دیر وہیں رکے رہنے کا فیصلہ کیا۔ جب کافی دیر وہ نقطہ اپنی جگہ سے نہ ہلا تو مسٹر بی کو معاملہ مشکوک لگا۔ وہ محتاط انداز میں آگے بڑھنے لگا اور جلد ی ہی بغیر کسی رکاوٹ کے وہ پرنس کے کمرے کے سامنے موجود تھا۔ اس نے دروازے پہ لات ماری اوور اچھل کر اندر داخل ہوا۔ سامنے یونگ چاروں شانے چت پڑا تھا، اس کے جسم کی ایک طرف خون کا چھوٹا سا تالاب بنا ہوا تھا۔ اور باقی کمرہ خالی۔ کوئی ذی روح موجود نہ تھا۔ البتہ ایک دیوار کے ساتھ ایک پرچہ ضرور چپکا ہوا تھا۔ مسٹر بی اس کی طرف بڑھا مگر وہ ماحول سے بھی باخبر تھا۔ اس کی نظر جیسے ہر طرف کا جائزہ لے رہی تھی

اور متوقع حملہ کا سدباب کر سکتی تھی۔ اس نے پرچہ دیوار سے کھینچا. اس پہ انگریزی میں پیغام لکھا تھا۔

"تمہاری ذہانت سے میں بہت متاثر ہوا ہوں. تم نے یونگ جیسے آدمی کو تگنی کا ناچ نچایا اور اسے میرے ہی ہاتھوں مروادیا. وہ میرا سب سے قیمتی اور وفادار سرمایا تھا جسے تمہاری وجہ سے مارنا پڑا. ابھی میرا کام یہاں ختم نہیں ہوا اور تم کبھی جان بھی نہیں سکتے کہ میرا کام ہے کیا. میں تمہیں نہیں جانتا مگر تمہارے کام کو دیکھا، تم دعا کرو اور جان لگادو کہ ہمارا سامنا پھر کبھی نہ ہو. کیونکہ اگر ایسا ہوا تو تمہارا حال بھی زریاب اکبر اور جنرل واجد جیسا ہی ہو گا. تم سے یونگ کا بدلہ بھی لیا جائے گا اور تمہارا خاندان بھی مٹی میں ملا دیا جائے گا۔"......تمہارا خیر خواہ

اس نے پرچہ موڑ کر جیب میں رکھا اور کمرے میں موجود میز کی طرف بڑھا. تھوڑی ہی دیر میں اس نے سارا کمرہ کھنگال مارا تھا مگر کوئی کام کی چیز ہاتھ نہ لگی۔ وہ ریوالونگ چیئر پہ بیٹھ کر سوچ میں ڈوب گیا. یونگ سے اسے کوئی ذاتی دشمنی تو تھی نہیں. یونگ نے ہی اسے مارنے میں پہل کی تھی ورنہ وہ تو چپ چاپ ایک طرف کھڑا تماشہ دیکھ رہا تھا. اب اسے لگ رہا تھا کہ کوئی بڑی گڑبڑ ہونے والی ہے. وہ اٹھ کر یونگ کی طرف

بڑھا. اس کی نبض دیکھی اور پھر واپس کھڑا ہوا. اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر موبائل نکالا اور نمبر ملایا۔

"یس.. لارڈ سپیکنگ.." دوسری طرف سے سرد آواز سنائی دی۔

"ساحر سپیکنگ..I need help...." .

* * *

متحدہ پارٹی کے مرکزی یونٹ کا صدر الیاس کاکڑ اپنی رہائش گاہ پہ بیٹھا آنکھوں پہ چشمہ جمائے شام کا اخبار پڑھنے میں مصروف تھا. اس کے سامنے چائے کا خالی کپ پڑا تھا. قدموں کی چاپ سن کر اس نے اخبار

سے نظریں ہٹائیں تو سامنے ایک ملازم آ رہا تھا جس کے ہاتھ میں چھوٹی سی ٹرے تھی۔ الیاس نے بازو کو جھٹکا دے کر گھڑی سیدھی کی اور وقت دیکھا۔ یہ وقت کسی بھی ملاقات کے لئے موزوں نہ تھا۔۔۔ ملازم نے ٹرے سامنے کی تو پہلے تو الیاس نے اسے گھور کر دیکھا جیسے وہ ناپسندیدہ جھاڑی ہو۔ پھر کارڈ کو دیکھا تو اچھل پڑا۔

"سپیشل انویسٹی گیشن۔ ان کو مجھ سے کیا کام ہے۔" وہ بڑبڑایا۔

"کتنے لوگ ہیں؟۔۔" اس نے ملازم سے پوچھا۔

"ایک ہی ہے صاحب۔۔"

"اوکے۔۔ اندر بھیجو۔ اور چائے لے آؤ۔۔"

"جی صاحب۔۔۔" ملازم نے کہا اور مڑ کر باہر کی طرف بڑھ گیا۔

الیاس کی نظریں اخبار پہ مگر وہ سوچ کچھ اور رہا تھا۔ پچھلے دنوں کی میٹنگ اس کے ذہن میں گھوم رہی تھی جس میں انہوں نے حکومت کے خلاف کچھ خاص منصوبہ بنایا تھا اور اس شہر میں اس منصوبے کو عملی جامہ بھی الیاس نے پہنانا شروع کیا تھا۔۔ اب تو عملی جامہ میں سے وہ جامہ تو پہنا چکا تھا۔ باقی تھوڑا کام ہی بچا تھا اور ایسے وقت میں خفیہ ادارے سے کسی کی

آمد اسے داڑھی کھجانے پہ مجبور کر رہی تھی کہ اس میں تنکا تو نہیں. ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ کوئی اس کے سر پہ پہنچ کے کھنگارا. پتلے کانوں والے الیاس کو اس دفعہ قدموں کی چاپ سنائی ہی نہ دی۔

"کیسے ہیں الیاس کُکڑ صاحب.." نوارد نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"کاکڑ.. الیاس کاکڑ. ٹھیک ہوں." اس نے تصحیح کرنا چاہی.. کُکڑ سن کر اس کا بشرہ بگڑ گیا تھا۔

"کوئی بات نہیں. الف کا فرق ہے. دور ہو ہی جائے گا. ککڑ بھی بانگیں دیتا ہے، آپ بھی عوام کے سامنے بانگیں دیتے ہیں. فرق صرف اتنا ہی کہ ککڑ کی بانگ سے لوگ جاگتے ہیں مگر آپ کی بانگ سے لوگوں کا شعور سو جاتا ہے۔" اس نے کہا. اس کے چہرہ پہ بلا کی سنجیدگی تھی، محسوس ہی نہیں ہو رہا تھا کہ وہ مذاق اڑا رہا ہے۔

"کیسے آنا ہوا؟.." الیاس نے خود پہ جبر کر کے پوچھا۔ اسے محسوس ہو گیا تھا کہ ککڑ اور کاکڑ کی بحث بڑھانے میں اس کا ہی نقصان ہے اس نے سوچا کہ تمام آباؤ اجداد سے بانگیں دلوانے سے بہتر ہے کہ موضوع ہی گول کر دیا جائے۔

"آپ بہت اونچی بانگ دینا شروع ہو گئے ہیں۔ "نوجوان نے آگے جھکتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ سن کر الیاس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ شروع ہو گئی۔

"کیا مطلب ہے؟. آپ یہ کیا فضول بحث کر رہے ہیں؟. "اس نے چیخ کر غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"تم شہر میں دنگا کرانے کی کوشش کیوں کر رہے ہو؟. "نوجوان نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"تت. تم ہوتے کون ہو مجھ سے اس لہجے میں بات کرنے والے؟. میں ابھی تمہارے افسران بالا سے بات کرتا ہوں."

"میرا افسر میں ہی ہوں اور تم نے حرکت کی تو جان سے مار ڈالوں گا. تمہارے خلاف ثبوت ہیں ہمارے پاس." نوجوان نے جیب سے پسٹل نکال کر ران اور صوفے کے درمیان چھپاتے ہوئے کہا. پسٹل کا رخ الیاس کی طرف ہی رہا۔

"کک. کی. کیسے ثبوت؟.."

"جب تم بانگ دے رہے تھے تو کچھ بال و پر وہیں رہ گئے."

"مم. مم...." الیاس کو اس کی بات ہی سمجھ نہ آئی. وہ جواب کیا دیتا.

"کیا بکواس شروع کر دی تو نے..."

"تو منہ بند رکھ.. یہ وقت ہے چونچ کھولنے کا."

الیاس نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا.. وہ نوجوان خود سے ہی باتیں کرنا شروع ہو گیا تھا۔

"تو تھوتھنی بند رکھ..."

"شٹ اپ."

الیاس کے چہرے کی رنگت بدلنا شروع ہو گئی.. گلا تو پہلے ہی ملک کے دریاؤں کی طرح خشک ہو چکا تھا. اب رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے تھے.. اسے یقین ہو گیا تھا کہ کسی پاگل سے پالا پڑ چکا تھا. اس نے رحم طلب نظروں سے نوجوان کی طرف دیکھا اور پھر سامنے دیکھا. اس کا ملازم چائے لے کر کھڑا تھا اور وہ بھی ساکت و جامد اس نوجوان کو خود سے بحث کرتے دیکھ رہا تھا. اس کے قدموں نے بھی شاید حرکت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

"مم..۔ میں جرم قبول کرتا ہوں." الیاس کے منہ سے غیر ارادی طور پہ نکلا اور پھر فوری اس نے دونوں ہاتھ ملا کر منہ بند کیا. جیسے منہ سے کچھ پھسل رہا ہو. ادھر اس کی بات سن کر نوجوان چونک گیا۔

"کون سا جرم؟.."

"وہ....وہ....کوئی."

"تم چائے رکھ کر باہر جاؤ.." نوجوان نے ملازم سے کہا تو ملازم جھرجھری لے کر جیسے نیند سے بیدار ہوا۔ اس نے تیز رفتاری سے چائے سامنے میز پہ رکھی اور آندھی کی طرح اڑتا ہوا دروازے سے پار ہو گیا جیسے پاگل کتے اس کا پیچھا کر رہے ہوں.

"ہاں تو ککڑ. سوری. کاکڑ صاحب."

"میرا کوئی قصور نہیں..میں بے قصور ہوں.." وہ رو دینے والے انداز میں بولا۔

"جبھی تو وہ لوگ تمہیں قتل کروانا چاہتے ہیں." نوجوان نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

"کک.کک..کون؟."

" جنہوں نے زریاب اکبر کو مروایا ہے.. "

"کک. کس نے مروایا ہے؟.. "اپنے قتل کا سن کر اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔

"کم از کم کسی ککڑ نے نہیں. مجھے ساری تفصیل بتاؤ. "

"اور میری حفاظت؟. اس طرح تو میری پارٹی مجھے اس قاتل سے پہلے مروا دے گی اگر سب کچھ بتا دیا تو... "اس نے قدرے سنبھلے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ویسے تو ملک میں روز ہزاروں ککڑ ذبح ہوتے ہیں اور تمہیں بچانا ضروری نہیں مگر اس وقت بات تمہاری جان کی نہیں. ملک کی عزت کی ہے تو ہم تمہیں بچائیں گے مگر صرف اس صورت میں کہ تم ہمیں اپنی پارٹی کا منصوبہ من و عن بتاؤ تو...۔ "اس نے دوٹوک انداز میں کہا۔

" مجھے کیسے بچاؤ گے؟. " اس نے پوچھا۔ اب وہ دوبارہ منجھا ہو سیاستدان نظر آ رہا تھا۔

" جیسے بھی بچاؤں.. "نوجوان نے بے پرواہی سے جواب دیا۔

"مجھے گارنٹی چاہیئے؟.. "

"کس کی؟.."

"سپیشل انویسٹی گیشن کے چیف کی."

"اوکے. فون پہ یا وہ خود یہاں آئیں؟."نوجوان نے ایسے لہجے میں پوچھا جیسے یہ بہت ہی عام سی بات ہو. اس کا انداز دیکھ کر الیاس کو جھٹکا لگا۔

"فون پہ ہی کافی ہے. وہ مجھے جانتے ہیں."اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے جواب دیا.

"اوکے.."نوجوان نے کہا اور فون نکال کر نمبر پریس کیا۔

"یس..لارڈ سپیکنگ.."دوسری طرف سے سرد آواز سنائی دی۔

"فازر سپیکنگ۔ مسٹر الیاس کاکڑ چیف آف سپیشل انویسٹی گیشن سے گارنٹی چاہتے ہیں."اس نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"اوکے.."جواب ملا اور کال بند ہو گئی۔ اگلے دو منٹ تک خاموشی رہی اور پھر الیاس کے فون کی گھنٹی بجی تو وہ یوں اچھلا جیسے بچھو نے پاؤں پہ ڈنگ مار لیا ہو۔ فون جیب سے نکال کر نمبر دیکھا اور پھر حیرت سے اس نوجوان کی طرف دیکھا. اسی کی طرف دیکھتے ہوئے کال اٹنڈ کی۔

"الیاس سپیکنگ.."

"ظفر اقبال بات کر رہا ہوں چیف آف سپیشل انویسٹی گیشن سیل. کیسے ہیں آپ الیاس صاحب؟." ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"ٹھیک ہوں. فرمایئے کیسے یاد کیا اس ناچیز کو؟." الیاس نے جواب دیا۔

"آپ کے پاس جو بھی صاحب بیٹھے ہیں وہ مجھ سے زیادہ طاقت اور اثرورسوخ کے مالک ہیں، ان کو کوئی گارنٹی دینے کی ضرورت نہیں. وہ جب چاہیں مجھے بھی اپنے پاس بلوا سکتے ہیں.... پھر بھی آپ کی تسلی کے لئے میں گارنٹی دیتا ہوں کہ وہ جو کہیں گے وہ سچ کہیں گے." دوسری طرف سے ظفر اقبال کی سنجیدگی سے بھرپور آواز سنائی دی. اس کی باتیں سن کر الیاس سکتے میں آگیا. ظفر اقبال سکیورٹی فورسز میں بہت نام رکھتا تھا اور بہت ہی اونچے درجے کا مالک تھا. اس جیسے شخص کے منہ سے یہ سب سن کر الیاس کو سمجھ ہی نہ آئی کہ وہ کیا جواب دے۔

"جج. جی ٹھیک ہے ظفر صاحب." اس نے کہا تو کال بند ہو گئی۔

"اب؟.. بانگ کا وقت ہوا چاہتا ہے." نوجوان غرایا اور اس بار الیاس کو اس کا لہجہ اور طنز بالکل بھی برا نہ محسوس ہوا. وہ یوں بولنا شروع ہوا جیسے بچے نے نیا نیا قاعدہ پڑھنا سیکھا ہو اور اس کے والدین نے اسے مہمانوں کے سامنے لا کھڑا کیا ہو کہ بیٹا سنا سارا قاعدہ.

★

ملک کے اندرونی حالات بہت خراب ہو رہے تھے، زریاب اکبر نے مر کر بہت سے لوگوں پہ احسان کر دیا تھا جو اب سیاست چمکانے کے چکر میں تھے، دوسری طرف کیپیٹل سٹی کی صورتحال زیادہ کھچاؤ کی شکار تھی کیونکہ اندرونی انتشار کے علاوہ سر انتھونی جانسن کے قتل کی وجہ سے بیرونی دباؤ بھی شدت اختیار کر چکا تھا. نہلے پہ دہلہ یہ ہوا تھا کہ اب انتھونی جانسن کا بیٹا پرنس بھی غائب ہو چکا تھا جس وجہ سے اعلی قیادت کے ہاتھ پاؤں پھول چکے تھے. ہر طرف ہیجان کی سی کیفیت تھی۔ پھر شہر کے اندر کے لوگ جو ساحر گردیزی کے موضوع پہ دو حصوں میں بٹ رہے تھے انہیں حشمت گردیزی نے رام کیا اور جو ساحر کے حق میں بول رہے تھے انہیں سمجھایا کہ ساحر ٹھیک ہے اور جلد ہی باہر آجائے گا. حشمت گردیزی کے سامنے آکر اس طرح بولنے سے یہ معاملہ قدرے سنبھل گیا۔ شہر کے باقی دو قتل. جن کے مجرم ابھی آزادی سے گھوم رہے تھے وہ اعلی سطح کے حلقوں میں لٹکتی تلوار تھی، ہر شخص اس خوف میں تھا کہ اگلے باری اس کی نہ آجائے. اور یہی خوف تب انتہا پہ پہنچ گیا جب جوائنٹ فورسز کے نئے نامزد ہونے والے سربراہ، کرنل واجد درانی کو ان کے گھر میں گھس کر نامعلوم افراد نے قتل کر دیا. ان کو اس بے دردی سے مارا گیا تھا کہ ان کے گھر والوں کو جان بوجھ کر ان کی

باڈی نہیں دی جا رہی تھی. ان کے گھر والوں کو حفاظت کے پیش نظر اپنے گھر تک محدود کر دیا گیا تھا اور گھر کے چاروں طرف رہائش گاہیں خالی کرواتے ہوئے وہاں ملٹری پولیس اور کمانڈو فورس کو تعینات کیا گیا تھا. غیر معینہ مدت تک کرنل واجد کی باڈی حکومت نے اپنی تحویل میں رکھنے کا اعلان کیا تھا جس وجہ سے ان کے رشتہ دار جنازہ و سوگ وغیرہ کے لئے آنے سے روک دیئے گئے تھے.

کاروبار تو ٹھپ نہ ہوئے تھے مگر ہر کاروباری اڈہ اب ریڈیو سٹیشن بنا ہوا تھا جہاں ہر وقت یہی موضوعِ زیرِ بحث رہتا کہ حکومت کر کیا رہی ہے، بجائے اس کے قاتل پکڑے جاتے، الٹا جتنا حکومت پہ دباؤ یا ذمہ داری بڑھتی ہے اتنا ہی مزید قتل ہونا شروع ہو گئے ہیں. درحقیقت لوگ اب مجرم پکڑے جانے کی بجائے اگلے قتل کا انتظار ہی کر رہے تھے۔ میڈیا اپنا غیر جانبدار کردار نبھانے میں جُتا ہوا یہ بھول گیا تھا کہ فساد پھیلانا کسی طرح سے بھی درست نہیں چاہے وہ سچ بول کر ہی پھیلایا جائے۔ حکومتی عہدااران کی امید اور انٹیلی جنس رپورٹ یہ کہتی تھی کہ اگر یہ معاملہ اسی طرح چلتا رہا تو آئندہ کچھ دنوں میں آنے والے اندرونی و بیرونی تباہ کن طوفان کو روکا نہ جاسکے گا اگر حکومت ایک طرف سے اس کو روکنے میں

کامیاب ہو بھی جائے گی تو اپنے سخت اقدامات کی وجہ سے بچی کھچی ساکھ بھی کھو دی گی اور عوام بد دل ہو جائے گی. یہ بھی ایک طرح سے تباہ کن نتیجہ ہوتا. طالبعلم تنظیمیں سیاستدانوں کی کٹھ پتلی ہونے کی وجہ سے اب براہ راست میدان عمل میں اترنے کا فیصلہ کر چکی تھیں. امید کی جا رہی تھی اگلے چند دنوں میں یہ کام ہو جائے گا۔

موبائل فون کی گھنٹی بجی تو اس نے کال ریسیو کی۔ "یس چیف.. ساحر سپیکنگ. " اس کی آواز میں سرد ہلکا سا سرد پن موجود تھا۔

"کیا رپورٹ ہے؟. " چیف نے سرد لہجے میں پوچھا۔ اس نے ساحر کے لہجے کا نوٹس ہی نہ لیا تھا.. جیسے اس کے لیے یہ نئی بات نہ ہو۔

"الیاس کاکڑ سے متحدہ پارٹی کا منصوبہ پتہ چل چکا ہے، وہ اب میری نگرانی میں ہے۔ " اس نے پہلے جیسے لہجے میں ہی جواب دیا۔

"پرنس کے بارے میں کوئی اطلاع؟. " چیف نے پوچھا۔

"اس کے لئے کام جاری ہے، جلد ہی وہ ہمارے شکنجے میں ہو گا۔ دراصل اس بار ہمیں سب کے سامنے ثبوت کے ساتھ اسے پیش کرنا ہے ورنہ اب تک اس کا نام صفحہ ہستی سے مٹ جاتا.... " اس نے کہا۔

"جانتا ہوں. آج حکومت کی طرف سے یہ کیس با قاعدہ ہمیں دے دیا گیا ہے. اب مجھے اس میں تاخیر قبول نہیں، حالات بہت بگڑ رہے ہیں.. "وہ غرایا۔

"یس چیف. اب صرف پرنس کی پہل کا انتظار ہے. وہ بھی ثبوت کی وجہ سے اور پھر مجرم سب کے سامنے ہو گا. "

"گڈ لک... " چیف نے کہا اور کال بند ہو گئی۔ اس نے سیل فون تپائی کی طرف بڑھایا ہی تھا کہ دوبارہ کال آنا شروع ہوئی۔

"یس. ساحر سپیکنگ. "اس بار اس کے لہجے میں واضح سرد پن تھا۔

"باس. الیاس کاکڑ کی رہائش گاہ کے آس پاس مشکوک افراد گھوم رہے ہیں۔ "دوسری طرف سے پانڈے کی آواز سنائی دی۔

"تم نے کیا منصوبہ بنایا ہے؟. "

"باس. الیاس کے گھر کے اندر میرے تین لوگ ملازمین کے بھیس میں موجود ہیں، اس کے علاوہ عقبی طرف جنریٹر روم کے اوپر ایک شخص لیٹا ہوا ہے جس کے پاس نائٹ ٹیلی سکوپ ہے. عمارت کی چھت پہ بھی اسی طرح ایک شخص موجود ہے. گٹر لائن کا جو ہول لان میں ہے اسے بالکل

بھی نہیں چھیڑا گیا، اسی طرح جہاں جہاں کوئی شخص گھس سکتا تھا وہ سارے پوائنٹس کھلے رکھے گئے ہیں۔" پانڈے نے تفصیلی رپورٹ دی۔

"اور الیاس کاکڑ کا کمرہ؟.."

"وہاں جو انتظامات آپ نے کہے تھے وہ کر دیئے گئے ہیں۔"

"اوکے. مجھے پل پل کی رپورٹ چاہیئے. پل پل سے مراد ہر اہم بات اور ایسی تبدیلی یا مشکوک بات جو تمہیں غیر اہم بھی لگے. ایک اور کال آرہی ہے ..بائے...." کہتے ہوئے اس نے دوسری کال ریسیو کی۔ "یس..."

"یہاں ملک آفتاب کے رشتہ آئے ہیں جن میں سے دو لوگ مجھے میک اپ میں محسوس ہو رہے ہیں۔" دوسری طرف سے کبیر کی آواز سنائی دی۔

"کس لئے آئے ہیں رشتہ دار؟.."

"کیا مطلب کس لئے. ان سے کیسے پوچھوں کہ یہ کس لئے آئے ہیں؟." کبیر کی الجھی ہوئی آواز سنائی دی۔

"اگر تو رشتے کے لئے آئے ہیں تو پھر تو خیر ہے، مرد بھی میک اپ کرتا ہے۔" اس نے سنجیدہ لہجے میں ہی کہا مگر کبیر کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔

"اس طرح کا کوئی پروگرام نہیں یہاں۔" اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"ٹیم کے کیا حالات ہیں؟."

"چیف نے جو ملٹری سیکرٹ سروس کے لوگ بھیجے تھے وہ اپنی اپنی جگہ اور کردار میں بخوبی کام کر رہے ہیں، باقی کمروں کا انتظام و انصرام ویسے ہی میرے ذمے ہے۔"

"میرا خیال تھا کہ ایک ہی جگہ اٹیک ہو گا جب بھی ہو گا. لیکن اب تک جو رپورٹس آئی ہیں ان کی وجہ سے لگتا ہے کہ بیک وقت دونوں جگہوں پہ

واردات ہو گی اور اس وجہ سے تمہاری ذمہ دار بڑھ

جاتی ہے، میری نظر میں الیاس کا کٹر زیادہ حساس ٹارگٹ ہے، یہاں پرنس کی موجودگی کی امید ہے مجھے. اس وجہ سے میرا دھیان ادھر رہے گا. وہاں کی مکمل ذمہ داری تمہاری ہے. وہاں کا ہر شخص مجھے زندہ چاہئے." ساحر نے سخت انداز میں کہا۔

"ضرور. میں اس کام کے لئے جان کی بازی لگا دوں گا." کبیر نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"تم نے میری بات غور سے سنی نہیں. وہاں کا ہر بندہ مجھے زندہ چاہئے. تم بھی ان میں شامل ہو.."

"اوہ..ہاں....ٹھیک ہے....شکریہ." کبیر مسکرایا۔

"بائے..۔" ساحر نے کہا اور کال بند کر دی۔ "come on prince, ...com out.." وہ بڑبڑایا۔

★

"کیا خبر ہے؟. اس نے سامنے کھڑے شخص سے اشاروں میں پوچھا۔

"پرنس. کوئی بھی سرکاری تنظیم آپ کے خلاف کام نہیں کر رہی، پولیس اور باقی ادارے روایتی انداز میں تحقیق کر رہے ہیں اور ابھی کو کوئی ادارہ بھی آپ تک یا مسٹر یونگ تک نہیں پہنچ سکا، ایک پولیس انسپکٹر رانی بائی تک پہنچا تھا مگر اسکے بعد کسی نے رانی بائی کو ہی قتل کر دیا، سنا جا رہا ہے کہ رانی بائی کو ایک علاقائی با اثر نوجوان ساحر گردیزی نے قتل کیا ہے، وہ بھی پولیس حراست میں ہے." سامنے کھڑے تیکھے نین نقش کے حامل نوجوان نے اشاروں میں جواب دیا۔

"پھر وہ کون تھا جو یونگ کے پیچھے میری پچھلی رہائش گاہ تک پہنچ گیا تھا؟."

"مسٹر یونگ نے ایک مقامی خطرناک شخص کو اپنے مشن کے لئے بُک کیا تھا، جو معلومات ملی ہیں اس کے مطابق مسٹر یونگ ایک شخص کے ساتھ کرنل واجد کے کمرے میں تھے، جب پولیس اور فوجی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تو مسٹر یونگ فرش پہ گرے ہوئے تھے اور وہ دوسرا شخص. جس نے عجیب سا نقاب پہن رکھا تھا، وہ کھڑا تھا. دونوں کا انداز

دیکھ کر پولیس اور فوجی یہی سمجھے کہ وہ دونوں آپس میں لڑ رہے تھے، جب فوجی مسٹر یونگ کی طرف بڑھے تو مسٹر یونگ نے خود کو گولی مارنے کی کوشش کی مگر پسٹل میں گولی ہی نہ تھی، اس وجہ سے مسٹر یونگ زندہ ہی ان کے ہاتھ لگ گئے۔ "نوجوان نے سمجھایا۔

"یونگ بہت ہی وفادار اور قیمتی انسان تھا جسے میں نے جلد بازی میں مار ڈالا. وہ اتنا بے وقوف تو نہ تھا کہ کسی کو اپنے پیچھے لگا لاتا.... مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ کیسے اس کا تعاقب کیا گیا تھا کہ یونگ بھی نہ جان سکا کہ کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ "پرنس کے چہرے پہ الجھن عیاں تھی مگر دوسرے نوجوان کے پاس بھی اس الجھن کا کوئی جواب نہ تھا۔

"خیر.. مشن کا کیا ہوا؟.. "پرنس نے پوچھا۔

"رالٹو تیار ہے پرنس. جیسے آپ حکم فرمائیں.. ٹارگٹس تک ہمارے لوگ پہنچ چکے ہیں، آخری وار کی ضرورت ہے. اپنی پسند بتا دیں کہ کس طرح کا کام ہونا چاہیئے؟. "اس نے پوچھا۔

"بالکل ویسے ہی جیسے زریاب اکبر کا کام کیا گیا تھا. میں چاہتا ہوں کہ نہ صرف مرنے والوں کی روحیں صدیوں تک بلبلاتی رہیں بلکہ زندہ رہنے

والے بھی عبرت پکڑیں."اس نے کہا، یہ بات سمجھاتے ہوئے اس کے چہرے پہ سختی عود آئی تھی۔

"یس پرنس. جیسے آپ کا حکم.."

"تم ایک ہی وقت میں دو جگھوں پہ کیسے کام کرو گے؟." پرنس نے پوچھا۔

"میرے لوگ دونوں جگھوں پہ نگرانی پہ موجود ہیں اور بہت قریب سے نگرانی کر رہے ہیں، ابھی تک کسی کو بھی ہمارے ان دو ٹارگٹس کے بارے میں علم نہیں ہے لہذا میں ایک جگہ پہ کام ختم کر کے دوسری جگہ جاؤں گا اگر کوئی گڑبڑ ہوئی تو ایک ٹارگٹ کل ہٹ کریں گے. آپ نے بھی ہمیں دو دن کا وقت دیا ہے۔"اس نے کہا۔

"ہاں..مجھے یاد ہے..."

"پرنس..ایک بات پوچھوں اگر آپ اجازت دیں تو..."

"ہاں.ہاں.پوچھو..."

"جب آپ جانتے تھے کہ ان لوگوں نے سر انتھونی کو قتل کرنے کی سازش کی ہے تو آپ نے حکومت کو کیوں نہیں بتایا؟." اس نے پوچھا تو ایک بار پرنس کے چہرے کا رنگ بدلا لیکن وہ فوری سنبھل گیا۔

"پولیس اور حکومت ثبوت مانگتی جو کہ میرے پاس نہیں ہیں. حکومت صرف اس بات پہ تو اپنے بااثر لوگوں کو جیل نہیں بھیج سکتی کہ میرے والد کو ان سے خطرہ تھا. اس وجہ سے میں نے خود ہی بدلہ لینے کا سوچا. "

" سمجھ گیا پرنس.. بہت شکریہ آپ نے مجھے مطمئن کرنے کی غرض سے جواب دیا۔ آپ کی واپسی کی تیاری بھی کی جائے؟.." اس نے پوچھا۔

"نہیں نہیں. اب تو یہ ملک مجھے بہت اچھا لگنے لگا ہے، یہیں رہیں گے. بس ٹارگٹ پہ دھیان دو. ہم ان ٹارگٹس کو cash بھی کریں گے، تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ اس سے ہمیں کیا فائدہ ہونے والا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو نوجوان کی آنکھیں لمحہ بھر کے لئے سکڑ گئیں، اس نے یہ دیکھا ہوا تھا کہ پرنس کو یہ ملک پسند نہیں. اب یکایک اسے نہ صرف ملک پسند آ گیا تھا بلکہ وہ وہاں رہنے کا بھی خواہاں تھا۔ یہ اس کے لئے اچھنبے کی بات تھی۔

"یس پرنس.." اس نے کہا اور مڑنے لگا۔

"رکو. میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا. ایک پرانا حساب چُکانا ہے."
پرنس نے اچانک کہا تو وہ نوجوان چونک کر رک گیا۔

"مگر یہ محفوظ نہیں ہو گا پرنس. وہاں کچھ بھی ہو سکتا ہے." اس نے الجھے ہوئے انداز میں کہا جیسے اپنے منصوبے میں ایک بندے کا اضافہ اسے پسند نہ آیا ہو۔

"میں اپنی حفاظت خود کر سکتے ہوں، تمہارے منصوبے میں کوئی گڑبڑ نہ ہو گی."

"ایسی کوئی بات نہیں پرنس. میں تو آپ کی حفاظت کی.."

"میں نے کہا نا کہ میں اپنی حفاظت خود کر سکتا ہوں." پرنس کا چہرہ اچانک سرخ ہو گیا۔

"سوری پرنس.. میں انتظام کرتا ہوں." اس نے جھک کر معذرت کرتے ہوئے کہا اور تقریباً دوڑتے ہوئے باہر نکل گیا۔

پرنس کے ذہن میں اس کی باتیں تازیانہ بن کر لگ رہی تھیں کہ اس نے پرنس سے دو تین سوال کیوں پوچھے.. اور بحث کی جرات کیسے کی.. اس کا ذہن اس نوجوان سے متنفر ہو رہا تھا اور جہاں وہ اپنے اگلے دو ٹارگٹس

کے پیچھے تھا وہیں اب وہ اس نوجوان کو ختم کروانے کی سوچ رہا تھا کہ جسے ہی وہ ان دونوں ٹارگٹس کو ہِٹ کر لے گا، اس کا کام بھی تمام کر دیا جائے گا.

* * *

ہر طرف خاموشی کا راج تھا، کہیں بھی زندگی کی رمق محسوس نہ ہو رہی تھی۔ پہلی نظر میں تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہاں کوئی ذی روح بستا ہی نہیں مگر اس گہرے اندھیرے اور خاموشی میں تین سائے رینگتے ہوئے لان پار کرنے کی کوشش میں تھے. لان کی طرف لگے انرجی سیورز اور ٹیوب لائٹس کی وائرنگ کچھ دیر پہلے اچانک جل گئی تھی جس وجہ سے لان اندھیرے میں نہایا ہوا تھا۔ وہ ااسی اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر رینگتے جا رہے تھے، رینگنے کی وجہ یہ تھی کہ کبھی کبھار مخصوص اونچائی تک بڑی ٹارچ جلا کر کوئی چیکنگ کرتا تھا۔ وائرنگ جلانے کا منصوبہ شاید ان کا ہی رہا ہو گا یا قدرت بھی ان کا ساتھ دی رہی تھی. اس کے علاہ جو شخص ٹارچ گھما گھما کر چیکنگ کر رہا تھ وہ بھی خاص بلندی سے نیچے روشنی آنے نہ دے رہا تھا. کچھ بھی تھا. ان رینگنے والے انسانوں کی پانچویں انگلیاں گھی میں اور خود وہ لان میں تھے. کچھ دیر کے بعد وہ عمارت کے پاس پہنچ گئے

تو تیزی سے اٹھتے ہوئے دیوار کے ساتھ چپکتے گئے.... وہاں کچھ دیر رکے رہنے کے بعد وہ دیوار کے ساتھ ساتھ ہی آگے بڑھنے لگے، ہر ایک کی پشت دیوار سے ہی رگڑ کھا رہی تھی. اس طرح دو منٹ کے وقت میں وہ عمارت کے سامنے والی سائیڈ پہنچے اور تھم گئے، پہلے نمبر والے کے اشارے پہ پچھلے دو بھی رکے تھے. اس نے اپنی گھڑی دیکھی اور پھر تین منٹ تک وہیں جمے رہے جیسے بے حس و حرکت کھڑے رہنے کا مقابلہ ہو رہا ہو۔

تین منٹ کے بعد اس نے اشارہ کیا اور جھکے جھکے انداز میں پنجوں کے بل تیزی سے عمارت کے مرکزی دروازے کے پاس پہنچ کر اس پہ دباؤ ڈالا. دروازہ نہ کھلنے پہ اس نے اثبات میں سر ہلایا جیسے اسے یہی امید تھی، اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک مڑی ہوئی تار نکال کر لاک میں گھسا دی، چند ہی لمحوں میں اس نے دروازہ کھول لیا اور پھر اندر گھسا، اس کے پیچھے اس کے ساتھی بھی اندر گھس گئے. اندر گھستے ہی وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھے اور چپکے سے سیڑھیاں چڑھنا شروع ہوئے. راہداری میں روشنی تو تھی مگر وہاں کوئی شخص موجود نہ تھا، رات کے اس پہر سب سو چکے تھے.... لہٰذا عمارت کے اندر انہیں آزادی تھی. وہ محتاط چال کے

ساتھ دوسری منزل پہ پہنچے اور سیدھے ہاتھ کی لائن میں دوسری کمرے کے سامنے رکے. لیڈر نے تار کی مدد سے اس دروازے کا لاک بھی کھولا اور تینوں اندر داخل ہو. لیڈر نے مڑ کر دروازے کی چٹخنی لگا دی۔ ابھی تک انہوں نے جو کاروائی کی تھی وہ اس بات کی مظہر تھی کہ وہ رہائش گاہ کا چپہ چپہ جانتے ہیں.. نجانے کیسے..؟ ہو سکتا ہے کہ جب عمارت بنی ہو تب وہ مزدور رہے ہوں. جو بھی معاملہ تھا وہ جانتے سب تھے.

ان کی نظروں کے سامنے شاہانہ طرز کا ٹی وی لاؤنج تھا. جو کافی وسیع تھا، وہ بائیں ہاتھ مڑے اور کمرے کی دیوار میں موجود دروازے پہ دباؤ ڈالا تو لاؤنج سے ملحقہ کمرے کا دروازہ کھلا. کمرے میں تاریکی تھی، تینوں اندر گھسے اور ایک نے ٹارچ روشن کر کے دروازے کے ساتھ دیوار پہ روشنی ڈالی، سوئچ بورڈ پہ موجود تیسرا اور چوتھا بٹن ایک ساتھ دبایا تو کمرہ روشنی میں نہا گیا. روشنی ہوتے ہی جب ان کی نگاہ بیڈ پہ پڑی تو تینوں ایسے اچھلے جیسے ان کے پاؤں پہ کسی نے کلہاڑی دے ماری ہو..

"تم کون ہو؟..."لیڈر، بیڈ کے پاس رکھی کرسی پہ سر جھکائے بیٹھے شخص

کو دیکھ کر غرایا، ظاہری بات ہے وہ پہچان گیا تھا کہ وہ جس کے لئے آئے ہیں وہ کم از کم سامنے والا شخص نہیں۔

"یہ پاگل ہے.." بیڈ کے قریب بیٹھے شخص نے خود کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور پھر سر اٹھا کر سامنے دیکھا، چہرے سے وہ بہت ہی جاذبِ نظر مگر سخت طبیعت کا انسان نظر آ رہا تھا۔

"تو پاگل.. گھامڑ کہیں کا..." وہ خود ہی غرایا۔ وہ یقیناً ساحر ہی تھا جو کہ مسٹر بی کے روپ میں وہاں موجود تھا۔

"بکواس مت کرو. مجھے الجھاؤ مت.." نووارد اس کی خود کلامی سے بوکھلا گیا تھا، اس نے پستول نکالتے ہوئے کہا۔

"یہ ہمیں دھمکی دے رہا ہے.." جواباً ساحر خود سے ہمکلام ہوا۔

"تو منہ بند رکھ تا کہ کام کی بات ہو۔" اس نے خود کو لتاڑا۔

نوارد کے پیچھے کھڑا شخص اس کے سامنے آیا اور اشاروں سے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ "کون ہے یہ اور کیا کہتا ہے؟."

"باس. یہ پاگل ہے کوئی گھٹیا درجے کا. خود سے ہی باتیں کئے جا رہا ہے، مجھے تو جواب ہی نہیں دے رہا." نوارد نے کہا۔

"تو گولی مار دو۔ پاگل کتوں کا یہی علاج ہوتا ہے." جسے باس کہا گیا تھا، اس نے کہا۔

"اب خوش..وہ ہمیں پاگل کتا کہہ رہے ہیں."

"تیرا علاج ہے...."

"ٹھیک ہے. اب دیکھ پھر تماشہ...."

ساحر کی خود کلامی سخت انداز کی بڑبڑاہٹ پہ ختم ہوئی، ادھر نوارد کو باس سے اجازت مل گئی تھی، اس کا پسٹل والا ہاتھ حرکت میں آیا مگر اس سے پہلے کہ وہ پسٹل ساحر پہ تان سکتا، ساحر جس کرسی پہ بیٹھا تھا وہ توپ سے نکلے گولے کی طرح اڑتی ہوئی باس اور اس کے چیلے دونوں پہ پڑی اور وہ تکلیف سے چیختے ہوئے اپنے پیچھے موجود تیسرے شخص کو لیتے ہوئے عقبی دیوار سے ٹکرائے. دیوار سے ٹکرا کر جھٹکا کھا کر ابھی سیدھے ہی ہوئے تھے کہ ساحر دوڑ کر ان کے سامنے پہنچ چکا تھا. اس نے چیلے کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور دوسرا ہاتھ طوفانی رفتار سے چلنے لگا، چیلے کے منہ پہ تابڑ توڑ مکہ پڑنے شروع ہی ہوئے تھے کہ اس کے باس کی لات حرکت میں آئی اور گھومتی ہوئی ساحر کے پہلو کی طرف بڑھی۔ ساحر جیسے اسی پل کے انتظار میں مکے برسا رہا تھا، اس نے اپنی کمر کو اس طرح پیچھے کیا کہ جسم کمان کی شکل اختیار کر گیا ساتھ ہی اس نے باس کے چیلے کو گردن سے کھینچ کر جھکایا. وہ لات جو باس نے ساحر کے پہلو میں ماری

تھی وہ اس کے چیلے کے منہ پہ لگی اور ٹھک کی آواز کے ساتھ چیلے کے منہ سے چیخیں بر آمد ہوئی، نقاب میں سے بھی محسوس ہو رہا تھا کہ اس کا جبڑا ٹوٹ چکا تھا. عین اسی وقت جب باس اپنے چیلے کو لات مارنے کے غم میں سکتے میں آیا تھا، ساحر نے چیلے کو چھوڑا اور اس کی لات اٹھی اور سامنے کھڑے باس کے سینے پہ پوری قوت سے رسید ہوئی، باس عجیب سی آواز کے ساتھ اچھل کر کھلے دروازے سے لاؤنج میں گزرا۔ ساحر آگے بڑھا ہی تھا کہ تیسرا شخص جو دیوار کے ساتھ کھڑا سر جھٹک رہا تھا وہ درمیان میں آگیا.

"ہٹ جا.. ورنہ پھاڑ کر رکھ دوں گا." ساحر یوں شدید سرخ آنکھوں اور ایسے خوفناک انداز میں پھنکارہ کہ اس شخص کا ہوا میں بلند ہاتھ ہوا میں رہ گیا اور وہ لڑکھڑا کر کھسکتا ہوا دیوار سے جالگا. اگر بیر

اور جبر ان میں سے بھی کوئی ساحر کو اس وقت دیکھ لیتا تو خوف سے ایک طرف ہو جاتے پھر یہ تو کوئی غنڈہ نما شخصیت تھی.

ساحر ٹی وی لاؤنج میں گھسا تو ٹھٹک کر رک گیا۔ خالی ٹی وی لاؤنج اس کا

منہ چڑھا رہا تھا، وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا تو یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ دروازے کو اندر سے چٹخنی لگی ہوئی تھی. بند

دروازے میں سے باس غائب ہو گیا تھا. ساحر کی نظریں اچانک کھڑکی کی طرف گئیں، کھڑکی بھی بند نظر آرہی تھی مگر وہ پھر بھی کھڑکی کی طرف بڑھا اور کھڑکی پہ دباؤ ڈالا. کھڑکی کی اندرونی کنڈی کھلی تھی ۔ مگر تھوڑے سے دباؤ سے کھڑکی نہ کھلی تو اس نے زیادہ دباؤ ڈالا. ہلکی سی کٹک کی آواز کے ساتھ کھڑکی کھل گئی. دوسری طرف اندھیرے نے اس کا استقبال کیا اور خاموشی.... "نکل گیا وہ تو.....۔"

"شٹ اپ.....۔"

وہ خود پہ برس پڑا لیکن شٹ اپ کے بعد ہمیشہ خاموشی چھا جاتی تھی، اس بار بھی ایسا ہی ہوا. وہ اندھیرے کو گھورتا رہا اور پھر سر ہلاتے ہوئے واپس مڑ گیا. وہ پہچان گیا تھا کہ بھاگنے والا پرنس ہی ہے جو اس کے ہاتھ سے گیلی مچھلی کی طرح پھسل گیا تھا. وہ اس کے دونوں ماتحتوں کی طرف مڑا تھا تاکہ پرنس کے حوالے سے پوچھ گچھ کر سکے. وہ دونوں بھی اب ٹی وی لاؤنج میں آگئے تھے اور کینہ توز نظروں سے ساحر کی طرف دیکھ رہے تھے. ان کے تیور دیکھ کر لگتا تھا کہ ان سے تفتیش آسان کام نہ ہو گی مگر سامنے بھی ساحر تھا. اور وہ بھی خطرناک شخصیت کے روپ میں.

* * *

انسپکٹر عباس اپنے ماتحتوں سمیت کوٹھی سے کچھ فاصلے پہ مخصوص انداز سے محاصرہ کیئے ہوئے تھا۔ اسے اس بار پھر کسی گمنام شخص نے اطلاع بھیج دی تھی اور ساتھ لعن طعن بھی بھرپور کی تھی اور وہ بھی باعزت اندازِ تخاطب کے ساتھ.

"عباس صاحب. آپ جیسا ڈھکن انسپکٹر میں نے آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا، اطلاع ہونے کے باوجود آپ کچھ نہ کر سکے. ارے ہجڑوں کو اطلاع مل جائے کہ کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے تو بچہ پیدا نہ بھی ہوا تو وہ زبردستی ناچ ناچ کر پیدا کروا کر. پیسے لے کر جاتے ہیں اور یہاں آپ کو حملے کا بتا بھی دیا تو آپ مکھی تک نہ مار سکے. آپ سے ایک بندہ سنبھالا

نہیں گیا. شکر کریں دوسرا پہلے ہی بھاگ گیا تھا ورنہ وہ آپ ہی کی ویگن میں آپ کا وہ مساج کرتے کے کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتے آپ ۔ اس سے بہتر تھا کہ آپ گٹر کھولنے کے ٹھیکے لے لیتے. خیر آپ نے وہ بھی ایک بندے کا کھول کر دوسرے کا بند کر دینا تھا. اب پھر اطلاع دے رہا ہوں. اگر کوئی غیرت کی رتی بچی ہے تو اس بار تنخواہ حلال کر لیں. نجانے پہلے بھی اس غیر ملکی سے کیا اینٹھ کر چھوڑا ہے اور بعد میں ڈرامہ کر دیا کہ بھاگ گیا ہے. آج رات پھر حملہ ہونے والا ہے. لیکن آج یہ سوچ کر آنا کہ یا تو مجرم کو پکڑو گے یا پھر کل سے مردہ جانوروں کی ہڈیاں اکٹھی کرو گے."۔۔۔۔ تمہارا خیر خواہ

ساتھ ایک پتہ بھی موجود تھا. یہ باعزت مخبری تو اس کے سر پہ سوار ہو گئی، وہ جیسے پاگل سا ہو گیا اگر یہ چٹھی بھیجنے والا اس کے سامنے ہوتا تو اب تک اس کا سر دھڑ سے جدا ہو چکا ہوتا مگر.. اس نے خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کی تا کہ وہ آج رات کے لئے اچھا سا منصوبہ بنا سکا. پہلا حدف تو اس چٹھی میں ملنے والی اطلاع تھی، اس کے بعد عباس کی دانست میں چٹھی لکھنے والے کی باری تھی. پچھلی بار وہ دیکھ چکا تھا کہ اسی لکھائی والی چٹھی ملی تھی اور وہ اطلاع سچ ثابت ہوئی تھی، لہذا وہ پر یقین تھا کہ اطلاع

آج بھی سچی ہو گی.... اس بار اس نے چودھری کو تھانے میں ہی چھوڑا اور ایسے افراد ساتھ لے گیا جو ضرورت پڑنے پہ پیچھا کرنے اور مار دھاڑ کرنے کے قابل تھے اور سب کو کھینچ بھی دیا تھا۔

"پچھلی بار بہت عزت ہو چکی، اس بار اگر تم لوگوں میں سے ڈھیلا پڑا تو میرے ساتھ تو جو ہو گا وہ ہو گا. تمہیں وہیں گولی مار دوں گا۔ یہ بات میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے کہہ رہا ہوں.. سمجھے."عباس کی اس غراہٹ نے جس میں حقیقی دھمکی شامل تھی، سب پہ جیسے جادو کر دیا تھا مگر وہ سنجیدہ بات بھی اس انداز میں کی تھی جیسے کسی کو جنم دن کی مبارک دے رہا ہو..

"اُسے تو میں ہجڑہ بنا کر چھوڑوں گا.." وہ بڑبڑایا۔

"کسے صاحب؟.." ڈرائیور نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا، اس بے چارے کو کیا پتہ تھا کہ عباس پہ کیا گزر رہی ہے۔

"تیرے باپ کو.. گاڑی چلا دھیان سے." وہ دھاڑا۔

"لیکن اب فائدہ کیا.. تو تو آ ہی گیا ہے اس دنیا میں." وہ خود ہی ڈرائیور کی طرف دیکھ کر بڑبڑایا۔

عباس ایک بے وقوف مگر گھاک پولیس افسر تھا جو ایک متوسط درجے کے گھر سے تعلق رکھتا تھا، اس کے والدین بچپن میں ہی چل بسے تھے ۔باپ کی عادتوں نے عباس کے بعد کسی کو آنے کا موقع ہی

نہ دیا تھا۔ شادی کے شروع کے سال اس پہ بیوی کا نشہ چڑھا رہا اور کچھ سال بعد شراب بیوی سے حسین محسوس ہونے لگی. پھر وہ شراب کے لئے بیوی کی ٹھکائی بھی کر دیتا تھا. ایک دن اسی ٹھکائی کے دوران بیوی کے ہاتھ بھاری ڈنڈا لگا، اس نے بے خیالی میں گھما دیا. ڈنڈا عباس کے والد کی پیشانی پہ لگا اور اس کا سر تربوز کی طرح کھل گیا. یہ دیکھ کر اس کی ماں سکتے میں آگئی اور بے خیالی میں پیچھے ہٹے ہوئے پھسل کر سر کے بل زمین پہ آ رہی. اس کے بعد وہ کچھ دن ہسپتال میں رہی. نجانے اپنے شوہر کو مارنے کے صدمے سے. یا گرنے کی وجہ سے سر پہ چوٹ لگنے کی وجہ سے وہ بھی میاں کے پیچھے چلی گئی۔

عباس کا چچا پولیس میں تھا، اسی نے عباس کو پالا اور اس کام میں عباس کی چچی نے بھی خوب حصہ ڈالا، بچپن میں سر پہ جوتوں کی..(جو عباس کی دانست میں لِتر تھے، کیونکہ جوتوں کا وہ اثر نہیں ہوتا جو اس کے ذہن پہ لتروں کا ہوا تھا). مار کھا کھا کر شاید اس کا ذہن ہی چل گیا تھا جبکہ

درحقیقت ذہین اور محنتی تھا مگر ہوش سنبھالنے سے بلوغت تک وہ جیسے پاگل خانے میں ہی رہا تھا اس وجہ سے ذہنی کیفیت بھی الگ ہی تھی۔ چچی کی مار کھا کھا کر، جن میں زیادہ تر سر پہ لتر ہی پڑتے تھے اور چچی کے بھڑکانے پہ چچا کی طرف سے زبانی ہونے والی لعن طعن نے اس کی دماغی ساخت ہی بگاڑ دی لیکن تھا بہادر اور جس کام کے پیچھے پڑ جاتا وہ ختم کر کے ہی دم لیتا تھا. کسی کی بات وہ تبھی سمجھتا تھا جب اس کا اپنا دل ہوتا کہ اسے سمجھ لینی چاہئے ورنہ کسی کا باپ بھی اس سے کچھ نہ منوا سکتا تھا۔

سکول میں اسے ایک شفیق استاد مل گئے جن کی بدولت تھوڑی بہت عقل اور ساتھ ملک سے محبت پیدا ہوئی، وہ غریبوں کے لئے نہیں جیتا تھا مگر کسی غریب پہ ظلم بھی نہیں کرتا تھا. غریبوں پہ ظلم اور ملک سے غداری کے علاوہ اس کے لئے سب جائز تھا.. اور ہر کام میں ہاتھ بھی ضرور ڈالتا تھا۔ ترقی کرنے کے لئے اس نے اپنی تمام صلاحیتیں اور ڈھیٹ پن سمیت افسروں کی چاپلوسی تک کی تھی. آئندہ بھی وہ یہی کرنے کا ارادہ رکھتا تھا مگر اس کیس میں، جو کہ اس شہر میں اس کا افتتاحی کیس تھا، وہ بری طرح الجھ کر رہ گیا تھا، اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ وہ پتنگ ہے جسے کوئی اور ہی اڑا رہا ہے ورنہ اس کیس میں ابھی تک اس کے ہاتھ کچھ نہ لگا

تھا. افسران بالا کے تیور اسے لے کر خطرناک تھے، اگر آج کی رات بھی وہ ناکام ہوتا تو اسے امید تھی کہ واپس کسی چھوٹے علاقے میں تبدیلی ہی اس کا مقدر ہے. اس نے سر جھٹک کر ان سوچوں کو جیسے ایک طرف گرانے کی کوشش کی اور سامنے سڑک کو گھورتے ہوئے خود سے عہد کیا کہ یا آج مجرم پکڑا جائے گا یا وہ خود جان سے جائے گا، تیسرا کوئی رستہ نہیں. یکایک اسے کوٹھی کی طرف سے ایک سایہ دوسری گلی میں گھستا ہوا محسوس ہوا، پہلے تو اسے یہ وہم لگا. پھر اس کے ذہن میں چٹھی والے کی یاد آئی اور ذہنی رو بدل گئی۔

"امتیازے۔۔ دھیان رکھ. میں آتا ہوں. کوئی خاص بات ہو تو کال کر لینا. مگر بیچ سڑک کال نہ ملانا. موبائل کی روشنی میں تو دشمن کو نظر آ جائے گا. پھر تیری کھوپڑی کے سوراخ میں مجھے سیمنٹ بھروانا پڑ جائے گا۔" اس نے تیز سے ایک طرف بڑھتے ہوئے اس انداز میں ماتحت کو ہدایت کی کہ اب وہ زندگی بھر سڑک پہ نکل کر فون کرنے کی جسارت کرنے والا نہ تھا. خود وہ اٹھا اور دوڑتا ہوا اپنے "وہم" کے پیچھے چل دیا. دوڑتے وقت اس کے جوتوں کی آواز ماحول میں گونجی تو جوتوں کو گالی دیتے ہوئے رکا. جھک کر تیزی سے جوتے اتارے اور سرپٹ بھاگ

اٹھا. وہ سوچ رہا تھا کہ اگر اس کا وہم، وہم نہ ہوا تو جو بھی شخص بھاگا ہے ،اسے پکڑنا بہت مشکل ہے. اور وہ اس سے کچھ منٹ پہلے نکلا تھا جس وجہ سے ہو سکتا ہے وہ ہاتھ سے ہی نکل جائے. اس خیال سے اس کی رفتار مزید بڑھ گئی، یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ ابھی تک اس گلی سے کوئی اور گلی نہ نکلی تھی ورنہ وہ الجھ کر رہ جاتا کہ اب کس گلی میں گھسے.

جوتے اتارنے اور پوری قوت سے دوڑنے کی وجہ سے اس کے پاؤں میں درد شروع ہو گیا مگر وہ جیسے دیوانہ ہو گیا تھا۔ دونوں ہاتھوں میں جوتے پکڑے وہ دیوانہ وار بھاگا جا رہا تھا اور اچانک اس نے ساری ہمت جمع کر پھر سے رفتار بڑھانے کی کوشش کی مگر اسے محسوس ہوا کہ یہی اس کی آخری رفتار ہے جس سے مزید بڑھنا اس کے اختیار سے باہر ہے. رفتار بڑھانے کی وجہ سامنے اچانک ایک پل کے لئے جلنے والی بتیاں تھیں، کسی گاڑی کا ریموٹ کی مدد سے لاک کھولا گیا تھا. جب تک گاڑی کا نفیس اور بے آواز انجن سٹارٹ ہوا. اس کی اگلی پچھلی بتیاں روشن ہوئیں، عباس گاڑی کے عقب میں بیٹھ چکا تھا، اس کا سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا. جسم پسینے سے شرابور تھا، روشنی ہوتی تو سرخ چہرہ بھی نظر آ ہی جاتا۔ گاڑی کی ڈگی تو کھلنے والی نہیں تھی، اسے امید تھی کہ ابھی تک

ڈرائیور نے گاڑی لاک نہ کی ہو گی. وہ تیزی سے گاڑی کی اس طرف بڑھا جو دیوار کی طرف تھا، اس نے آہستگی سے ہینڈل پہ ہاتھ رکھ کر کھینچا تو رواں رواں خوشی سے بھر گیا، دروازہ کھل گیا تھا،اس نے ڈروائیور کی طرف دیکھا. وہ فون پہ جھکا ہوا کچھ اشارے کر رہا تھا.. عباس سانپ کی طرح جسم کو موڑتا ہوا گاڑی میں کھسکا اور آہستگی سے دروازہ کو بند کیا. گاڑی جدید ماڈل کی تھی شاید اس لئے بے آواز انداز میں آرام سے دروازہ بند ہو گیا تھا. وہ سیٹوں کے درمیان جتنا نیچے گھس کر دبک سکتا تھا، دبک گیا. ادھر نوجوان نے فون بند کیا اور ناک سیکڑنے لگا جیسے کچھ سونگھنے لگا ہو. پھر اچانک وہ چونک گیا، اسے اپنے پیچھے گلی میں روشنی نظر آئی تو اس نے گئیر بدلا اور گاڑی آگے بڑھا دی، جیسے ہی گاڑی سڑک پہ پہنچی اس نے سائیڈ کا شیشہ نیچے کیا اور سگریٹ سلگا لیا. وہ گہری سوچ میں ڈوبا کش لگاتا اور گاڑی کی رفتار بڑھاتا چلا جا رہا تھا. کافی دیر کی ڈرائیونگ کے بعد وہ ایک اندھیری جگہ رک گیا. اس نے گاڑی کا شیشہ بند کیا. سگریٹ کیس، موبائل وغیرہ پکڑا اور گاڑی سے نکلا. عباس بھی اسی لمحے کا انتظار کر رہا تھا، جیسے ہی وہ نوجوان نکلا، عباس بھی تیزی سے باہر نکلا اور پھر دونوں طرف کے دروازے ایک ساتھ بند ہوئے۔ عباس نے دیکھا کہ وہ کسی زیر تعمیر عمارت کے سامنے موجود تھے۔

وہ نوجوان اس بڑے عمارتی ڈھانچے میں گھسا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ایک طرف کو بڑھتا چلا گیا. عمارت زیرِ تعمیر تھی، اس میں مختلف مقامات پہ زرد رنگ کے بلب جل رہے تھے جن کی وجہ سے ہر طرف ہلکی ہلکی روشنی تھی، وہ اسی روشنی کی مدد سے اور شاید ساتھ اپنی یاداشت کے بھروسے پہ آگے بڑھتے ہوئے دو سے تین منٹ چلتا رہا.. اس دوران وہ بار بار مڑ کر پیچھے دیکھتا جیسے اسے خدشہ ہو کہ کوئی اس کے پیچھے آرہا ہے. جلد ہی وہ ایک دیوار کے پاس جا کر رکا اور رکتے ہی دیوار کی جڑ میں پاؤں مارا. اسی وقت اس کی دائیں جانب زمین کا ایک قطعہ ہٹنے سے سیڑھیاں نمودار ہوئیں جن پہ ہلکی طاقت کا بلب جلتا ہوا نظر آرہا تھا. وہ تیزی سے سیڑھیوں کی جانب بڑھا. دو دو سیڑھیاں پھلانگتا ہوا جلد ہی وہ تہ خانے میں پہنچ گیا. جہاں ہر طرف مکمل خاموشی چھائی تھی، مختلف مقامات پہ لائٹیں تو جل رہی تھیں مگر کوئی بھی انسان نظر نہ آرہا تھا. وہ تیز قدم اٹھاتا ہوا جلد ہی ایک کونے میں بنے کمرے کے سامنے رکا اور keypad پہ مخصوص کوڈ لگایا. اسی وقت دروازہ کھل گیا. وہ اندر داخل ہوا اور بغیر دروازہ بند کئے سیدھا ریوالونگ چیئر کی طرف گیا. وہاں پہنچتے ہی وہ ڈھیر ہو گیا. کرسی کی پشت سے سر لگائے وہ کافی دیر بیٹھا رہا. پھر میز کے نیچے ہاتھ گھسا دیا، جب اس کا ہاتھ باہر آیا تو ساتھ شراب کی بوتل

بھی لایا تھا۔ اس نے ڈھکن کھولا اور بوتل ہی منہ سے لگا لی.. وہ غٹا غٹ شراب پیتا گیا اور تب منہ سے بوتل الگ کی جب آدھی شراب اس کے معدے میں جا چکی تھی. بوتل میز پہ رکھ کر اس نے ہاتھ کی پشت سے ہی منہ صاف کیا اور پھر کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔ عباس یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا، وہ اس نوجوان کے پیچھے

پیچھے وہاں تک پہنچ گیا تھا، اب اس کے خیال کے مطابق فیصلہ کن گھڑی آگئی تھی. وہ یہ سوچ کر اٹھنے ہی لگا تھا کہ اس کی گردن پہ دو ٹھنڈی نالیں آ ٹکیں.

"چپ چاپ بیٹھے رہو.." کوئی غرایا. اس کی غراہٹ سن کر عباس کے جسم میں سرد لہر دوڑ گئی. اسے یوں لگا کہ جیسے پل بھر میں اس کی محنت خاک ہو گئی ہو۔ سب کچھ کر کے بھی وہ دھر لیا گیا تھا۔

پرنس اپنے دو ماتحتوں کے ساتھ اپنے ٹارگٹ پہ حملہ آور تو ہوا تھا مگر وہاں موجود ایک شخص نے ان کے دانت کھٹے کر دیئے تھے، پرنس کے ذہن پہ وہ شخص گہری چھاپ چھوڑ گیا تھا کیونکہ پرنس نے آج تک یونگ کو سب سے تیز رفتار اور طاقتور پایا تھا مگر وہ شخص یونگ اس کے سامنے کچھ بھی نہ تھا. اس شخص نے بڑے آرام سے تین لوگوں کو شکست دے

دی تھی، خود کو ہارتے اور کمزور ہوتے دیکھ کر پرنس نے پلان بی، اپنے بچاؤ کے منصوبے پہ عمل کرنے کا سوچا۔ جیسے ہی وہ ٹی وی لاؤنج میں گرا. وہ آندھی اور طوفان کی طرح کھڑکی کے پاس پہنچا اور کھڑکی کے پٹ کھول کر اس میں کھڑا ہوا. اس نے رخ بدلا. کھڑکی کے دونوں پٹ پکڑے اور کھڑکی کے فریم پہ اس طرح سے پنجے ٹکا کر کھڑا ہوا کہ کھڑکی بند ہو سکے. کھڑکی بند کر کے اس نے جیب سے ایک عجیب سے چٹکی نکالی اور کھڑکی کے دونوں اطراف کی لکڑی پہ رکھ کر مخصوص انداز میں دبایا. کٹک کی آواز سے وہ چٹکی کونوں سے مڑی اور کھڑکی کے دونوں پٹ اس میں جکڑے گئے. وہ جانتا تھا کہ اگر کوئی زور لگائے گا تو کھڑکی کھل ہی جائے گی، وہ محض ڈاج دینے کی خاطر اور وقت لینے کی خاطر یہ کر رہا تھا. اس سارے کام میں اس نے ایک منٹ بھی بمشکل لگایا ہو گا. یہ کام کرتے ہی اس نے ہاتھ چھوڑ دیئے اور ہوا میں تیرتا ہوا. دھپ سے زمین پہ آ رہا. دوسری منزل سے کودنا اس کے لئے کوئی بڑی بات نہ تھی. نیچے پہنچتے ہی اس نے دیوار کی طرف دوڑ لگا دی اور دیوار پھلانگ کر وہ گلی میں پہنچا. جہاں سے جلد ہی وہ قریب موجود اپنی کار میں پہنچا، اپنے ماتحت کو فون کر اپنے اڈے پہ پہنچنے کی اطلاع کی. اسی وقت اسے انجانی سے مہک محسوس ہوئی مگر اس سے پہلے کہ وہ اس پہ کچھ سوچتا. اس کے پیچھے

گلی میں روشنی ہوئی تو اس نے خود کو کوسا کہ فون تو سڑک پہ بھی جا کر ہو سکتا تھا. گاڑی کو گئیر میں ڈال کر آگے بڑھایا اور سڑک تک پہنچتے ہوئے اس نے سگریٹ سلگا کر شیشہ نیچے کر دیا. وہ الجھ کر رہا گیا تھا. اس کا کام بس مکمل ہونے ہی والا تھا کہ اچانک اس میں رکاوٹ آنی شروع ہو گئی تھی .وہ اس رکاوٹ سے تنگ تھا. ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ کسی سے ڈر رہا تھا مگر رکاوٹ کی وجہ سے کام میں دیر ہو رہی تھی اور اس پہ جھلاہٹ طاری ہو رہی تھی. اسی بے چینی میں وہ اپنے ٹھکانے پہ پہنچا. اور پھر مخصوص رستے سے تہ خانے میں موجود اپنے دفتر میں پہنچ کر شراب نوشی کرنے لگا. اس کے سر میں درد شروع ہو چکا تھا. ایک ایک کر کے اس کے سارے ماتحت مارے جا چکے تھے، پہلے یونگ. چارلی. اب ایک بچا تھا جو دوسرا ٹارگٹ ہٹ کرنے گیا تھا. جس طرح پرنس کا استقبال ایک انجان شخص نے کیا تھا، اسے امید تھی کہ دوسرے ٹارگٹ پہ بھی جال ہی بچھایا گیا ہو گا. اس خیال کی وجہ سے وہ اپنے ماتحت کو کال بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اگر وہ پکڑا گیا ہوا تو پرنس تک پہنچنے کا رستہ.. دشمن کو اس کی کال سے ہی نہ مل جائے. بس بے چینی سے اپنی ہار. اور ماتحت کی کال.. دونوں کے لئے صبر کر رہا تھا..۔ اچانک اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر وہ جھٹکے سے کرسی سے اٹھا اور پھر بے خود سا ہو کر کرسی

پہ گرا. اس کی پتھرائی ہوئی آنکھیں سامنے والے شخص پہ جمی ہوئی تھیں . دماغ نے ساتھ چھوڑ دیا تھا اور بے یقینی اس کے چہرے پہ پاؤں پسارے نظر آ رہی تھی۔

"پا..۔پاپا..." اس نے بمشکل اشارہ کیا اور منہ سے تحیر آمیز غوں غاں بھی بر آمد ہوئی۔

"تمہارا کیا خیال تھا کہ میں واقعی مر گیا ہوں؟." سامنے کھڑے سر انتھونی جانسن نے سخت نظروں سے اسے گھورتے ہوئے اشارہ کیا۔

پرنس کو تو کچھ سمجھ ہی نہ آ رہی تھی کہ وہ کیا کرے. کیا کہے..اس کے سامنے اس کا باپ... گفٹ آف گاڈ.GOG کا سربراہ.. سر انتھونی جانسن کھڑا تھا جس کے قتل کا بدلہ پرنس اس ملک کے افراد کو مار کر لے رہا تھا۔

"تم نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کیوں کی؟." سر انتھونی نے کہا تو پرنس اچھل پڑا.

"میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں پاپا؟." اچانک ہی وہ حیرت کے جھٹکے سے نکل آیا۔

"میرے ساتھ ڈھونگ مت رچاؤ. میں جانتا ہوں کہ تم کیا کرنا چاہتے ہو اور کیوں یہ سب کر رہے ہو.... مجھے دکھ اس بات کا ہے کہ تم نے اپنے ہی باپ کو مارنے کی کوشش کی.... اور شاید باقی قتل بھی تم ہی کروا رہے ہو کیونکہ یونگ جب مجرم تھا تو یہ اسی کا اندازِ واردات تھا. تم یہ سب کروا رہے ہو. مجھے جیمز اور ہارڈ نے سب بتا دیا ہے. " سر انتھونی بہت ہی غصے میں نظر آ رہے تھے.

"وہ. وہ دونوں آپ کو کہاں ملے ؟. " یہ دو نام سن کر وہ بوکھلا گیا تھا۔

"جہاں بھی ملے. مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی. "

"یقین مانیں پاپا. یہ سب یونگ ہی کر رہا ہے. میں صرف اس کو تلاش کرنے کی غرض سے اس ملک میں موجود ہوں. جب سے آپ گئے ہیں وہ باغی ہو گیا ہے اور ابھی تک نہیں ملا مجھے. مجھے تو شک ہے کہ اسی نے آپ کو مارنے کی کوشش کی ہے. ایک ماضی کا قاتل.. اس کے لئے اس سے اچھا موقع نہ تھا کہ وہ آپ کو مارتا اور آپ کی دولت اور آپ کے بنائے گئے تمام اثاثوں پہ ہاتھ صاف کر جاتا. " پرنس نے تیزی سے کہا۔

"یونگ کے سامنے، میری نظر میں تم بہت ہی چھوٹے ہو. مجھے خود سے زیادہ یونگ پہ اعتماد ہے. رہی بات اثاثوں پہ قبضے کی. تو محض مجھے مارنے

سے اگر کسی کو اثاثے مل سکتے تھے تو وہ تم ہو. اگر یونگ نے مجھے مارنے کی کوشش کی ہے تو میرے بعد تمہیں بھی مار دیتا. میرے بعد تم ہی تو وارث ہو ہر شے کے. خیر. تم نے ایک اور گھٹیا قدم اٹھایا اور وہ عمارت. جسے میں خاص افراد کے لئے علم و امن اور تربیت کا گھوارہ بنانا چاہتا تھا، اسی میں بیٹھے مجرمانہ کام کر رہے ہو. میں جا رہا ہوں پولیس کے پاس. تمہارے تمام جرائم بتانے.."

"اس سے کیا فرق پڑے گا؟. وہ کچھ ثابت ہی نہ کر سکیں گے."پرنس کے چہرے سے مسکینیت. پیار. اپنائیت سب غائب ہو گئی اور صرف ایک ہی تاثر چہرے پہ باقی رہا... شیطانیت.

"تو تم مانتے ہو کہ تم ہی مجرم ہو؟. "انتھونی نے جیسے آپے سے باہر ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں. آپ کو میں نے مارنے کی کوشش کی. نجانے کیسے آپ میرے اس زہریلے انجیکشن سے بچ گئے.... آپ کے بعد اس ملک میں مرنے والے اعلی عہدیداران یا اثر و رسوخ والے لوگوں کو قتل کرنے یا پھنسانے میں میرا ہی ہاتھ ہے. آپ یا پولیس کیسے اس کو ثابت کرے گی. "اس نے دانت نکوستے ہوئے اشارے کیئے.

"میں تمہارے خلاف گواہی دوں گا۔" سر انتھونی نے باہر کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"اگر زندہ بچے تو.." پرنس نے کہا اور بجلی کی سی تیزی سے درواز کھول کر پستول نکالا اور باپ پہ تان لیا۔ سر انتھونی بے یقینی سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پرنس نے انہیں بائے بائے کا اشارہ کیا اور اگلے لمحے ٹریگر دبا دیا۔ پستول میں سے شعلہ بر آمد ہوا اور سر انتھونی سینے پہ ہاتھ رکھے دھڑام سے زمین پہ آ گرے۔

"میں تنگ آ گیا ہوں تم سے.. تمہارے اصولوں سے اور اس دنیا سے . بہت جلد اس ملک پہ میرا راج ہو گا۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ میں کر کیا رہا ہوں۔ تمہیں مجھ پہ فخر ہونا چاہیئے....۔" اس نے ایویں ہی اشارے کرنا شروع کر دیئے.. سر انتھونی تو بے حس و حرکت پڑے تھے۔

"اگر پہلی بار ہی مر جاتے تو آج پھر گولی تو نہ کھانی پڑتی۔ میری ساری محنت پہ پانی پھیرنے پھر سے پہنچ گئے.."

اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ وہ چونک گیا۔ تہ خانے میں ایک ترتیب سے بڑی لائٹیں خود بخود جلنا شروع ہو گئی تھی۔ وہ تیزی سے باہر نکلا تو زمین نے

جیسے اس کے قدم پہ جکڑ لیے. اس کے لئے آج ہار اور حیرت کا ہی دن تھا.. بار بار کوئی نہ کوئی سرپرائز مل رہا تھا. سامنے وہی شخص کھڑا تھا جس سے پیچھا چھڑا کر وہ کھڑکی کے ذریعے کود کر الیاس کاکڑ کے گھر سے بھاگا تھا مگر وہ شخص اکیلا نہ تھا، اس کے ساتھ ایک ایسا شخص بھی موجود تھا جس نے اپنے جوتے ہاتھوں میں پکڑ رکھے تھے.

"ہیلو ڈیئر پرنس ڈمپ..۔" سامنے والا شخص جھکتے ہوئے مسکرایا۔

"کون ہو تم؟ تمہاری ہمت کیسے ہوئے یہاں آنے کی؟. تم جانتے نہیں کہ یہ نجی عمارت ہے." پرنس نے غصیلے انداز میں پوچھا۔

"میرے لئے کوئی نجی و سرکاری عمارت نہیں ہوتی. اگر تمہاری ہمت اپنے باپ کو مارنے کی ہو سکتی ہے تو میری ایک تہ خانے میں گھسنے کی نہیں ہو سکتی کیا؟." وہ شخص اشاروں میں بات کرنے میں بہت ماہر نظر آرہا تھا۔

"تم مجھ پہ گھناونا الزام لگا رہے ہو، میں ابھی پولیس کو بلاتا ہوں." پرنس نے کہا۔

"یہ جو جوتے سینے سے لگائے بیٹھے ہیں.۔ یہ پولیس سے آئے بیٹھے ہیں." اس نے جوتے پکڑے ہوئے شخص کی طرف اشارہ کیا۔

"بھاڑ میں جاؤ تم دونوں." اس نے پستول ان کی طرف تانتے ہوئے کہا، اس سے پہلے کہ وہ گولی چلاتا، اس کے سر پہ جیسے قیامت ٹوٹ پڑی ہوئی. وہ چیختا ہوا لہرا کر گرا اور پھر ہاتھ پاؤں پھیلا کر پر سکون ہوتا چلا گیا۔

* * *

"جج صاحب.. میرے موکل پہ اپنے باپ کے قتل کا جھوٹا الزام لگایا جا رہا ہے، ایک ایسا بیٹا جو زندہ ہی اپنے باپ کی وجہ سے ہے اور جس کا نام بھی

اپنے باپ کی وجہ سے ہے وہ بھلا اپنے باپ کا قتل کیسے کر سکتا ہے؟۔" پرنس کے غیر ملکی وکیل کی آواز بڑے سے ہال میں گونجی۔ پرنس نے اپنے لئے غیر ملکی وکیل کا تقاضا کیا تھا اور ایسا وکیل چنا گیا تھا جو بین الاقوامی سطح پہ کیسز لڑنے کا اجازت نامہ اور شہرت، دونوں رکھتا تھا۔ یہ اپنی نوعیت کا الگ ہی کیس تھا جس میں ملک کے مختلف شہروں سے سٹوڈنٹ آرگنائزیشن کے سربراہان، سیاسدان اور اہم افسران کمرہ عدالت میں موجود تھے، سب کو باقاعدہ دعوت نامے بھیجے گئے تھے اور دعوت ناموں پہ دی گئی تاریخ پہ آج یہ کاروائی ہو رہی تھی. شرکا کی تعداد کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک بڑے سے ہال میں عدالت لگائی گئی تھی جہاں تمام شرکا کے علاوہ میڈیا بھی موجود تھا، کچھ چینلز پہ یہ کاروائی براہِ راست دکھائی جا رہی تھی۔ یہ سب اس لئے کیا جا رہا تھا کہ ملک کی اندرونی صورتحال میں بے یقینی رچ بس چکی تھی، اب جب لوگ اپنی آنکھوں سے ساری کاروائی دیکھ رہے تھے تو اعتماد کی سی فضا قائم ہوتی نظر آ رہی تھی، سب لوگ اپنے آپ کو اہم اور حکومت کے اس قدم کو سراہ رہے تھے۔ پرنس کی نگرانی اور حفاظت کے لئے پولیس اور فوج کی بھاری نفری عمارت کے کونے کونے میں تعینات تھی، اس کے لئے پرنس کو جو لباس پہنایا گیا تھا وہ بلٹ پروف تھا، اس کے آس پاس جو فوجی موجود

تھے وہ در حقیقت ساحر کے ساتھی تھے جو میک اپ میں وہاں موجود تھے.

"ملزم پہ صرف ایک ہی قتل کا الزام نہیں اور میں یہ جرم ثابت کروں گا آج." حکومتی وکیل نے کہا۔

وہاں اس وقت تین ایسے افراد موجود تھے جو بول بھی سکتے تھے اور خاص افراد سے اشاروں میں بات بھی کر سکتے تھے، ان کی ڈیوٹی یہی تھی کہ ساتھ ساتھ پرنس کو عدالت کی کاروائی سمجھاتے رہیں اور اگر پرنس کچھ کہے تو وہ عدالت کو بتا سکیں اور وہ یہ کام مسلسل کر بھی رہے تھے۔ ان تینوں میں سے دو غیر ملکی. یعنی پرنس کے ہم وطن تھے۔

"ملزم نے سب سے پہلے سر انتھونی کو قتل کیا، اس قتل میں استعمال ہونے والا آلہ ہم بر آمد کر چکے ہیں. ملزم نے اس قتل کے لئے جن لوگوں کو پیسے دیئے تھے وہ بھی قانون کی گرفت میں ہیں۔ سر انتھونی کے ہمارے ملک میں آنے کے منصوبے سے ملزم، دورے سے ایک ماہ پہلے ہی اچھی طرح واقف تھا، اس نے ملک میں اپنی آمد سے قبل، تقریباً ایک ماہ پہلے ہی، اپنے جرائم پیشہ گروپ کو اس کام پہ لگا دیا تھا. وہ لوگ اس ہوٹل میں جینیٹوریل سٹاف میں شامل ہوئے۔ ایک ماہ میں انہوں نے سٹاف میں

اپنی اچھی پہچان اور اعتماد بنایا۔ اس کے علاوہ وہ اپنے کام میں بھی لگے رہے۔ ہوٹل کے جس ہال میں یہ تقریب ہونی تھی وہ حال ہی میں بنایا گیا تھا، اور اس کے ساتھ ایک اور ہال بھی زیرِ تعمیر تھا۔ اس زیرِ تعمیر ہال میں ایک طرف واش رومز کے لئے کمرے بنائے گئے جو کہ اب بھی صرف چار دیواری پہ ہی مشتمل ہیں، مطلب ان کے اندر کموڈ یا اس طرح کا کچھ بھی نہیں۔ اُن لوگوں نے انہی کمروں میں سے ایک کمرہ چنا، اس کی چابی چرائی. ایک کمرے کی چابی گم ہونے سے ہوٹل انتظامیہ کو کوئی فرق نہ پڑا۔ ان کا خیال تھا کہ جب ہم واش رومز کا کام شروع کریں گے تو سیف میں رکھی دوسری چابی نکال لیں گے۔"

"خیر، ملزم کے ماتحتوں نے اس کمرے سے سرنگ کھودنی شروع کی جسے کھودنے کے لئے سامان یہ مہینے کے دوران وقتاً فوقتاً اندر لے جاتے رہے. انہوں اس جگہ تک سرنگ کھودی جہاں سٹیج لگنا متوقع تھا۔ پھر تقریب تک یہ لوگ چپ ہو گئے۔ تقریب سے ایک دن پہلے رات کو سٹیج لگایا گیا تو انہوں نے سٹیج کے تختوں میں، اس جگہ جہاں ڈائس کے پیچھے کھڑے ہو کر بات کی جاتی ہے، بہت سے سوراخ کئے، وہ سوراخ اتنے اتنے ہی تھے کہ ایک سٹیل کی موٹی کیل تختے سے آسانی سے آر پار

ہو جاتی، اسکے علاوہ سٹیج بنتے ہی نیچے والی سرنگ کو کھول کر اس میں اس طرح سے رستہ بنایا تھا کہ سرنگ میں سے نکل کر کوئی بھی آسانی سے سٹیج کے نیچے بیٹھ سکتا تھا۔ اگلے دن تقریب کے دن پرنس خود۔ اس سرنگ میں سے سٹیج کے نیچے پہنچا اور جب سر انتھونی خطاب کر رہے تھے، اس نے تختے کے سوراخ میں سے ٹیکے کی سرنج گھسائی اور سر انتھونی کے پاؤں کے تلوے میں وہ ٹیکہ لگایا. اس ٹیکے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ جسم کے اندرونی اعضا اچانک ساکت ہو جاتے ہیں جیسے فریز ہو گئے ہیں، ایسی صورت میں جب دل، گردے، پھیپھڑے ہی ساکت ہو جائیں تو انسان کا فوری مر جانا تو طے ہے."

"ڈیئر فرینڈ. پرنس کے حوالے سے تو میں بات کرتا ہوں، پہلے تمہاری اس کہانی پہ بات کر لیتے ہیں. پہلی بات تو یہ کہ جوتے کے نیچے بہت مضبوط سول ہوتا جس میں سے سرنج کی عام سوئی گھس ہی نہیں سکتی، دوسری بات اگر آپ کہیں کہ سوئی مضبوط تھی لہذا سول میں سے گزر گئی تو جب مجرم نے قوت سے سوئی جوتے کے سول میں گھسانے کی کوشش کی ہو گی پھر سر انتھونی کو محض چونکنا نہیں چاہیئے تھا بلکہ اچھلنا چاہیئے تھے." مخالف وکیل نے ٹوکا۔

"میں اسی طرف آرہاہوں. سر انتھونی کو جب ہسپتال لے جایا گیاتو ان کا لباس اور جوتے اتار لئے گئے تھے، وہ جوتے ابھی بھی پولیس کی تحویل میں ہیں۔ ان جوتوں میں تین جگہ چھوٹے چھوٹے سوراخ ہیں جو ملزم نے پہلے ہی کر رکھے تھے کہ بوقت ضرورت آسانی سے کام کر سکے۔ چھوٹے چھوٹے سوراخ کر کے ان میں ربڑ سے بنا ایسا چپکنے والا مادہ بھر ا گیا تھا جو جوتے کا حصہ ہی معلوم ہو تا تھا مگر اس میں سے سوئی آسانی سے گزر گئی۔" کمرہ عدالت میں بیٹھے لوگوں کو جیسے سانپ سونگھ گیاہو، اس طرح کی واردات اور عجیب طریقہ قتل آج تک ان کی نظروں سے نہ گزرا تھا۔ انہیں یہی محسوس ہورہا تھا کہ وہ لوگ کوئی جاسوسی ناول پڑھ رہے ہیں یا فلم دیکھ رہے ہیں۔

"لگتاہے آپ جاسوسی فلمیں بہت دیکھتے ہیں۔" مخالف وکیل مسکرایا۔

"بالکل. لیکن ہمارے ہاں صرف جاسوسی فلمیں اور ناول ہی نہیں. جان لیوا جاسوس بھی پائے جاتے ہیں جو کہ اس ملک کے قیام سے آج تک اپنی جانیں نچھاور کر رہے ہیں."

"آپ کے پاس اس من گھڑت کہانی کا ثبوت کیا ہے؟. سرنگ بعد میں بھی کھدوائی جاسکتی ہے، سرنج بھی پہنچائی جاسکتی ہے."

"ایک نہیں ہو سکتا تو یہی نہیں ہو سکتا کہ پرنس نے سر انتھونی کا قتل کیا۔ بس. باقی سب ہو سکتا ہے. آپ ملک کے قانونی اداروں کا مذاق اڑا رہے ہیں۔" حکومتی وکیل مسکرایا۔

"نہیں. بالکل نہیں. میں یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ کوئی ٹھوس ثبوت نہیں."

"میں ان دو مجرموں کو بلانا چاہوں گا جنہوں نے پرنس کے حکم پہ اس قتل کی راہ ہموار کی.."

"اجازت ہے.." جج صاحب نے کہا تو دو افراد کا نام پکارا گیا۔ ان دونوں کو دیکھ کر پرنس کے چہرے کا رنگ بدل گیا. اس نے بے چینی سے اپنے وکیل کی طرف دیکھا تو وکیل اس سے بھی زیادہ پریشان نظر آیا. اس نے پرنس کی طرف ایسے اشارہ کیا جیسے پوچھ رہا ہو کہ یہ دونوں کون ہیں؟. پرنس نے شاید ان کے بارے میں وکیل کو نہیں بتایا تھا. اس کے تو اپنے گمان میں نہیں ہو گا کہ اتنی گہرائی تک تفتیش ہو سکتی ہے کہ ملک سے باہر نکل چکے افراد کو بھی یہ لوگ کھینچ لائیں گے۔ پرنس کی ذہنی حالت ابتر ہو رہی تھی، اس نے خشک ہونٹوں پہ خشک ہوتی ہوئی زبان پھیری. حکومتی وکیل نے بتایا کہ ان میں سے ایک جیمز ہے اور دوسرے کا نام ہارڈ ہے دونوں کو ایک ساتھ کٹہرے میں کھڑا کیا گیا.

"کیا تم دونوں بتا سکتے ہو کہ تمہارے سامنے کٹھرے میں کھڑا شخص کون ہے؟۔"

"یہ پرنس بلیز(Blaze) ہیں جنہیں ہم سب پرنس کے نام سے جانتے ہیں۔" ان میں سے ایک نے جواب دیا۔

"تم دونوں انہیں کیسے جانتے ہو؟۔"

"ہم ان کے ملازم ہیں۔"

"کس قسم کے ملازم؟۔ ان کے لئے کیا کام کرتے ہو؟۔"

"جو سرا نتھونی یا پرنس کہیں۔۔"

"قتل بھی؟۔"

"ایسکیوز می مائی لارڈ۔۔ آئی آبجیکٹ۔"

"اوبجیکشن اوور رول۔۔ جاری رکھیں آپ۔" جج نے پرنس کے وکیل کے اعتراض کو خارج کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔۔ ایسا حکم پرنس نے آج تک نہیں دیا۔"

"تم اس ملک میں کیوں آئے؟۔"

"ڈیڑھ ماہ پہلے پرنس نے ہمیں بھیجا تھا، پرنس کے کہنے پہ ہم نے ایک ہوٹل میں ملازمت اختیار کی."

"کیوں؟..."

"ہم نہیں جانتے. ہمیں یہاں کے ایک مقامی شخص سے کچھ مشینری لے کر سرنگ کھودنے کا حکم دیا گیا تھا، پرنس کے بقول سر انتھونی کی جان کو اس ملک میں خطرہ تھا اس وجہ سے ہم سٹیج کے نیچے ایک خفیہ رستہ بنا رہے تھے کہ بوقت ضرورت سر انتھونی کو وہاں سے اس طرح نکال لیں کہ کسی کو علم بھی نہ ہو.."

"پھر؟ جس دن ہوٹل میں ہنگامہ ہوا اس دن تم لوگ کہاں تھے؟."

"ہم سرنگ کے پاس ہی تھے، جب سر انتھونی کی تقریر شروع ہوئی تو پرنس نیچے گئے تھے، آکسیجن کے سلنڈر سمیت، کہ اگر کوئی مسئلہ بنا تو وہ سر انتھونی کو لے کر آئیں گے مگر کافی دیر بعد باس اکیلے ہی واپس آئے. انھوں نے کہا اوپر کوئی مسئلہ بن گیا ہے جس وجہ سے سر انتھونی کو وہ نہیں لا سکے."

"صرف سرنگ کھودی تھی تم لوگوں نے، یہ نہیں سوچا تھا کہ اوپر کی طرف جو رستہ رکھا گیا ہے اس کے بھی اوپر سٹیج کے تختے ہیں، ان میں سے کیسے سر انتھونی نیچے آئیں گے؟."

"تختوں کا انتظام پرنس نے کسی اور کے ذمے لگایا تھا، تختے بھی ایسا ہی فٹ ہونے تھے کہ تھوڑی سے ضرب سے تختے وہاں سے ہٹ جاتے."

"جج صاحب.. یہ رہے ان کے وہ کاغذات جو ہوٹل میں ملازمت کے وقت انہوں نے ہوٹل انتظامیہ کو جمع کروائے تھے، اس کے علاوہ ہوٹل میں حاضری بھی بائیو میٹرک سسٹم کے تحت لگائی جاتی ہے، دونوں کی ایک ماہ کے لئے ہوٹل میں موجودگی کا بھی اس فائل میں ثبوت ہے اور جس کمرے سے سرنگ کھودی گئی، وہاں سب آلات تو موجود نہ تھے، مگر کچھ نہ کچھ رہ گئے تھے جن پہ ان دونوں کی انگلیوں کے نشانات ہیں. ان کی بھی رپورٹ پیش خدمت ہے. اب.. اگر میرے دوست وکیل کا کوئی سوال ہو تو پوچھ سکتے ہیں؟." حکومتی وکیل نے سوال وجواب ختم ہونے پہ دوسرے وکیل سے کہا۔

"نو مائی لارڈ..." وکیل نے پژمردگی کی سی حالت میں کہا. وہ جب انہیں جانتا ہی نہ تھا تو ان کے حوالے سے کوئی تیاری بھی نہ تھی۔

"کیا تم مانتے ہو کہ تم نے اپنے باپ کو قتل کیا؟." جج صاحب نے کہا۔

"نہیں. یہ جھوٹ ہے.." جج اور پرنس کے درمیان بات ان لوگوں کی مدد سے ہو رہی تھی جو تینوں وہاں اسی کام کے لئے تھے کہ الفاظ کو اشاروں اور اشاروں کو الفاظ میں بدل سکیں۔

"ثابت کریں پرنس.." حکومتی وکیل نے کہا۔ مگر پرنس کے پاس کوئی ایسی جواز نہ تھا کہ وہ اس بات کو جھٹلاتا. اس کو تو اپنے گلے میں پھانسی کا پھندہ فٹ ہوتا نظر آ رہا تھا. اس نے نظر اٹھا کر ہال میں بیٹھے لوگوں کو دیکھا.

"جج صاحب.. سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ملزم ایک ویڈیو میں خود اقرار کر رہا ہے کہ اس نے سر انتھونی کو انجیکشن کی مدد سے قتل کیا ہے." وکیل نے کہا تو پرنس اور جج سمیت سب چونک گئے۔ وکیل کے اشارہ کرنے پہ ایک طرف موجود بڑی سی سکرین روشن ہوئی اور چند لمحوں میں اس پہ پرنس پستول پکڑے نظر آیا. یہ زیر تعمیر عمارت کے تہ خانے کا منظر تھا جہاں پرنس کی ملاقات سر انتھونی سے ہوئی تھی اور اس نے انہیں گولی ماری تھی. اس ویڈیو میں سر انتھونی کا چہرہ واضح نہ تھا مگر پرنس کے اشارے واضح تھے جن میں وہ حیرت سے پوچھ رہا تھا کہ اس

انجیکشن سے سر انتھونی بچ کیسے گئے. ماہرین نے اس کے اشاروں کو الفاظ میں بدل کر بتایا تو سب کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے....

"پرنس کے سامنے سر انتھونی کیسے پہنچ گئے؟. وہ تو مر چکے ہیں؟." جج نے حیرت سے پوچھا۔ کیونکہ وہ پرنس کے انداز تخاطب سے سمجھ گئے تھے کہ وہ کس سے بات کر رہا ہے۔

"پرنس کو رنگے ہاتھوں پکڑے اور اس سے جرم قبول کروانے کے لئے ہمارے قابل فخر سپوتوں نے یہ ڈرامہ کیا تھا. سر انتھونی واقعی مر چکے ہیں، ان کا حلیہ بنا کر ہمارا ہی ایک آدمی پرنس کے سامنے گیا تھا اور اگر آپ آگے ویڈیو دیکھیں تو مزید حیران ہوں گے کہ پرنس نے اس شخص کو اپنا باپ سمجھتے ہوئے دوبارہ مار دیا۔" وکیل نے کہا تو سب کی نظریں سکرین پہ گئیں، ویڈیو جج کے بولنے کی وجہ سے روک دی گئی تھی، اب دوبارہ ویڈیو چل پڑی تھی اور واقعی پرنس نے سامنے والے کو گولی مار دی تھی. گولی کی آواز سے سب یکدم اچھل پڑے تھے اور بے یقینی اور نفرت سے پرنس کی طرف دیکھ رہے تھے جو اپنی طرف سے دوبار اپنے باپ کو مار چکا تھا۔ پرنس کے دماغ کا فیوز اڑ چکا تھا. وہ اچھل اچھل کر کہہ

رہا تھا کہ یہ سب ڈھونگ ہے جو عوام کو خوش کرنے کے لئے حکومت کر رہی ہے۔

" اس سے بھی بڑا ثبوت . یہ ہے کہ پرنس نے اپنے باپ، رانی بائی اور زریاب اکبر کو قتل کرتے وقت جو آلات استعمال کئے تھے ان پہ انگلیوں کے نشان پرنس کی انگلیوں کے نشان سے ملتے ہیں۔" حکومتی وکیل نے اپنی مسکراہٹ کی مرچیں پرنس کی طرف اچھالتے ہوئے کہا۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو. انگلیوں کے نشان میرے کیسے ہو سکتے ہیں. میں نے تو دستانے..." پرنس نے بال نوچتے ہوئے اتنا ہی کہا تھا کہ اس کے اشارے کرتے ہاتھ رک گئے...

پورے ہال میں "اوہ..." کی آواز بلند ہوئی.. مجرم خود اقرار کر رہا تھا کہ اس نے دستانے پہن کر قتل کیے ہیں۔

"that's all my lord" .. وکیل نے سر کو جھکاتے ہوئے کہا۔

"وکیل صاحب. آپ ایک قتل بھول گئے. کرنل واجد درانی کو بھی ایک شخص نے قتل کیا ہے، اور رپورٹ میں لکھا ہے کہ وہ آدمی بھی پرنس کا ہے.. یونگ.." جج بھی اس بار مسکرایا۔

"جج صاحب. ہماری آرمی اتنی کمزور نہیں کہ ان جیسے سڑک چھاپ ان پہ ہاتھ ڈال سکیں. کرنل واجد اپنے گھر میں زندہ سلامت ہیں. اور مزے میں ہیں. کسی وجہ سے انہیں چھپایا گیا تھا۔" وکیل مسکرایا۔ چند لمحوں بعد، فیصلے کی گھڑی آن پہنچی. اس سے پہلے کہ جج فیصلہ سناتا. پرنس نے ہاتھ اٹھایا کہ اسے کچھ کہنا ہے. اجازت ملنے پہ اس کے اشارے شروع ہوئے۔

"اگر سزا ملنی ہے تو ان سب کو ملنی چاہئے جو اس کام میں میرے ساتھ شریک تھے، میں کبھی بھی کچھ بھی نہ کر سکتا اگر تمہاری قوم کے منافق میرے ساتھ نہ ملتے. میں نہیں چاہتا کہ اس جرم کی سزا میں بھگتوں اور وہ مزے میں رہیں. میں ان کے خلاف ثبوت بھی دوں گا."

پرنس نے کہا اور جیسے جیسے وہ نام بتاتا گیا۔ ہر کوئی اپنی اپنی نشست سے حیرت کے مارے کھڑا ہوتا چلا گیا. یہاں تو وہی نام آرہے تھے جو ملک کے سب سے بڑے خیر خواہ تھے. وہی وجہ سامنے آرہی تھی جس کی خاطر بھائی بھائی کو قتل کر سکتا ہے. وہی فرعون نظر آرہے تھے جو اپنی قوم کے خدا بننے کی خاطر غیر ملکی جانوروں کو ملک کر لے آئے تھے اور

وہی دلعزیز لیڈر تھے جو قوم کو سڑکوں پہ نکال لائے تھے. یہ قتل. ایک بھیانک سازش کا پیش خیمہ ثابت ہو رہے تھے.

* * *

اگلے دن اخبارات میں اس سازش کے حوالے سے کافی کچھ چھپا تھا، پرنس بلیز اپنے باپ کے اصولوں اور رحمدلی سے بہت نالاں تھا. اس نے باپ سے چھپ کر مجرموں کا ایک گروپ بھی پال رکھا تھا. عطیات اور حکومتی امداد کی وجہ سے پیسہ ویسے بھی بہت تھا اس کا خواب تھا کہ جو کچھ بھی اس کے باپ کے پاس ہے وہ اس کا مالک ہو اور باپ کی بنائی گئی تنظیم پہ حکومت کرے، پیسہ کمائے اور دنیا اس کے نام سے کانپے. وہ سوچتا رہتا تھا کہ کس طرح باپ سے چھٹکارا حاصل کرے، وہ خود مجرم تو بن چکا تھا مگر اتنا بڑا نہیں کہ باپ کو خود ہی قتل کروا کر اپنے ملک کی ایجنسیوں سے بچ سکتا. جب سر انتھونی کا ارادہ اِس ملک کا دورہ کرنے اور ایک یونیورسٹی بنانے کا بنا تو پرنس کے ذہن میں ایک منصوبہ آیا۔

وہ اس ملک کے بارے میں کافی کچھ جانتا تھا، ایک تو یہاں کے حالات غیر یقینی تھے، اداروں میں کرپٹ لوگ بھی مل جاتے تھے. دولت سے بندہ کسی کو بھی پھنسا سکتا تھا، اس نے بھی دولت کا سہارا لیا اور منجھے ہوئے سرکاری افسر سے رابطہ قائم کیا. اس افسر سے وہ ایک انجان شخص کی طرح رابطے میں رہا اور اپنے باپ کو مارنے کی سازش رچی. افسر کو اسی کام کے لے بھاری رقم کا لالچ دیا کہ تفتیش میں کوئی مقامی بندہ پکڑ کر آگے کر دے. پھر پرنس مسند پہ آرام سے بیٹھ سکے گا. لیکن یہ بات وہیں ختم نہ ہوئی۔ اس افسر کے ذریعے پرنس کا رابطہ سیاسی با اثر لوگوں سے ہوا اور ایک سر انتھونی کے قتل کی سازش کو اتنا بھیانک بنا دیا گیا کہ پرنس کا مطلب بھی نکل جاتا، مزید دولت بھی ہاتھ آتی اور ان لوگوں کا بھی فائدہ ہو جاتا۔

سازش کے پہلے حصے میں سر انتھونی کا قتل. جس کی وجہ سے بین الاقوامی دباؤ شروع ہوا اور ملک اور موجود حکومت بدنام و پریشان ہوئی.. دوسرا زریاب اکبر... اس سے اندرونی حالات بگڑنے لگے... تیسرا رانی بائی... رانی بائی کو پرنس نے محض اس لئے مارا تھا کہ اسے خبر ملی تھی کہ رانی بائی سے پولیس اور کچھ مشکوک افراد ملنا شروع ہو گئے ہیں،، خود رانی

بائی نے یہ بتایا تھا کہ پولیس دلربا کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہی ہے. پرنس نے سوچا کہ گواہ کو زندہ نہیں رہنا چاہیئے، رانی بائی اسے تو نہ جانتی تھی مگر اس کے گروہ کے دو تین لوگوں کو ضرور جانتی تھی جو مقامی سطح پہ کام کرتے تھے. پرنس نے اسے قتل کر دیا. اب ساحر گردیزی کی خراب قسمت کہ اسی دن وہ گل بانو کو وہاں سے لے کر گیا تھا، رانی بائی کے کمرے کی کرسی، گلاس پہ اس کی انگلیوں کے نشانات تھے جن کی وجہ سے وہ دھر لیا گیا. ورنہ پرنس اس کے بارے میں کچھ بھی نہ جانتا تھا نہ اس نے جان بوجھ کر پھنسایا تھا....

اس کے بعد یونگ کی مدد سے اس نے اپنے تیئں کرنل واجد کو مروا دیا تھا. اگلی باری الیاس کاکڑ اور الطاف کی تھی. الیاس کاکڑ ان سازشی دماغوں میں سے ایک تھا جو یہ پوری سازش بنا رہے تھے. الیاس کے ساتھ مسئلہ یہ تھا کہ ایک دن حادثاتی طور پہ اس نے پرنس کا چہرہ دیکھ لیا تھا اور اس وجہ سے پرنس کو بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر ایک بار اس پرنس کو دھمکی بھی دی کہ وہ پرنس جیسوں کو جوتے کی نوک پہ رکھتا ہے. جلد ہی پرنس کے دن پورے ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ ایک بار پرنس نے سب کو دبانے کی کوشش کی تو الیاس اکڑ گیا، جس نے پرنس

کی نظر میں الیاس کے لئے نفرت میں اضافہ کیا۔ پرنس چاہتا تھا کہ اس سے خود دو دو ہاتھ کرے مگر اسی بدلہ لینے کی سوچ کی وجہ سے وہ خود پکڑا گیا۔ اس نے جن سرکاری عہداداران اور سیاستدانوں کے نام بتائے، سب کو حراست میں لے لیا گیا تھا۔

سازش کے مرکزی کردار پرنس، متحدہ پارٹی کا صدر سرفراز. جو سب کے سب بہت ہی شریف اور گائے نما شخص بنا پھرتا تھا اور جس نے دنگے کروانے کی ذمہ داری الیاس کاکڑ کو دی تھی. پھر الیاس کاکڑ، حکومت کا ایک سیاستدان اور ایک اعلی پولیس آفیسر، سب پکڑے گئے تھے اور ایک دوسرے پہ کیچڑ اچھالتے ہوئے اپنے خلاف کیس مضبوط کرتے جا رہے تھے۔ متحدہ پارٹی کے سربراہ سرفراز نے خود زریاب اکبر کو مروایا اور پھر میٹنگ میں اس طرح سے ماحول بنا کہ ہر بندہ یہی سمجھتا رہا کہ اس قتل سے فائدہ اٹھانے کا منصوبہ وہ ابھی بنا رہے ہیں جبکہ سرفراز یہ منصوبہ کب کا بنا چکا تھا. وہ اگلا وزیر اعظم بننے کے چکر میں تھا. کرنل واجد کو مروانے کے پیچھے محض یہ خیال تھا کہ صرف سیاستدان قتل ہونے سے بہتر نتائج نہیں مل سکتے.... آرمی کو بھی غصہ دلانا چاہئے تا کہ حکومت کی ناک میں دم ہو سکے. یہ الگ بات تھی کہ اب انہی کی

اپنی ناک کٹ چکی تھی. وہ مکمل طور پہ expose کر دیئے گئے تھے لیکن یہ کس ادرارے نے کیا تھا. ابھی تک کسی کو کچھ معلوم نہ تھا۔

روشن پیلس کے میٹنگ ہال میں کبیر اور جبران موجود تھے، وہ لارڈ کا انتظار کر رہے تھے۔ کبیر اور جبران اس کیس کی تفصیلات جاننے کے لئے بہت بے چین تھے. ان دونوں نے کیس کے دوران ساحر کو جان بوجھ کر نہ چھیڑ رہے تھے کیونکہ اس کیس کے شروع میں چیف نے انہیں کہہ دیا تھا کہ ساحر مزاج بہت بدلا ہوا ہے، جو کہے وہ کرنا ہے بس۔ کوئی چھیڑ خانی نہیں کرنی کیونکہ اس کا نتیجہ خطرناک ہو سکتا ہے۔ کبیر، ساحر کے بارے میں اپنے خیال کے مطابق کافی جانتا تھا، مگر اس بار ساحر کا مزاج دیکھ کر کبیر کو بھی محسوس ہوا کہ وہ اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا۔

دروازہ کھلا اور سپارک، سیاہ لباس اور نقاب میں کمرے میں داخل ہوا۔ وہ دونوں احتراماً کھڑے ہو گئے۔

"بیٹھو.." وہ اپنی نشست کی جانب بڑھتے ہوئے بولا مگر وہ دونوں، اس کے بیٹھنے کے بعد ہی بیٹھے....

"اس کیس کو لے کافی ابہام ہے، کیس کے بارے میں بہت کچھ اخبارات میں چھپ چکا ہے، جو باتیں رہ گئیں ہیں وہی بتاؤں گا. یہ کیس ملک کی سالمیت کے حوالے سے بہت اہم تھا، نہ صرف یہ شہر خطرے سے دوچار تھا بلکہ پورے ملک میں انتشار کی لہر دوڑ رہی تھی جو کسی بھی وقت طوفان بننے کی تاک میں تھی۔ کیس سر انتھونی کے قتل سے شروع ہوا جس کی تحقیق کے لئے کبیر اور جبران کو وہاں بھیجا گیا، اسی دوران پوسٹ مارٹم کی رپورٹ ملی کے سر انتھونی کا قتل کسی عجیب و غریب وائرس کی وجہ سے ہوئی ہے جس اس کے جسم میں انجیکٹ کیا گیا تھا۔ انجیکشن پاؤں کے تلوے میں لگایا گیا تھا، اس وجہ سے میں نے کبیر اور جبران کو سٹیج چیک کرنے کا کہا، وہاں سے بات کھلی کہ یہ سب کیسے ہوا.. پھر سر انتھونی کے جوتے بھی چیک کئے گئے اور شک درست ثابت ہوا۔ اس وائرس کی وجہ سے نہ صرف جسم کے اندرونی اعضاء ایک طرح سے جم جاتے ہیں

بلکہ پورا جسم ہی مجسمے کی طرح ساکت ہو جاتا ہے، یہی انتھونی کے ساتھ ہوا. اسی دوران زریاب اکبر کا قتل ہو گیا جس کی تفتیش کے لئے ساحر اور جبران گئے۔ وہاں جبران کو ایک کاغذ ملا، جس سے یہ انکشاف ہوا کہ اس واردات میں کوئی گونگا شخص بھی ملوث ہو سکتا ہے، اس شک کی وجہ سے ساحر نے جبران کو سر انتھونی کے قریبی ساتھی، رازدار اور باڈی گارڈ کے پیچھے لگا دیا جس کا نام یونگ تھا. "وہ سانس لینے کے لئے رکا۔

"یونگ جبران کے تعاقب سے ہوشیار ہوا اور جبران پہ ہاتھ ڈالنے کی غرض سے ویرانے میں لے گیا۔ اس نے کار خراب ہونے کا بہانہ کیا کہ جبران اتر کر اس کی مدد کرے گا تو وہ جبران کو پکڑ لے گا، مگر جبران نے حاضر دماغی کا ثبوت دیا اور وہاں، اسکی جیپ کے پاس رکتے ہی ایک ڈکٹا فون کھلی کھڑکی سے جیب کے اندر اس طرح سے پھینکا کہ وہ فرنٹ کی سیٹوں کے پیچھے، خالی جگہ پہ گر گیا. امید یہی تھی کہ یونگ اسے نہ دیکھ پائے گا. اور ایسا ہی ہوا. پھر یونگ ایک خفیہ اڈے پہ گیا. اس کے پیچھے جبران بھی وہاں پہنچا مگر اس بار جبران پکڑ لیا گیا اور جبران کی طرف سے مخصوص کاشن نہ ملنے کی وجہ سے کبیر اور اس کے ساتھ کچھ فوجی بھجوا کر اس اڈے پہ قبضہ کر لیا گیا مگر یونگ وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو

گا. دوسری طرف ساحر، زریاب اکبر کے گھر سے ملنے والے کاغذ کی وجہ سے طارق نامی نوجوان تک پہنچا۔ طارق اتفاقاََ اس رات رانی بائی کے اڈے پہ جا پہنچا جس کی انگلیوں کے نشان تفتیش کو بہکانے کے لئے لے لئے گئے اور بعد ازاں وہی نشانات زریاب اکبر کے فارم ہاؤس پہ ملے. طارق سے ساحر رانی بائی تک پہنچا. اور بجائے رانی بائی کو چھیڑنے کے، وہاں سے وہ لڑکی ساتھ لے آیا جو طارق کے ساتھ رات بھر رہی تھی۔ اس لڑکی سے یہ کلیو ملا کہ کچھ غیر ملکی رانی بائی سے ملتے رہے ہیں اور دلربا نامی لڑکی، جو قتل کی رات زریاب اکبر کے ساتھ تھی، سے ملتے تھے۔ وہاں سے یہ شک مضبوط ہوتا چلا گیا کہ ان الجھے ہوئے معاملات میں غیر ملکی ضرور شامل ہیں مگر زریاب اکبر کے مرنے سے اندرونی سازش ہونے کا شک بھی بڑھ رہا تھا۔" اس نے توقف کیا۔

"ساحر جب رانی بائی کے پاس دوبارہ تفتیش کی غرض سے جا رہا تھا تو اسے پتہ چلا کہ اسے قتل کر دیا گیا ہے. اور کچھ ہی دیر بعد یہ بھی بات کھل گئی کے ساحر کی انگلیوں کے نشانات وہاں موجود ہیں کیونکہ یہ پہلے بھی وہاں جا چکا تھا۔ یہی وہ وقت تھا جب ساحر کا مزاج بدلا. یا یوں کہوں کہ اس کا دماغ سختی کی طرف مائل ہوا لیکن اس کے ذہن کا منصوبہ ساز گوشہ ہمیشہ

ہی active رہا ہے لہذا اس بار نیا ہی منصوبہ بنایا گیا، تم لوگ جانتے ہی ہو کہ ساحر نے اپنا ہمشکل، ایک باڈی گارڈز لفی سمیت قانون کے حوالے کر دیا اور اس سے تفتیش کا آرڈر اور اجازت بھی میں نے حاصل کر لی، اس طرح ہم نے شہر کے باسیوں میں پیدا ہونے والی بے چینی کو روکا، پھر ساحر کے والد صاحب کو بھی میڈیا کے سامنے بیان دینے کا کہا گیا، جس سے یہ معاملہ تو رک گیا۔

"شہر میں جب جلسے ہونے لگے تو میں نے اپنے آدمی ان جلسوں میں بھیجے تاکہ لوگوں کی سوچ کا پتہ چل سکے اور میری توقع کے عین مطابق، لوگوں کا رجحان توڑ پھوڑ اور نقصان کی طرف کرنے کے لئے کچھ لوگ سرگرمِ عمل تھے۔ ان کی نگرانی اور پھر بوقت ضرورت ان پہ ہاتھ ڈال کر ہم نے کچھ لنکس ڈھونڈے اور ہمیں ایک نام الیاس کاکڑ ملا جو کہ شہر میں دنگے فساد کرانے میں بہت ایکٹو تھا۔ شہر کیا، پورے ملک میں طلبا کی تنظمیں سیاسی مقاصد کی آلہ کار بن رہی تھیں اور جلد ہی بہت بڑا قدم اٹھنے والا تھا جس کے بہت مارشل لا کے علاوہ کسی کے پاس کوئی چارہ نہ رہتا اور اگر ایک بار تشدد اور توڑ پھوڑ شروع ہو کر رک بھی جائے پھر بھی بہت زیادہ نقصان ہو چکا ہوتا ہے. لہذا ضرورت اس امر کی تھی کہ

جلد سے جلد یہ قصہ تمام کر کے مجرم سب کے سامنے کٹھرے میں ہوتے۔ ایسے وقت میں ساحر نے ایک چانس لینے کا منصوبہ بنایا اور وہ مسٹر بی نامی غنڈے کے روپ میں شہر میں گھومنے لگا اور خوش قسمتی سے یونگ سے جا ٹکرایا۔ یونگ اسے کرنل واجد کے قتل کے لئے ہائر کرنا چاہتا تھا، جس کے لئے ساحر ایک موٹی رقم کے بدلے تیار ہو گیا. کرنل واجد کی جگہ اس رات ہم نے ایک تازہ لاش رکھی تھی، یہ عام حالات میں درست نہیں تھا کہ ایک لاش کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا مگر ہمیں ملک کی سلامتی کے لئے ایسا کرنا پڑا. اگر نقلی لاش رکھتے تو یونگ چیر پھاڑ کے وقت سمجھ جاتا کہ اس کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے. یونگ نے اپنی دانست میں کرنل واجد کر مار دیا، اور پھر اس نے ساحر کو ختم کرنے کی کوشش کی اور پکڑا گیا۔:"

" یہاں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم نے کرنل واجد والا ڈرامہ کیا ہی کیوں؟.. دراصل تب ہم نہیں جانتے تھے کہ یونگ کے پیچھے کون ہے، ہم یونگ کو پھنسانا چاہتے تھے، اگر وہ اکیلا سب کر رہا ہوتا تو اسی رات ہم قصہ تمام کر دیتے، اور یہ دیکھنے کے لئے کہ اس کے اوپر تو کوئی نہیں. ساحر نے ڈرامہ ترتیب دیا. جب یونگ کرنل واجد کو قتل کر رہا تھا

تب اس کی ویڈیو بن رہی تھی اور ہمارے پاس اس کے خلاف ایک ٹھوس ثبوت تھا کہ اس نے ایک قتل کیا ہے، اس ثبوت کو ہم نے یونگ کو بلیک میل کرنے کے لئے استعمال کرنا تھا اور ساتھ ہی ساتھ عام عوام کے لئے بھی ایک ثبوت تھا کہ کرنل واجد اور زریاب اکبر وغیرہ کو کون مار رہا تھا. خیر. یونگ کو پکڑنے کے لیے آرمی کو کبیر کمانڈ کر رہا تھا.. وہیں عباس بھی پہنچ گیا.. کبیر نہیں جانتا تھا کہ یونگ کے ساتھ کون ہے. یعنی یہ لاعلم تھا کہ وہ ساحر ہے، مگر کبیر یہ جانتا تھا کہ دوسرے شخص یعنی ساحر کو کچھ نہیں کہنا. ساحر کے منصوبے کے مطابق یونگ کو پولیس کے حوالے کیا گیا تا کہ اسے فرار ہونے میں آسانی ہو اور یونگ نے یہی کیا، وہ فرار ہو کر سیدھا پرنس کے پاس پہنچا مگر پرنس کے سکیورٹی سسٹم کی وجہ سے وہ جان گیا کہ عمارت میں کوئی انجان شخص بھی ساتھ ہی گھس آیا ہے، اس وجہ سے اسے محسوس ہوا کہ یونگ اس کے لئے اب خطرہ ہے، اس نے یونگ کو گولی ماری اور ساحر کے لئے ایک چٹھی چھوڑ کر وہاں سے فرار ہو گیا۔ اس رات ساحر کے پیچھے پیچھے اُس کے ماتحت بھی وہاں پہنچے تھے اور پرنس جو خود کو محفوظ کر کے وہاں سے بھاگا تھا، وہ اس کا پیچھا کرتے رہے. پرنس اپنے باپ کی طرف سے بنائی گئی یونیورسٹی کے تہ خانے میں جا کر چھپا، جس سے وہ عمارت ہماری نظروں میں آگئی۔ اب

وقت تھا کہ الیاس کاکڑ تک پہنچا جائے، کیونکہ پرنس کے اگلے حملے کے بارے میں ہمارے پاس کوئی اطلاع تھی، لہذا ساحر الیاس کاکڑ سے ملا اور اس سے جیسے تیسے تخریب کاری کا پورا منصوبہ ہی معلوم کر لیا۔ اور تبھی ہمارے سامنے اصل راز ظاہر ہوا، اس سے پہلے ہم محض اپنے تجزیات اور ساحر کی چھٹی حس کے سہارے چل رہے تھے، الیاس کاکڑ کے بیان سے یہ بات واضح ہوئی کہ ہم جو سوچ رہے تھے وہ درست تھا کہ یہ صرف قتل نہ تھے، یہ دراصل عوام کو بھڑکا کر بدامنی پھیلانے اور پھر خود حکومت سنبھالنے کے لئے چند مفاد پرستوں کی سازش تھی۔" وہ کچھ دیر کے لئے رکا۔

"متحدہ پارٹی، ایک پولیس آفیسر اور ایک حکومت کی پارٹی کا اہم شخص یہ سب پرنس کی اصل شکل سے ناواقف تھے اور یہ سب مل کر پرنس کا فائدہ اٹھانے کی سوچ میں تھے، جو لسٹ انہوں نے پرنس کو دی تھی اس کے مطابق جو لوگ مر رہے تھے، اس سے موجود حکومت کے لئے مسائل کو حل کرنا ناممکن ہو جاتا. دوسری طرف پرنس اپنی دانست میں انہیں استعمال کر رہا تھا، اس ملک میں اسے قانون سے بچنے کے لئے مدد چاہیئے تھی سو اسے ان افراد سے مل گئی اور اس نے بڑے آرام سے باپ

کو مار ڈالا. مگر جلد ہی اس کی نیت بدلی، اس نے سوچا کہ اگر انہی لوگوں کو وہ اپنے شکنجے میں رکھے تو پورے ملک پہ حکومت کر سکتا ہے، جب اس نے یہ خیال ظاہر کیا تو الیاس کاکڑ جو پہلے ہی کہیں پرنس کی اصل شکل دیکھ چکا تھا، سب سے پہلے بھڑکا اور پھر ان کی ویسے بھی آپس میں ان بن ہوگئی جس وجہ سے وہ کاکڑ سے بدلہ لینے کی فراق میں رہنے لگا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر کاکڑ زندہ رہا تو باقی لوگوں کو بھی ساتھ ملا سکتا ہے اور اس کا راز افشا کر سکتا ہے، لہٰذا وہ خود اسے ختم کرنے کا سوچنے لگا۔ ساحر اس چپقلش کے بارے میں الیاس کے منہ سے سن چکا تھا، اس کا خیال تھا کہ پرنس ضرور اپنے لوگوں کے ساتھ وہاں پہنچے گا. ایک تو الیاس کاکڑ پہلے ہی قتل ہونے والے چار افراد میں سے ایک تھا پھر پرنس کے ساتھ ذاتی چپقلش بھی تھی، ساحر وہیں بیٹھ گیا. پرنس نے ہر واردات میں پیسہ پانی کی طرح بہایا ہے اور ہر جگہ کے ملازمین کو خرید کر اپنے ساتھ ملایا۔ زریاب اکبر کی رہائش گاہ پہ بھی ایسا ہی تھا، وہاں موجود تمام کتوں اور انسانوں کو کہیں باہر سے نہیں، عمارت کے اندر سے ہی نشانہ بنایا گیا تھا، یہ بات ساحر نے پہلے ہی دن نوٹ کر لی تھی کہ کس سمت سے گولیاں کتوں کے اجسام میں پیوست ہوئی تھیں اور جس نے یہ سب کیا تھا، پرنس جاتے ہوئے اس بھی ختم کر گیا. اسی طرح الیاس کاکڑ کی رہائش گاہ پہ موجود

سارے ملازمین اس نے خرید رکھے تھے، اسی وجہ سے پوری عمارت میں کوئی شخص بھی انہیں روک یا دیکھ نہ سکا اور وہ بڑی آسانی سے الیاس کا کڑ کے کمرے میں پہنچے جہاں ان کا سامنا ساحر سے ہوا، ساحر نے جان بوجھ کر پرنس کو بھاگنے دیا کیونکہ اس کے لئے ساحر نے الگ ڈرامہ ترتیب دیا ہوا تھا جس سے عدالت میں ہمیں بہت فائدہ ہوتا. ساحر نے یونیورسٹی کے نیچے، پرنس کے اڈے کا ایک بار پہلے معائنہ کیا اور وہاں کے ماحول سے یہ اندازہ ہوا کہ پرنس کا وہیں رہنے کا ارادہ ہے کیونکہ خوراک اور پانی کے نئے ڈبے وہاں فریج میں موجود تھے اور صفائی ستھرائی بھی تازہ ہی تھی. ساحر نے اس اڈے کو چھوٹے چھوٹے خفیہ کیمروں اور مائیک لگا کر ایک شوٹنگ سنٹر بنا دیا۔ الیاس کا کڑ کی رہائش گاہ سے نکلنے کے بعد پرنس سیدھا وہیں پہنچا اور وہاں، میں سر انتھونی کے بھیس میں موجود تھا... اس کے بعد کی کاروائی تم ویڈیو میں دیکھ چکے ہو گے.. " لارڈ نے کہا۔

"یس چیف... " کبیر نے کہا۔

"کوئی سوال؟... "

"یونگ کی لاش منظر عام پہ کیوں نہیں لائی گئی چیف؟. "

"دیکھا جائے تو یونگ نے کسی کو بھی قتل نہیں کیا، اس نے ایک لاش کی چیر پھاڑ ضرور کی ہے، پرنس سیانا تھا جو قبل از وقت ہی سب کچھ سوچ سمجھ کے کر رہا تھا، اس نے یونگ کے انداز کو کاپی کر کے قتل کئے تھے تا کہ اگر کہیں پھنسے تو یونگ ہی پھنسے. بہت سے ممالک کے مجرم یونگ کے اس انداز قتل کو پہچانتے ہیں اور گواہ بن سکتے ہیں. اب جب اس نے یہاں کوئی جرم ہی نہیں کیا اور پھر ساحر کو وہ لسٹ بھی دے دی جس سے ہمیں معلوم ہو سکا کہ آگے قتل ہونے والے کون کون ہیں تو ہم اسے مار کیسے سکتے تھے؟.." چیف نے کہا تو دونوں نے ایک دوسرے کی طرف حیرت سے دیکھا کہ یونگ کو تو پرنس نے مارا تھا، چیف کی اس بات کا کیا مطلب ہے؟.

"یونگ اور ساحر جب کرنل واجد کو قتل کرنے گئے تھے تو وہ ساحر کے بنائے ہوئے خاص سوٹ پہن کر گئے تھے جو واٹر پروف ہونے کے ساتھ ساتھ بلٹ پروف بھی ہیں. ان کی یہ خاصیت ہے کہ جب گولی لگتی ہے سوٹ میں سے ہی خون نکلنا شروع ہو جاتا ہے اور جس پہ گولی چلائی جاتی ہے، وہ اگر سوٹ کو استعمال کرنا نہیں جانتا تو اسے ایسے ہی محسوس ہوتا ہے کہ گولی واقعی اسے لگ گئی ہے کیونکہ سوٹ میں بارود داخل ہونے

سے سوٹ اچانک بہت گرم ہو جاتا ہے اور ایسی گیس خارج کرتا ہے کہ سوٹ کے اندر انسان کے اعصاب مفلوج ہونے کے ساتھ ساتھ دماغ کو یہ تاثر ملتا ہے کہ وہ مر رہا ہے، دراصل انسان کو اندرونی خوف اسی پہ کئی گنا بڑھ کر طاری ہو جاتا ہے. جس سے وہ بہت تکلیف محسوس کرتا ہے اس وجہ سے دیکھنے والے کو بھی ہی لگتا ہے اس نے شکار کو مار گرایا. "چیف نے تفصیل بتائی، وہ یہ بتاتے ہوئے یقیناً مسکرا رہا تھا کیونکہ اسے ساحر کی یہ ایجاد بہت پسند آئی تھی۔

"اس کے علاوہ تمہیں یاد ہو گا کہ کرنل واجد کی رہائش گاہ پہ حملہ کرتے وقت ساحر اور یونگ دونوں ایک جیسے سوٹوں میں تھے مگر نقاب صرف ساحر کے چہرے پہ تھا، اصل میں کرنل واجد کے کمرے میں جاتے ہی ساحر نے یونگ کے سوٹ کا وہ بٹن پریس کر دیا تھا جس سے سوٹ میں گرمی بڑھ جاتی ہے. یہ فنکشن سرد موسم میں سردی کم کرنے کے لئے استعمال کرنے کی غرض سے رکھا گیا تھا مگر ہمارے کام آگیا. یونگ نے مشکوک ہوئے بغیر نقاب اتار کر کرنل واجد کو قتل کیا تبھی ویڈیو بن سکی۔"

"چیف... ساحر کو ہم نہیں سمجھ پا رہے ؟. مطلب اس کا مزاج؟." کبیر نے کہا۔

"جانتا ہوں تمہیں اس پہ الجھن ہے مگر مجھے نہیں ہے، فی الوقت تمہاری آسانی کے لئے اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ ساحر کے ایک وجود میں مختلف مزاج ہیں، یہ بات محض سمجھانے کے لئے ہے، ورنہ اس کا معاملہ الگ ہے." چیف نے کہا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا اور پر وقار چال کے ساتھ وہاں سے نکلتا گیا۔

"ساحر کی یاد آ رہی ہے یار.." جبران نے مسمسی سی صورت بناتے ہوئے کہا۔

"مجھے بھی.." کبیر بڑبڑایا۔

* * *

ایئر پورٹ پہ کافی رش تھا۔ ہر طرف سے گاڑیاں آتی جاتی نظر آرہی تھیں اور دو طرح کے لوگ نظر آرہے تھے، ایک جن کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے اور ایک جن کی آنکھوں میں دکھ کے آنسو. وہ سوچ رہا تھا کہ بھی بہت بڑی نعمت ہے کہ کوئی کسی کے لئے اپنائیت محسوس کرے. وہ دونوں بھی وہیں، ائیر پورٹ کی پارکنگ میں، کار میں بیٹھے ہوئے تھے۔

" تمہارا بہت شکریہ.. تم نے میرا ساتھ دیا. ورنہ میں تو نہیں جانتا تھا کہ پرنس مجھے پھنسانے کے چکروں میں ہے. " ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ والی سیٹ پہ بیٹھے یونگ نے اشاروں میں کہا۔

"میں جانتا تھا. اسی لئے مجھے اس طرح منصوبہ بنانا پڑا. ورنہ میں عادی نہیں ہوں اتنی ڈھیل دینے کا. " ڈرائیور. جو کہ ساحر تھا اور مسٹر بی کے میک اپ میں تھا. نے اشاروں میں جواب دیا۔

"اسی لئے شکریہ کہہ رہا ہوں. یقین مانو تم میری زندگی میں دوسرے شخص ہو جس نے متاثر کیا ہے، پہلے سر انتھونی.... اب تم. میں ہمیشہ تمہار اممنون رہوں گا اور جب بھی تمہیں ضرورت ہو گی، تمہارے لئے میرے جان بھی حاضر ہو گی۔ "یونگ نے اشاروں میں کہا۔

"میری یہی خواہش ہے کہ تم GOG کا اچھی طرح خیال رکھو. سر انتھونی بہت ہی اچھے انسان تھے، تم بھی ان جیسا بنو اور دوسرے لوگوں کے کام آؤ.. تمہاری فلائٹ کا وقت ہو گیا ہے. "ساحر نے کہا۔

"گڈ بائے مائی کنگ.. "یونگ نے گاڑی سے اتر کر باقاعدہ سینے پہ ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے کہا اور مڑ کر ائیر پورٹ کی طرف چل دیا۔

"اچھا بننے کے لئے موقع ملنا ہر انسان کا حق ہے. "وہ بڑبڑایا اور گاڑی کو بیک کرنے لگا. اسی وقت فون کی گھنٹی بجی تو اس نے چونک کر فون کی طرف دیکھا. پھر کال ریسیو کی۔

"یس..۔"

"زلفی بول رہا ہوں باس.. ہمیں رہا کر دیا گیا ہے.."

"گڈ.. مینشن پہنچو.. "اس نے کہا اور کال بند کر دی مگر اسی وقت دوبارہ گھنٹی بجی.....

"یس..."

"پانڈے سپیکنگ باس.. انسپکٹر عباس کو ٹرانسفر کر دیا گیا ہے. وہ دو ماہ تک معطل رہے گا پھر جہاں ٹرانسفر ہوا ہے وہاں رپورٹ کرے گا.. ساتھ ہی ساتھ انسپکٹر سے سب انسپکٹر بنا دیا گیا ہے."

"گڈ.. ابھی کہاں ہے وہ؟." وہ بھیڑیئے جیسے مسکرایا۔

"اپنی رہائش گاہ پہ گیا ہے.. تھانے کے عقب میں ہی ایمان پلازہ. فلیٹ نمبر دس."

"اوکے.. " ساحر نے کہا اور کار تیزی سے آگے بڑھائی۔ تقریباً پندرہ منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد وہ ایمان پلازہ کے سامنے موجود تھا، اس نے مسٹر بی والا ماسک اتار کر نیا ماسک چہرے پہ لگایا اور گاڑی پارکنگ میں لگا کر لاک کی اور پلازہ میں داخل ہوا. لفٹ خراب ہونے کے باعث اسے سیڑھیوں سے ہی جانا پڑا۔ فلیٹ نمبر دس تیسرے فلور پہ تھا. دروازے پہ عباس کے نام سے نیم پلیٹ نصب تھی، اس نے دستک دی۔

"کون ہے؟." اندر سے غصیلی آواز سنائی دی۔

"عباس.. دروازہ کھولو.." اس نے بارعب لہجے میں کہا۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا تو عباس کھلے کھلے لباس میں حیران نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "پہلے نہیں دیکھا کبھی. کون ہو تم؟." ۔۔

"اب تو دیکھ لیا نا. میرا نام تعارف ہے." ساحر نے وہی نام بتایا جو زریاب اکبر کے فارم ہاؤس پہ بتایا تھا.

"اوہ. آپ. مگر چہرہ؟."

"انسان کے کئی چہرے ہوتے ہیں. ہر جگہ الگ چہرہ اپنا کر اپنے آپ کو اچھا اور تیز طرار سمجھتا ہے. کبھی کبھی اس پہ فخر بھی کرتا ہے کہ دیکھا.. کیسے ہر سچوئیشن کو ہینڈل کر لیتا ہوں." اس نے فلیٹ کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ فلیٹ میں بنیادی سامان کے علاوہ چھوٹی فریج، ٹی وی اور میٹرس تھا۔

"تم فرش پہ سوتے ہو؟." اس نے عباس سے پوچھا۔ اسے یہ دیکھ کر نجانے کیوں بہت خوشی محسوس ہو رہی تھی۔

"جی. کیا خدمت کروں آپ کی؟." عباس پہلے دن سے اس سے مرعوب تھا۔

"میرے خیال سے تم نے اس کیس میں بہت محنت کی، پھر بھی تمہارے ساتھ یہ سب کیوں ہوا؟." ساحر نے کرسی پہ بیٹھتے ہوئے پوچھا، عباس بھی سامنے دوسری کرسی پہ بیٹھ گیا۔

"اوہ۔ آپ کو پتہ چل گیا." اس کے ہونٹوں پہ اداس مسکراہٹ تھی۔

"میرے سوال کا جواب دو.." ساحر نے کہا۔

"محنت کی ہے تبھی تو یہ نوبت آئی ہے، سیاستدان بھی پکڑے گئے اور ایک ہمارا آفیسر بھی.. تو مجھے یہ میڈل ملے."

"ہماری رپورٹ میں بھی تمہاری کارکردگی کی تعریف کی گئی تھی."

"جانتا ہوں، آپ کا بہت شکریہ مگر نتیجہ وہی ہے جو آپ جانتے ہیں."

"تم اس سے بہتر کام کرنا چاہتے ہو؟." ساحر نے آگے جھکتے ہوئے پوچھا۔

"کیا مطلب؟." عباس چونک گیا۔

"میرے ساتھ.." ساحر نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کے ساتھ. مطلب انویسٹی گیشن بیورو میں۔؟" اس نے بے یقینی سے کہا۔

"ہاں.." ساحر نے مختصر جواب دیا۔

"مجھے منظور ہے." کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے جواب دیا۔

"میں جانتا ہوں کہ تمہارے آگے پیچھے کوئی نہیں تو ہو سکتا ہے کہ تم اپنے آپ کو بے فکر محسوس کرتے ہوئے کبھی مجھ سے اڑنے کی کوشش کرو. کسی صورت بھی اگر غداری کی تو تمہاری لاش بھی عبرت کا نشان بنا دوں گا اگر تم میرے ساتھ شامل ہوئے تو تمہاری ہر سانس ملک کے نام ہو گی. کبھی بھی تھکے یا واپس مڑنا چاہا تو بس موت." ساحر نے سرد لہجے میں کہا۔

"منظور ہے.." عباس نے تمتماتے چہرے کے ساتھ کہا۔

"کل تمہیں بتا دیا جائے گا کہ کہاں آنا ہے۔" ساحر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"یس باس." عباس نے خوشی سے سلیوٹ مارتے ہوئے کہا۔ وہ شخص جو انسپکٹر سے سب انسپکٹر کر دیا گیا تھا، اچانک اتنی بڑی تنظیم میں نوکری ملنے سے اس کے تو وارے نیارے ہو گئے تھے اور ویسے بھی وہ ساحر سے

متاثر تو تھا ہی. "س. سر. " ساحر کے دروازے تک پہنچتے ہی وہ جھجک کر بولا.

"یس..؟"ساحر اس کی طرف مڑ کر رکا۔

" آپ کا نام جان سکتا ہوں پلیز؟. "اس نے جیسے منت کی۔

ساحر ایک لمحے کے لئے سوچ میں ڈوبا. "ماسٹر زیرو...." اس نے سخت آواز میں کہا اور عباس کا رد عمل دیکھے بغیر باہر نکل گیا۔ پارکنگ میں پہنچ کر وہ گاڑی میں بیٹھا اور فون نکال کر کال ملائی۔

"لارڈ سپیکنگ...."

" چیف.. عباس کو پلان کے مطابق نہ صرف معطل کروایا ہے بلکہ اس کا رینک بھی کم کروا دیا تھا اور اب اپنے ساتھ شامل کر لیا ہے. " ساحر نے مودبانہ انداز میں کہا۔

" گڈ... ماسٹر زیرو. اب اگلا ممبر۔" چیف نے کہا اور کال بند ہو گئی۔ ساحر نے مسکرا کر سیل فون سائیڈ سیٹ پہ رکھا اور گاڑی کا انجن سٹارٹ کیا.

"ایویں فضول میں دانت کیوں نکال رہا ہے تو؟. " وہ بڑبڑایا۔

"شٹ اپ....۔" اور کار میں خاموشی چھا گئی۔

ختم شد